

شول میڈیا جیسے فیس بک، یوٹیوب کے چینل عمر گیری، ٹک ٹاک، اور وس ایپ پر

وڈیو بیان کر دہ 76

اسباق نماز

احادیث کی روشنی میں سبقاً سبقاً آپ لوڑ ہو چکے ہیں، أَكَحْمَدُ اللَّهَ
اللَّهُ رَبُّ الْعِزَّةِ إِسْكَانُهُ شَوَّشُ وَ تَبَوُّلُهُ نَوَازِيزُ، آمِين۔

نماز کے فرض ہونے کا سبب، خداوند عالم کی خدائی اور اسکی ربوہ بیت کا اقرار، شرک کی نفی اور انسان کا خداوند عالم کی پار گاہ میں خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔ نماز گناہوں سے روکتی اور مختلف برائیوں سے منع کرتی ہے۔ سجدہ کا فلسفہ غرور و تکبر، خود خواہی اور سر کشی کو خود سے دور کرنا اور خداۓ وحدہ لاشریک کی یاد میں رہنا اور گناہوں سے دور رہنا ہے۔ موجودہ زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توہینی اور بے انقلاتی کی جا رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نمازوں بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اول اسی کا مطالبه ہو گا اس سے بھی نہایت غفلت اور لاپروائی برقراری ہے۔

اَنْزَلْنَا مَقْرَأَتِيْلَهُ مُحَمَّدًا كَرَامًا عَنْفَلِيْلَهُ

مَدْرَسَتِيْلَهُ فَيَضْلُلُ لِقَرْآنَ اَوْ هُدُرُواْلَ ضَلَعَ چَوَالَ

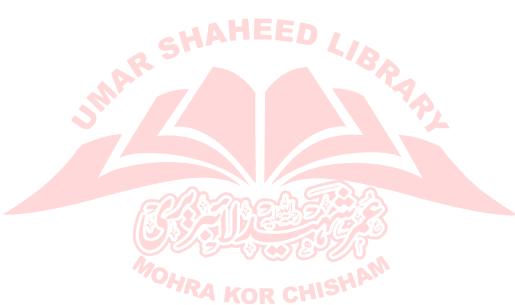
آئینہ کتاب

5	نماز کے اوقات
6	نماز کے متحب اور مکروہ اوقات
8	اذان کی فضیلت و اہمیت
12	اذان کے مسائل و احکام
16	اقامت (تکبیر) کے مسائل و احکام
19	نماز کی فضیلت و اہمیت
23	نماز کی فرضیت
27	نماز کی چھ (6) بیرونی شرائط
30	نماز کی اندرونی شرائط (حصہ اول)
34	نماز کی اندرونی شرائط (حصہ دوم)
38	واجبات نماز (حصہ اول)
42	واجبات نماز (حصہ دوم)
46	سنن نماز
50	متحببات نماز
53	مفہدات نماز
53	(یعنی نماز کو توڑنے والی چیزیں)
56	مکروہات نماز
59	نماز کی مسنون ترکیب (پہلا حصہ)
63	نماز کی مسنون ترکیب (دوسرا حصہ)
67	فض نماز کے بعد کے اذکار

71	جماعت کی نماز میں صفت بندی کا مسنون طریقہ
74	نماز باجماعت کی فضیلت اور برکت
78	نماز باجماعت میں عورتوں کی شرکت کا حکم
82	شرائط امامت، شرائط اقتداء
86	امامت کا زیادہ حقدار؟ اور جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے
90	مقتنی کی اقسام اور امام کی متابعت کے مسائل
94	نمازی کے آگے سے گزرنے اور سترے کے مسائل
97	مسجد کے آداب و احکام
102	مسجدہ سہو کس و کیسے؟ اور اس کا طریقہ
106	نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل
109	تکبیر اوٹی کے ساتھ نماز پڑھنے والے کے لیے خوشخبری
112	جماعت کے چھوڑنے پر وعید میں
116	نماز میں خشوع و خصوع کی اہمیت
120	فرض نمازوں کی انفرادی فضیلت و اہمیت
124	نمازوں کی فضیلت و اہمیت (1)
128	نمازوں کی رکعات اور پڑھنے کا طریقہ (2)
131	فراض نماز سے پہلے اور بعد سنتوں کی اہمیت و فضیلت
135	نوافل کی تعریف اور ان کا اہتمام
139	نماز تجد، قرب الہی کا وسیلہ
143	نماز اشراق کی فضیلت و اہمیت
146	نماز چاشت کی فضیلت
149	تحیۃ الوضو و تحریۃ المسجد کی فضیلت

152	نماز اوابین کی فضیلت
155	صلوٰۃ لتبیح کی فضیلت و اہمیت
159	صلوٰۃ الحاجۃ کی فضیلت و اہمیت (حصہ اول)
163	صلوٰۃ الحاجۃ کی حقیقت اور فضیلت (حصہ دوم)
167	صلوٰۃ استخارہ کی حقیقت اور فضیلت (حصہ اول)
171	صلوٰۃ استخارہ کی حقیقت اور فضیلت (حصہ دوم)
175	صلوٰۃ انٹوبہ کی حقیقت اور فضیلت
179	سفر کے آداب اور مسنون طریقہ
183	صلوٰۃ استقاء کی حقیقت (حصہ اول)
187	صلوٰۃ استقاء۔۔۔ احکام و مسائل (حصہ دوم)
191	چانگرہن اور سورج گرہن کی نماز اور اس کا طریقہ
194	نماز شکریا سجدہ ٹکر
200	نماز حفظ القرآن
203	جمعہ کے دن کی فضیلت (حصہ اول)
206	نماز جمعہ فرضیت
209	جمعہ کے دن کی جانے والی بعض غلطیاں
212	جمعۃ المبارک کے مسنون اعمال
216	جمعہ کے دن کی خصوصیات
219	جمعہ کی نماز کی رکعتوں کی تعداد
222	عید الفطر کا دن انعام کا دن ہے
225	عید الفطر کے آداب و احکام اور مسنون اعمال
238	قریبی کے مسائل و احکام (۱)

	241	قریبی کے مسائل و احکام (2)
248		نماز جنازہ کے مسائل و احکام
252		نماز تراویح 20 رکعت
	255	بیس رکعت تراویح کی حکمت
	259	نماز کی قضاۓ کا حکم
	263	قمانمازوں کے احکام اور پڑھنے کا طریقہ
	267	جمعۃ الوداع اور قضاۓ عمری



نماز کا بیان بمقتضی نمبر 1:

نماز کے اوقات

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ «وَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ يَطْلُعْ قَرْنُ الشَّمْسِ الْأَوَّلُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الظَّهِيرَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَاءِ، مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرِ الشَّمْسُ، وَيَسْقُطْ قَرْنُهَا الْأَوَّلُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ، مَا لَمْ يَسْقُطِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ» (رواہ البخاری و مسلم و اللفظ لمسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز کا وقت تو اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج کا ابتدائی کنارہ نمودار نہ ہو، (یعنی صبح کو سورج جب طلوع ہونے لگے اور افی پر اس کا کنارہ ذرا بھی نمودار ہو جائے تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے) اور ظہیر کا وقت اس وقت تک ہوتا ہے جب آفتاب نیچے آسمان سے مغرب کی جانب ڈھل جائے اور جب تک کہ عصر کا وقت نہیں آ جاتا اور عصر کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج زرد نہ پڑ جائے اور اس سورج کا پہلا کنارہ ڈھل بنے لگے اور مغرب کی نماز کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب آفتاب ڈوب کر بالکل غائب ہو جائے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق غائب نہ ہو، اور عشاء کی نماز کا وقت آدمی رات تک ہے۔

‘اوقات نماز’ سے مراد وہ اوقات ہیں جنہیں شریعت نے نماز کی ادائیگی کے لئے مقرر کیا ہے۔ ان کی تین اقسام ہیں: 1۔ فرض و واجب (نمازوں) کے اوقات: جیسے فرض نمازوں کے اوقات، یہ پانچ اوقات ہیں: پہلا: صبح کا وقت ہے جس کا آغاز صبح صادق سے ساتھ ہوتا ہے، اور طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ دوسرا: ظہیر کا وقت بجزوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ ہر شے کا سایہ اس کے مثل (براہ) نہ ہو جائے۔ تیسرا: عصر کا وقت ہے جس کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب ہر شے کا سایہ اس کے مثل (براہ) ہو جائے اور یہ غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ چوتھا: مغرب کا وقت ہے جو

غروب شمس سے شروع ہوتا ہے اور شفقت کی لالی ختم ہونے تک رہتا ہے۔ پاچوال: عشاء کا وقت ہے جو شفقت کی سرفی کے اختتام کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور صحیح صادق کے طلوع تک باقی رہتا ہے۔ 2: متحب (نمازوں) کے اوقات: جیسے مسنون نمازوں کے اوقات، جو کہ بہت زیادہ ہیں۔ کچھ تو شرعی طور پر مقرر ہیں جیسے وتر، جس کا وقت نماز عشاء کے بعد سے ہے کہ طلوع فجر تک ہوتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کے اوقات کی شرعی طور پر تجدید نہیں کی گئی جیسے دیگر عامنواں۔

نماز کے اوقات نماز سے جو اعلیٰ مقاصد اور منافع وابستہ ہیں، اور اللہ کے خوش نصیب بندل کے لیے اس میں جولنڈیں ہیں ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ زندگی کے اگر سارے لمحات نہیں تو کم از کم دن رات کے اکثر اوقات نماز میں صرف کرنے ضروری قرار دیئے جاتے، لیکن جو نکل حکمت الہی نے ان انوں پر اور بھی بہت سی ذمہ داریاں ڈالی ہیں، اس لئے دن رات میں صرف پانچ وقت کی نماز میں فرض کی گئی ہیں۔ اور ان کے اوقات ایسی حکمت سے مقرر کئے گئے ہیں کہ نماز سے جو مقاصد وابستہ ہیں وہ بھی پورے ہوں اور دوسری ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بھی خلل نہ پڑے۔ صحیح نیت سے اٹھنے کے وقت (یعنی صحیح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے) فخر کی نماز فرض کی گئی ہے تاکہ نجح کو سب سے پہلا کام بارگاہ قدوسیت میں حاضری والہار نیاز اور بندگی کے میثاق کی تجدید ہو، پھر دوپھر یعنی زوال آفتاب تک کوئی نماز فرض نہیں کی گئی تاکہ ہر شخص اپنے حالات کے مطابق اپنے کام کا ج اور دوسری ذمہ داریوں کو اس طویل وقفہ میں انجام دے سکے۔ پورے آدھے دن کے اس وقفہ کے بعد ظہر کی نماز فرض کی گئی اور اس میں بھی یہ سہولت دی گئی کہ خواہ اول وقت ادا کی جائے یا اپنے حالات کے مطابق گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تاخیر کر کے پڑھی جائے۔ بہر حال یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ اس طویل وقفہ کے بعد نماز ظہر ادا کی جائے تاکہ غسلت یا بارگاہ خداوندی سے غیر حاضری کی مدت اس سے زیادہ طویل نہ ہو، پھر شام کے آثار شروع ہونے کے وقت عصر کی نماز فرض کی گئی تاکہ اس غاص و وقت میں بھی جو اکثر لوگوں کے لیے اپنے اپنے کاموں سے فرست پانے اور تفریحی مشاغل مشغول ہونے کا وقت ہوتا ہے، ایمان والے بندے اپنے ظاہر و باطن سے رب قدوس کی بارگاہ میں حاضر اور اس کی عبادت میں مشغول ہوں۔ پھر دن کے ختم ہونے پر غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز فرض کی گئی، تاکہ دن کے غائبہ اور رات کے آغاز کے وقت ہم پھر بارگاہ قدوسیت میں حاضر ہو کر اس کی حمد و تسبیح اور بندگی کے عہد کی تجدید کریں۔ اس کے بعد سونے کے وقت سے پہلے

عشاء کی نماز لازم کی گئی، تاکہ روز اب کی زندگی کا ہمارا آخری عمل یہی ہو، اور ہم اپنے مالک سے رابطہ نیاز قائم کر کے اور ایمان و عبادیت کے عہد کی تجدید کر کے سوئیں اور ہماری سہولت کے لیے پانچوں نمازوں کے ان وقت میں کافی وسعت بھی دی گئی ہے اپنے وقتی حالات کے مطابق ہم اول وقت بھی پڑھ سکتے ہیں اور درمیانی وقت میں بھی اور آخرت وقت میں بھی۔ اس پوری تفصیل پر غور کر کے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تمہر سے لے کر عشاء تک کی نمازوں کے درمیانی وقفے تو اتنے مختصر مختصر ہیں کہ ایک سچے مومن کے لیے جو نماز کی قدر و قیمت سے واقف ہو اور اس کی لذت سے آشنا ہو، تمہر پڑھنے کے بعد عصر کا، عصر کے بعد مغرب کا اور مغرب کے بعد عشاء کا منتظر اور اس کے لیے فکر مندر ہنا قررتی طور پر بالکل ناگزیر ہے اور اس طرح گویا اس پورے وقفہ میں اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور نماز سے متعلق ہی رہے گا۔ البتہ فجر سے ظہر تک کا وقفہ خاص طویل ہے اور جیسا کہ اور پر عرض کیا گیا، اس کو اس لئے اتنا طویل رکھا گیا ہے کہ بندے اپنی دوسری ضروریات اور دوسرے کاموں کو اس وقفہ میں اطبیان سے انجام دے سکیں تاہم اس کی تغییب دی گئی کے جن خوش نصیب بندوں سے ہو سکے وہ اس وقفہ کے درمیان چاشت کی چند رکعتیں پڑھ لیا کریں۔ اسی طرح رات کے سونے کو انسان کی ایک فطری اور حقیقی ضرورت قرار دے کر عشاء سے فجر تک کوئی نماز فرض نہیں کی گئی ہے، اور یہ وقفہ سب سے زیادہ طویل رکھا گیا ہے لیکن یہاں بھی اس کی تغییب دی گئی ہے کہ اللہ کے بندے آجھی رات گزرنے کے بعد کسی وقت اٹھ کر تجدی کی چند رکعتیں پڑھ لیا کریں، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں اور خود آپ ﷺ کا یہ ایسا ادھی معمول تھا کہ سبھی قضا نہیں ہوتا تھا۔ چاشت اور تجدید کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ترغیبی ارشادات ان شاء اللہ اپنے موقع پر آئیں گے، یہاں تو یہ تمہیدی اشارے صرف نماز پڑھانا کے بارے میں کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث پڑھی جائیں۔ تشریح..... رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں سائل کے سوال کے جواب میں اکثر نمازوں کا آخری اور امہمیتی وقت ہی بیان فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل غالباً یہی دریافت کرنا چاہتا ہے کہ ان پانچوں نمازوں کے وقت میں کہاں تک وسعت ہے اور ہر نماز کس وقت تک پڑھی جاسکتی ہے اور اس کا آخری وقت کیا ہے؟ ابتدائی وقت غالباً اس کو معلوم ہو گا۔ واللہ اعلم۔ مغرب کی نماز کے بارہ میں اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ”اس کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفقت غائب نہ ہو۔“ اس شفقت کی تعین اور تحقیق میں ہمارے ائمہ کی رائیں کچھ مختلف ہیں، اتنی بات تو

لوگ عام طور سے جانتے ہیں کہ غروب آفتاب کے بعد مغرب کی جانب کچھ دیر تک سرخی رہتی ہے (1)، اس کے بعد وہ سرخی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے (2)۔ پھر وہ سفیدی بھی غائب ہو جاتی ہے اور سیاہی آجائی ہے۔ پس اکثر ائمہ کی تحقیق تو یہ ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد والی سرخی کا نام ہے اس لئے ان حضرات کے نزد یک سرخی ختم ہونے پر مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت آ جاتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؓ کا مشہور قول یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد والی سرخی اور اس کے بعد والی سفیدی دونوں کو شفق کہا جاتا ہے اس لئے ان کے قول کے مطابق مغرب کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے، جب مغربی آفتاب پر سفیدی بھی باقی نہ رہے اور سیاہی آجائے اور اسی وقت ان کے نزد یک عقباء کا وقت آتا ہے لیکن امام ابو حنیفہؓ سے ایک روایت دوسرے ائمہ کی تحقیق کے مطابق بھی منقول ہے، اور وہی اس مسئلہ میں ان کے دونوں مشہور شاگردوں امام ابو یوسفؓ اور امام محمدؓ کی بھی تحقیق ہے۔ اسی لیے بہت سے اکابر احتجاف نے اسی پر فتوی بھی دیا ہے۔ عشاء کا آخری وقت اس حدیث میں اور اس کے علاوہ بھی بعض دوسری حدیثوں میں آدمی رات تک بتایا گیا ہے لیکن دوسری بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح صادق تک عشاء کا وقت باقی رہتا ہے اس لئے جن حدیثوں میں عشاء کا وقت آدمی رات تک بتایا گیا ہے، ان کا مطلب یہ سمجھا گیا ہے کہ آدمی رات تک عشاء کی نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے بعد پڑھنا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔



نماز کے مستحب اور مکروہ اوقات

عَنْ أَنَّىٰ قَالَ : « كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الْحُرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ ، وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ تَجَلَّ » (رواہ النسائی)

سیدنا حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب گرمی ہوتی تو دیر کر کے بُخْشَدَہ وقت (ظہر کی) نماز پڑھتے اور جب سردی کا موسم ہوتا تو جلدی (یعنی اول ہی وقت میں) پڑھ لیتے۔ (نسائی)

اے اہل اسلام سب سے پہلا فرض نماز ہے اور دن رات میں پانچ وقت کی نماز ہے سرعاق و بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ یہ بھی یاد رہے شریعت مطہرہ نے نماز کی جو شرعاً مقرر کی ہے ان میں ایک شرط وقت بھی ہے۔ فی زمانہ تو ہمارے لئے بہت آسانی ہے کہ لا ۹۰۳ اپیکر پر اذان ہوتی ہے اور ہمیں نماز کے وقت کا پست لگ جاتا ہے لیکن زمانہ ماضی میں جب اذان لا ۹۰۳ اپیکر پر نہیں ہوتی تھی تو مسلمان سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھ کر نماز کے وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے۔ فی زمانہ دینی تعلیمات سے دوری کے باعث جہاں اور بہت سے دینی معاملات سے مسلمان ناواقف ہیں وہیں نمازوں کے اوقات سے بھی ایک بہت بڑی تعداد غافل ہے۔

فخر کا وقت: صحیح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ صحیح صادق سے مراد ایک روشنی ہے جو مشرق کی طرف سے اسکے اوپر آسمان کے کنارے میں دھکائی دیتی ہے اور آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے۔ فخر کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے ادا کرنی چاہیئے اور اس کا مستحب وقت جس وقت اجالا ہو جائے اور سنت کے موافق نماز ادا کر لی جائے اور پھر بھی اتنا وقت پچ جائے کہ اگر دوسرا مرتبہ کسی وجہ سے نمازنست کے موافق پڑھی جائے تو وقت موجود ہے۔

اس حدیث میں فرمایا گیا: اگر سخت موسم گرما ہو تو نماز ظہر کو بُخْشَدَہ وقت میں ادا کرنا سنت ہے لیکن نماز کا وقت خارج نہ ہونے پائے۔ ظہر اور جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ، سایہ اصلی کے علاوہ دو چند ہو جائے۔ سایہ اصلی سے مراد وہ سایہ ہے جو ہر چیز کا عسین زوال کے وقت

ہوتا ہے زوال سے پہلے ہر چیز کا سایہ گھٹتا جاتا ہے اور دوڑھانی منٹ تک ڈھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے یہ ہے سایہ اصلی۔ اسکے بعد یعنی زوال کے بعد سایہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر چیز کا سایہ دو گنا ہو جاتا ہے تو ہمارے نزدیک ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ دو چند ہونے تک ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جبراہل نے بیت اللہ شریف میں دو مرتبہ جماعت کرائی۔ پہلی دفعہ صراس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک چند تھا۔ دوسری دفعہ اس وقت جماعت کرائی جب ہر چیز کا سایہ دو چند ہو گیا تھا۔

افضل یہ ہے کہ ظہر سایہ ایک چند ہونے سے پہلے ادا کی جاتے اور عصر دو چند ہونے کے بعد ادا کی جاتے۔ اس حدیث پاک میں واضح فرمایا کہ دوسری دفعہ دو چند سایہ پر جماعت کرائی تو ہمارے احتجاج کے نزدیک سایہ دو چند ہونے پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت داخل ہوتا ہے۔

باتی نمازوں میں اتنا اختلاف نہیں ہے۔ سورج غروب ہونے پر عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور مغرب کا شروع ہو جاتا ہے۔ سورج ڈوبنے کے بعد جنوباً اور شمالاً جو سفیدی ہوتی ہے اسکے ختم ہوتے ہی مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور رشاء کا شروع ہو جاتا ہے۔

بہر حال بہتر یہ ہے کہ ایک مثل کے اندر ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ متحب وقت: گرمی کے موسم میں اتنی تاخیر سے نماز ظہر پڑھنا متحب ہے کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے، سردی کے موسم میں اول وقت میں پڑھنا متحب ہے۔ نماز عصر: اس کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ متحب وقت: عصر کی نماز ہر موسم میں دیر سے پڑھنا متحب ہے، آفتاب میں زردی آنے کے بعد (تقریباً غروب سے آدھا گھنٹہ پہلے مکروہ وقت ہوتا ہے) کے نماز مغرب: اس کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور شفق کی سفیدی ختم ہونے تک رہتا ہے (یہ وقت ہمارے ملک میں تقریباً ایک گھنٹے بیس منٹ سے ایک گھنٹہ پینتیس منٹ تک مختلف موسوں کے لحاظ سے رہتا ہے، ایک گھنٹہ بیس منٹ سے کم نہیں ہے اور ایک گھنٹہ پینتیس منٹ سے زیادہ نہیں ہے)۔ متحب وقت: مغرب کی نماز اول وقت میں پڑھنا متحب ہے۔ نماز عشا: اس کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور سُنّح صادق سے پہلے تک رہتا ہے۔ متحب وقت: ایک تہائی رات گزرنے کے بعد متحب وقت ہے، آدھی رات تک مباح رہتا ہے اور آدھی رات کے بعد مکروہ ہے۔

شرعی طور پر رات غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے اور صحیح صادق تک رہتی ہے نمازو تر: اس کا وقت نماز عشا کے بعد ہے متحب وقت: جو آخر رات میں اٹھنے کا عادی ہو، اس کے لیے متحب ہے کہ اٹھ کر پڑھے اور جو عادی نہ ہو وہ نماز عشا کے بعد ہی پڑھ لے نماز جمعہ: اس کا وقت بھی ظہر کی طرح ہے، البتہ سردی گرمی کے دنوں مسموں میں نماز جمعہ کا اول وقت میں پڑھنا متحب ہے نماز عیدین: اس کا وقت آفتاب کے اچھی طرح تکل آنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال آفتاب تک رہتا ہے متحب وقت عیدین کی نماز کا جلدی پڑھنا متحب ہے خاص کر عید الاضحی کی نماز

نمازوں کے منوع اوقات

تین اوقات ایسے ہیں جن میں ہر قسم کی نمازنع ہے، خواہ ادا ہو یا قضا فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل، نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت۔ البتہ اسی روز کی عصر کی نماز کا پڑھنا اور اگر ان اوقات میں سے کسی وقت میں کوئی جنازہ آجائے اس کا پڑھنا یا سجدہ تلاوت اس وقت واجب ہوا ہو تو اس کا ادا کرنا جائز ہے۔ وہ تین اوقات یہ ہیں: طلوع آفتاب سے تقریباً دس منٹ بعد تک۔ جب سورج بالکل سر پر ہو اس سے پانچ منٹ پہلے اور پانچ منٹ بعد تک۔

غروب آفتاب سے تقریباً دس منٹ پہلے سے غروب تک۔ تین اوقات ایسے ہیں جن میں صرف نوافل مکروہ ہیں صحیح صادق سے طلوع آفتاب تک عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک نماز عیدین سے پہلے گھر اور عیدگاہ میں۔ وہ حالات جن میں ہر قسم کی نماز مکروہ ہے جب خطیب خطبہ شروع کر دے۔ چھوٹے، بڑے پیشاب کی حاجت کے وقت، اور ہو اخارج ہونے کے اندیشے کے وقت، البتہ اگر نماز قضا ہو رہی ہو تو پھر اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ جماعت کی نماز شروع ہونے کے بعد سے اگر خبر کی ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں پڑھی جائیں، جہاں تک ہو سکے جماعت کی جگہ سے علاحدہ ہو کر پڑھی جائیں، مسجد سے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو کسی دیوار یا استون کی آڑ میں پڑھی جائیں، صفت کے پیچے بغیر آڑ کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ مسجد کے دو حصے ہوں تو دوسرے حصے میں پڑھی جائیں۔

اذان کی فضیلت و اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْبَدَاءِ وَالصَّفَّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَشْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَا سَتَهُمُوا . مُتَقْتَلٌ عَلَيْهِ .

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ اذان دینے اور پہلی صفت میں کھڑے ہونے کی کیا (فضیلت) ہے اور پھر قرعہ اندازی کے بغیر (یہ سعادت) حاصل نہ کر سکتے تو قرعہ اندازی کرتے۔“ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

اذان کب شروع ہوئی اور اس کا سبب؟ اذان بھرت کے پہلے سال شروع ہوئی، اور اس کا سبب یہ ہے جب اس بات کی ضرورت پیش آئی کوئی ایسی نشانی رکھی جائے جس کی وجہ سے سارے لوگ نماز کا وقت پچھاں سکیں۔ مسلمانوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا تورات کو سیدنا حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جس نے گھنٹی اٹھائی ہوئی تھی تو حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کو کہا یہ ناقوس مجھے تیچ دو۔ [ناقوس: گھنٹی کو کہتے ہیں]

تو اس آدمی نے کہا آپ اسکا کیا کرو گے تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم اسکے ذریعے لوگوں کو نماز کی طرف بلاؤ یہیں گے۔ اس پر اس آدمی نے کہا کہ میں آپ کو اس سے بہتر چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہوں ہیں! پس اس نے معروف اذان اور اقامت سکھلا دی۔ [اس حدیث کو امام داری نے روایت کیا ہے]

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب صحیح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور جو میں نے دیکھا تھا اسکی خبر دی۔ رسول اللہ نے فرمایا ”بے شک وہ سچا خواب ہے۔ اگر اللہ نے چاہا۔ پس بلال کے ساتھ کھڑا ہو جا اور اسے یہ کلمات سکھا۔ بے شک وہ تجوہ سے زیادہ بلند آواز والا ہے۔“ [اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے]

اذان کی عکمت: 1- نماز کے وقت کے داخل ہونے کا اور اسکی جماعت کی جگہ کا اعلان کرنا۔
2- جماعت کی نماز پر ابھارنا۔ 3- غفلت کرنے والوں کو تنبیہ کرنا، بھولے ہوؤں کو نماز کی ادائیگی یاد دلانا۔

جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔

”اذان“ لغت میں خبر دینے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں چند مخصوص اوقات میں نماز کی خبر دینے کے لئے چند مخصوص الفاظ کے دہرانے کو ”اذان“ کہا جاتا ہے۔ ہر نماز کا وقت آنے پر نماز کے لیے ایک خاص قسم کا اعلان کیا جاتا ہے۔ تاکہ نمازی آدمی مسجد میں آ کر نماز پڑھنے کی تیاری کریں، اسے اذان کہتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ”اذان“ اللہ تعالیٰ کے اذکار میں سے ایک عظیم ترین اور ایک اہم ترین ذکر ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کا اعلان کیا جاتا ہے، لوگوں کو کامیابی و کامرانی کی طرف بلا یا جاتا ہے اور اسلام کی شان و شوکت کا ایک بہترین عملی مظاہرہ کیا جاتا ہے، جس کی مثال دنیا کے کسی بھی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اور اذان اسلام کا شعار ہے، اس کی اہمیت اور نعمت مسلم ہے، اور موزان کا بھی بہت اونچا مقام ہے، احادیث میں موزان کی فضیلت کے سلسلے میں بہت ساری روایاتیں وارد ہیں، یہی وجہ ہے کہ ”اذان“ دینے کی اہمیت و فضیلت اور اس کا اجر و ثواب احادیث و روایات پر کثرت وارد ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے اوپنجی گردنوں والے لوگ ”موزان“ ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

موزان، جو شخص مسلمانوں کے نماز کا وقت داخل ہونے پر اذان دیتا ہے موزان کہلاتا ہے۔ تاکہ موزان مسلمانوں کو نماز کا وقت داخل ہونے کی طرف متوجہ کر سکے۔ اسلامی تعلیمات میں اذان دینے کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے اور اسلامی مآخذ میں اس کام کے لئے بہت زیادہ اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔

حضرت ابو معید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”موزان کی انتہائی آواز کو جو بھی سنتا ہے خواہ انسان ہو یا جن یا اور کوئی بھی چیز ہو تو وہ سب قیامت کے دن اس (کے ایمان) کی گواہی دیں گے۔“ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”اذان دینے والے کی بخشش اس کی آواز کی انتہاء کے مطابق کی جاتی ہے۔ ہر خشک و تر چیز اور نماز میں

آنے والے آدمی اس کے (ایمان کے) گواہ ہو جاتے ہیں پچھیں (۲۵) نمازوں کا ثواب (اس کے زائد اعمال میں) اس کے لئے لکھا جاتا ہے اور ایک سے دوسرا نماز کے درمیان اس سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے جاتے ہیں۔“ (احمد، ابو داؤد،نسائی، ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب موزان“ اللہ اکبر، اللہ اکبر“ کہے تو تم میں سے بھی ہر شخص ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ کہے، پھر جب موزان“ اشہدان لا الہ الا اللہ“ کہے تو تم میں سے بھی ہر شخص ”اشہدان لا الہ الا اللہ“ کہے، پھر جب موزان“ اشہدان محمد رسول اللہ“ کہے تو تم میں سے بھی ہر شخص ”اشہدان محمد رسول اللہ“ کہے، پھر جب موزان“ حی علی الصلوٰۃ“ کہے تو تم میں سے ہر شخص ”لا حول ولا قوٰة الا باللہ“ کہے، پھر جب موزان“ حی علی الفلاح“ کہے تو تم میں سے ہر شخص ”لا حول ولا قوٰة الا باللہ“ کہے، پھر جب موزان“ اللہ اکبر، اللہ اکبر“ کہے، پھر جب موزان“ لا الہ الا اللہ“ کہے، پس جس نے (اذان کے کلمات کے جواب میں یہ کلمات) صدقِ دل سے کہے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔“ (صحیح مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دعویٰ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب تم موزان کی آواز سن تو اس کے افاظ کو دھڑا دو اور پھر (اذان کے بعد) مجھ پر درود بھجو، کیوں کہ جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود بھجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلو میں دس مرتبہ اس پر رحمت نازل فرماتا ہے، پھر (مجھ پر درود بھج کر) میرے لئے (اللہ تعالیٰ کے وسلے سے) دعا کرو!“ ویلے، بنت کا ایک (اعلیٰ) درجہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا، اور مجھ کو آمید ہے کہ وہ خاص بندہ میں بھی ہوں گا، لہذا بھو شخص میرے لئے ویلے کی دعا کرے گا (قیامت کے دن) اس کی سفارش مجھ پر ضروری ہو جائے گی۔“ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”قیامت کے دن تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، ایک وہ غلام کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے بھی حقوق ادا کیے اور اپنے آقا کے بھی حقوق ادا کیے، اور دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو اور لوگ اس سے خوش ہوں اور تیسرا وہ شخص جو روزانہ پانچ نمازوں کے لئے اذان کہتا ہو۔“ (جامع ترمذی)

موزان جس طرح اذان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان کرتا ہے اور اس کی وحدانیت کا

ترانہ کاتا ہے، اسی طرح کا اس کو اجر بھی رب العزت محنت فرمائیں گے کہ قیامت کے دن یہ تمام پر بلند ہو گا۔ اس کو امتیازی شان حاصل ہوگی، اور وہ ساری کائنات جس نے اس کی آوازن لی ہے، اس کے حق میں گواہی دے گی۔ یہ وہ اجر ہے جو حدیثوں میں منکور ہے، احادیث میں بعض فضیلت پیش و قتنہ مزاوں کے لیے اذان دینے کے ساتھ خاص ہیں، اور بعض ایک معتمد وقت تک مستقل اذان دینے کے لیے، لیکن باقی دیگر احادیث مطلاقاً اذان دینے والے کی فضیلت میں وارد ہیں، جیسا کہ آپ نے اوپر اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائی ہے، لہذا اللہ کی رضا کے لیے جو اذانیں دی گئیں ہیں قیامت میں اس کا اجر اور اذان دینے والے سے متعلق جو فضیلیں وارد ہیں ان شاء اللہ اذان دینے والے کو وہ فضیلیں حاصل ہوں گی، البتہ جو فضیلت ایک خاص وقت (مثلاً سات سال) تک اذان دینے کی ہے از روئے حدیث وہ اسی مقروہ وقت تک اذان دینے کی صورت میں حاصل ہوگی، لہذا جب بھی موقع ملے یہ سعادت حاصل کرتے رہنا چاہیے۔

الغرض! اذان دینے کے فضائل و برکات اور ان پر گراں قدر اجر و ثواب کاملندا احادیث و روایات میں بکثرت وارد ہوا ہے، جن پر صحیح طرح سے عمل پیرا ہونا اور انہیں ٹھیک ٹھیک بجالانا انسان کی بخشش و مغفرت کے لئے کافی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جوان دھیروں میں جا کر مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، ان میں کلام پاک کی تلاوت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیحات کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کا منادی بن کر روزانہ صبح و شام پانچ مرتبہ نماز کی طرف اور کامیابی و کامرانی کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں۔

نماز کا بیان سبق نمبر 4:

اذان کے مسائل و احکام

عَنْ سَعْيٍ، مُؤَدِّنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِلَا لَا أَنْ يَجْعَلَ إِصْبَاعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: «إِنَّهُ أَرْفَعُ لِصَوْتِكَ». (رواہ ابن ماجہ)

سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو (مسجد قبا) میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کرنے ہوئے مودن تھے ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان دینے وقت وہ اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لیا کریں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ایسا کرنے سے تمہاری اور آواز بلند ہو جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ)

اذان وقت داخل ہونے کے بعد دی جاتے، اگر پہلے دے دی گئی تو وقت داخل ہونے کے بعد دوبارہ دی جائے۔ اذان کے صحیح ہونے کی شرائط:- 1- یہ کہ اذان دینے والا مسلمان ہو، مرد ہو اور صاحب عقل ہو۔ 2- اور دوسری شرط یہ ہے کہ اذان ترتیب کے ساتھ ہو۔ 3- پے در پے پڑھنے والا ہو۔ اسکے کلمات کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ 4- اذان، نماز کے وقت کے داخل ہونے کے وقت ہو۔ اذان کہنے والے کو مودن کہا جاتا ہے۔ جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور سارے کام بند کر دے۔ اذان کو غور سے سننے اور جواب دے۔ جو اذان کے وقت باقوان میں لاگا رہے اس پر معاذ اللہ غاثہ۔ برآ ہونے کا خوف ہے۔ اور قرآن شریف پڑھ رہا ہے تو تلاوت چھوڑ کر اذان کا جواب دے پھر اعود باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر دوبارہ تلاوت شروع کر دے بہر حال ہر اذان سننے والے پر جواب واجب ہے اگر کوئی مودن اذان کیسی تو اول ہی کا جواب دینا ضروری ہے اور اگر سننے والا مسجد میں ہو تو اس پر جواب دینا واجب نہیں متحب ہے۔ اگر زبان سے جواب دے اور بلا عندر مسجد میں نہ آئے تو جواب ادا نہ ہو گا بلکہ چاہتے کہ زبان سے جواب دے اور پاؤں سے چل کر مسجد میں حاضر ہو اس وقت جواب پورا ہو گا اذان اور اقامۃ کا جواب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح مودن یا مکبرہ کے تو اسی طرح سننے والے بھی ساتھ آہستہ آہستہ ہر ایک کلمہ کہتے جائیں۔ ہر مرد و عورت پاک ناپاک کے لیے متحب ہے، یہ حکم عام ہے اس میں مردوزن کی

کوئی تخصیص نہیں ہے عورت کے لیے ایام مخصوص میں بھی اذان کا جواب دینا جائز ہے۔ اور اذان سن کر جواب دینا اذان کا حق ہے، لہذا اذان سنتے وقت مؤذن جو کلمات ادا کرے گا اس کے سنتے پروتی کلمات دہراتے جائیں گے مگر حَقَّ عَلَى الصَّلُوةِ اور حَقَّ عَلَى الْفَلَاحِ سن کر جواب میں وَلَا حُوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ کہنا چاہئے۔

مفہمی عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: بحیثی علی الصّلٰۃ اور بحیثی علی الْفَلَاحِ کے جواب میں وَلَا حُوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہے اور باقی الفاظ کے جواب میں وہی الفاظ کہے جو مؤذن سے سنے، یہ احادیث سے ثابت ہے۔ البتہ الصّلٰۃ خَيْرٌ مِّن النُّؤُمِ کے جواب میں کوئی غاص کلمات کہنا شایستہ نہیں ہے۔ قُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ (اسی طرح کو جیسے مؤذن کہے) کا تقاضہ یہ ہے کہ جواب دینے والا بھی الصّلٰۃ خَيْرٌ مِّن النُّؤُمِ کہے اور اس سے اپنے نفس کو خطاب کرے اور حنفیہ شافعیہ کی کتابوں میں جو لیکھا ہے کہ اس کے جواب میں صَدَقَتْ وَبَرَزَتْ کہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔“

فرجی اذان میں الصلوٰۃ خَيْرٌ مِّن النُّؤُمِ کر صَدَقَتْ وَبَرَزَتْ وَبِالْحَقِّ نُطَفَّتْ کہے (ترجمہ) تو نے سچ کہا اور ہماری بھلائی کی بات کی۔ اور جب اقامت میں قُدْقاہمت الصّلٰۃ سے تو آقامتہ اللہ وَآدَمَہَا کہے یعنی خدا نمازو قائم و داعم رکھے۔ اقامت میں بھی اذان کی طرح حَقَّ عَلَى الصّلٰۃ اور حَقَّ عَلَى الْفَلَاحِ میں دائیں باعین منہ پھیرنا منسون ہے۔

اذان دینے کا منسون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن پاک حالت میں قبلہ روکھڑے ہو کر اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے اذان کہے۔ اذان میں چھرم تہہ اللہ اکبر ہے، ان سب میں را کو سارکن پڑھا جائے۔

مسئلہ نمبر (۱) جب اذان ختم ہو تو درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور پھر مندرجہ ذیل دعائے ویلے پڑھ دے۔ (مسلم ج ۱۶۶)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن کو سنتو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجنو جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسلے کا سوال کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک (ایسا بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ) مقام ہے جس پر بندگان الٰہی میں سے صرف ایک انسان ہی فائز ہو گا۔ اور امید ہے کہ یہ شرف مجھے حاصل ہو گا۔ جس شخص نے

میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وید کی دعاء کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ دعائے ویدیہ یہ ہے:

اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ اللَّآمَّةِ تَوَالَّدُ لَوِ الْقَائِمَةِ تَوَاتِرُهُ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةُ
وَالْفَضِيلَةُ وَابْعَثُهُ مَقَامًا فَكُوْدَا الَّذِي وَعَلَّتْهُ طَرَازَكَ لَا تُخْلِفُ الْبَيْعَادَ طَحَالَ حَصَنَ
حَصِينَ ص ۱۵)

ویدیہ کی تعریف خود بنی اسرائیل نے فرمادی ہے کہ وہ جنت کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے جو سب سے اوپنی اور سب سے بڑی ہے۔ اور فضیلت یا تو ویدیہ کے لیے بطور وضاحت آیا ہے یا اس سے مراد ہے وہ اونچا درجہ جو تمام مخلوقات میں سے صرف آپ ﷺ کے لیے حاصل ہو گا۔ اور اس دعائیں تیسری چیز کا بھی تذکرہ ہے اور وہ ہے آپ ﷺ کے لیے مقام محمود مانگتا اور اس سے مراد وہ مقام ہے جس کی عنقی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اور یہ مقام ہے مقام شفاعت اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے ان تمام لوگوں کے لیے شفاعت کریں گے جو شرک کے مرتبہ نہیں ہوئے ہوں گے۔

مسئلہ نمبر (۲) ڈاڑھی منڈوانے والے یا مٹھی سے کم کترانے والے کی اذان واقامت مکروہ ہے۔

(ہندی ص ۶۰ ج ۱) مسئلہ نمبر (۳) کلمات اذان کا درست ہونا ضروری ہے (شامی: ج: ص ۸۵)

مسئلہ نمبر (۴) اذان میں ہر دو کلمات کے درمیان اتنا وقفہ کر کے کہ سننے والا جواب دے سکے، جلدی جلدی کلمات کہنا مکروہ ہے (در المحتار: ج ۲۳۵: ص ۲۳۵) مسئلہ نمبر (۵) مثل اذان کے اقامات میں بھی دائیں باعینہ پھیر اجائے۔ (شامی: ج: ص ۲۵۵) مسئلہ نمبر (۶) سیمہدار نابالغ بچہ جو صحیح اذان کہہ سکتا ہو اسکی اذان بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ بالغ اذان دے (ہندی: ج: ص ۶۰)

مسئلہ نمبر (۷) پنج وقتی فرض نمازوں کے علاوہ اور کسی بھی نماز کیلئے اذان جائز نہیں (عامگیری ص ۶۰ ج ۱)

مسئلہ نمبر (۸) بغیر وضو کے اذان مکروہ ہے۔ (عامگیری: ج: ص ۶۰)

مسئلہ علماء کے صحیح قول کے مطابق عورت کے لئے اذان نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ و مسلم کے زمانہ اور حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ عنہم اجمعین کے عہد میں بھی کسی عورت نے اذان نہیں کی تھی۔

اذا ان واقامت ہر فرض نماز کے لیے سنت مولکہ ہے۔ سفر میں بھی باجماعت نماز کے لیے اذان اور اقامت منتخب ہے۔ دفن کرتے وقت، وفن کے بعد، قبر کے پاس اذا ان کہنا یا مسلسل بارش ہونے کے وقت اذا ان کہنا مکروہ ہے۔ نومولود پنج کو نہلانے کے بعد اپنے ہاتھ میں اٹھا کر قبلہ رخ ہو کر دائیں کان میں اذا ان اور بائیں کان میں اقامت کی جائے۔ ”جی علی اصولۃ پر اپنا پھرہ دائیں طرف اور ”جی علی الغلاح“ پر اپنا پھرہ بائیں طرف موڑ جائے۔ بعض اوقات کسی وجہ سے نومولود کو جلدی نہیں نہلاتے، اس کی وجہ سے اذا ان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، پچھے کو پہٹرے سے صاف کر کے اذا ان کی جا سکتی ہے۔ اگر غفلت بالاعلیٰ سے کچھ دن گزر گئے، تب بھی جب معلوم ہوا اذا ان کی جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: امام شامن اور ذمہ دار ہے اور موزن ایں ہے، اے اللہ اماموں کو ٹھیک چلنے کی توفیق دے اور موزنوں کی مغفرت فرم۔ (مندرجہ جامع ترمذی)

مطلوب یہ ہے کہ امام پر اپنی نماز کے علاوہ مقتدیوں کی نماز کی بھی ذمہ داری ہے اس لیے اس کو اپنے امکان کی حد تک ظاہر اور باطن اچھی سے اچھی نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور موزن پر لوگوں نے اذا ان کے بارے میں اعتماد کیا ہے، لہذا اس کو چاہیے کہ وہ اپنے ذاتی مصالح اور خواہشات کی روایت کے بغیر صحیح وقت پر اذا ان پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں موزن اور امام دونوں کی ذمہ داری بتلائی اور دونوں کے حق میں دعاۓ خیر فرمائی۔

اقامت (تکبیر) کے مسائل و احکام

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْخُوَيْرِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَا وَابْنُ عَمِّي لِي، فَقَالَ لَنَا: إِذَا سَافَرْتُمَا فَأَذْنَا وَأَقِمَا، وَلَبِيُّ مَكْمَأَةً كَبِيرَةً كُمَّا. (رواہ البخاری)

مالك بن الحويرثؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ایک چپاز ادھاری بھی ساتھ تھے، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سفر کرو تو نماز کے لیے اذان اور اقامت کھو اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے اور نماز پڑھائے۔ (صحیح البخاری)

صحیح البخاری میں دوسری ایک روایت میں ہے کہ یہ مالک بن الحويرث اپنے قبیلہ کے بعض اور آدمیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور دین سیکھنے اور حضور ﷺ کے فسیل صحبت سے مستفید ہونے کی نیت سے قربا میں دن قیام کیا تھا، اپنی اس روایت میں انہوں نے حضور ﷺ کے جس ارشاد کا ذکر کیا ہے وہ غالباً اس وقت کا ہے جب وطن واپس جانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو رخصت فرمایا تھا۔ اس میں آپ ﷺ نے ان کو دو پہاڑیں فرمائی تھیں ایک یہ سفر میں بھی نماز کے لیے اذان و اقامت کا اہتمام کیا جائے، اور دوسری یہ کہ جو بڑا ہو وہ امامت کرے، چونکہ دین اور علم دین کے لحاظ سے یہ اور ان کے ساتھی بظاہر برادر تھے، کبھی کو دوسرے کے مقابلے میں کوئی خاص فضیلت اور فوقيت حاصل نہیں تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ دو ایت فرمائی کہ تم میں عمر کے لحاظ سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے اور ایسی صورت میں یہی اصول اور مسئلہ ہے۔

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں حضرت بال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت کے کلمات کو دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے یعنی اذان کی طرح اقامت بھی دو دو کلمات میں، ایک حدیث مبارک میں صاف وضاحت ہے کہ اقامت کے کلمات سترہ ہیں۔

جماعت قائم ہونے سے پہلے ایک شخص مدحوم (آہتہ) آواز سے جلد اذان کے الفاظ پڑھتا ہے اور اسی کو اقامت اور تکبیر کہتے ہیں۔ اور تکبیر یعنی اقامت کہنے والے کو مخبر کہتے ہیں۔

اذان اور اقامت کہنے میں یہ فرق ملحوظ ہوتے ہیں: ★ اذان ٹھہر ٹھہر کر جبکہ اقامت جلدی جلدی

کہی جاتی ہے۔☆ اذان میں ہر جملہ الگ الگ جبکہ اقامت میں دو دو جملے ملا کر پڑھے جاتے ہیں اور ہر جملے کے آخری حرف کو سکون یعنی جرم کے ساتھ وقف کیے بغیر پڑھا جائے گا۔ اور اذان میں کافوں کے سوراخوں میں انگلیاں رکھتے ہیں اقامت میں نہیں، اذان بلند جگہ اور مسجد سے باہر کہی جاتی ہے۔ اقامت جماعت کی جگہ صفت کے اندر، نماز سے ملنی ہوتی، امام کے دائیں یا بائیں کہی جاتی ہے اقامت کے کلمات بعضیہ اذان کے کلمات کی طرح میں البتہ صرف "حَسْنَ عَلَى الْفَلَاحِ" کے بعد "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ" کا اضافہ کیا جاتا ہے جس مطلب یہ ہے کہ (نماز قائم ہو چکی نماز قائم ہو چکی)۔

اور تکمیر کہنے کا حق مودن یعنی جس نے اذان کہی اگر وہ موجود ہو تو تکمیر بھی اسی کا حق ہے ہاں اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے اور اگر وہ موجود نہیں تو جو چاہے، اقامت کہہ لے۔

زیاد بن حارث صدائی[ؓ] سے روایت ہے کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تم اذان پڑھو میں نے اذان پڑھی۔ اس کے بعد جب اقامت کہنے کا وقت آیا تو بلال نے ارادہ کیا کہ اقامت وہ کہیں تو حضور ﷺ نے (میرے متعلق) فرمایا کہ اس صدائی نے اذان پڑھی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو اذان پڑھے وہی اقامت کہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

اقامت کے شروع ہی سے امام اور مفتی یوں کو کھڑے ہو جانا چاہیے؛ تاکہ نماز شروع ہونے سے پہلے صفين سیدھی ہو جائیں، اگرچہ بعض روایات میں "حی علی الصلوٰۃ" کے وقت بھی کھڑا ہونے کا ذکر ملتا ہے، لیکن اول الذکر صورت زیادہ بہتر ہے،

عبدالرازاق نے ابن جریج سے، اور ابن حجر عسکری نے ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام مودن کے "الله اکبر" کہتے ہی نماز کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی پر پہنچنے سے پہلے ساری صفين درست ہو جایا کرتی تھیں۔ (فتح الباری ۱۵۸:۲)

اور علامہ سید احمد طحاوی رحمہ اللہ نے درجتار کے حاشیہ میں فرمایا: "ہمارے فہمے کے کرام نے یہ جو فرمایا ہے کہ امام اور لوگ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں، اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی پیٹھے نہ رہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے پہلے کھڑے نہ ہوں؛ لہذا اس سے پہلے کھڑے ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (حاشیہ درجتار: ۲۱۵ مطبوعہ مکتبہ اتحاد دیوبند)؛ بلکہ بہتر ہے، تاکہ پہلے سے لوگ نماز کے لیے تیار ہو جائیں اور صفين بھی درست ہو جائیں؛ کیوں کہ نماز میں صفين سیدھی رکھنا نہایت اہم؛ بلکہ سنت موکدہ ہے،

احادیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ (دیکھیے: مختصر شریف، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوں ۷۹-۹۹ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

اور امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: کتاب الصلاۃ میں فرمایا: میں نے حضرت امام ابو عذیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز کے لیے اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب مگرچی علی الفلاح کہتا ہے تو امام ابو عذیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لا حرج، کچھ حرج نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ ایک شخص شروع اقامت ہی سے کھڑا ہوتا ہے تو بھی یہی ارشاد فرمایا: لا حرج، کچھ حرج نہیں
اقامت کا جواب بھی اسی طرح ہے جیسے اذان کا، ہاں اس میں قدما م اصلوۃ کے جواب میں یہ کلمہ کہے: اقاما اللہ وادا محا اللہ اس کو قائم اور ہمیشہ رکھے۔

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی۔

احادیث مقدسہ کے ذخیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان کے اوقات میں دعا رد نہیں ہوتی، اذان کے فوراً بعد دعا کا اہتمام کر لیا کریں؛ یکوں کو محدثین نے لکھا ہے کہ اس وقت دعا کا رد نہ ہونا اس وقت کی عظمت و شرافت کی وجہ سے ہے اور اس وقت کی عظمت اور شرافت کی وجہ سے ہے۔ پس جس شخص کو (اس وقت) دعا کرنے کی توفیق نصیب ہوگئی تو درحقیقت اس کے ساتھ خسیر کا اور قبولیت کا ارادہ کیا گیا ہے۔ آذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنا اس لیے متحب ہے کیونکہ انسان جب تک نماز کا انتشار کرتا رہتا ہے تو وہ نماز ہی میں رہتا ہے اور نماز دعائی کی قبولیت کی جگہ ہے کیونکہ اس میں بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔ لہذا مسلمان کو چاہیے کہ اس وقت خوب دعا کریں۔

نماز کا بیان سبق نمبر 6:

نماز کی فضیلت و اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَكْبَرَ مَا يُحَاسِبُ بِهِ الْعَبْدُ بِضَلَالِهِ، فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِيرٌ. نَسَائِي، السَّنْنَ، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْمَحَاسِبَةِ عَلَى الصَّلَاةِ، 1: 232، رقم: 465

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہو گا۔ اگر نماز شرعاً، آرکان اور وقت کے مطابق ادا کی گئی ہوئی تو وہ شخص نجات اور چینکارا پائے گا اور مقصود حاصل کرے گا۔“

ایک حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ^{رض} سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارے میں گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو ہند نماز اہتمام سے ادا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے نور ہوگی، (جس سے قیامت کی اندھیسیریوں میں اس کو روشنی ملے گی اور اس کے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے اس کی وفاداری اور اطاعت شعاری کی نشانی) اور دلیل ہوگی، اور اس کے لیے نجات کا ذریعہ بنے گی، اور جس شخص نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا (اور اس سے غفلت اور بے پرواںی برقراری) تو وہ اس کے واسطے نذور بنے گی، زبرہان اور نہ ذریعہ نجات، اور وہ بد بخت قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور مشرکین مکہ کے سراغنہ (ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔ (مند احمد، مندد ارمی، شعب الایمان للیہیقی)

مطلوب یہ ہے کہ نماز سے لاپرواہی وہ جرم عظیم ہے جو آدمی کو اس جہنم میں پہنچائے گا جہاں فرعون و ہامان اور قارون اور ابی بن خلف جیسے خدا کے باغی ڈالے جائیں گے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جہنم میں جبانے والے سب لوگوں کا عذاب ایک ہی درجہ کا ہے ہو گا، ایک قید خانہ میں بہت سے قیدی ہوتے ہیں اور اپنے اپنے جرائم کے مطابق ان کی سزا میں مختلف ہوتی ہیں۔

اسلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہو گا کہ پورا اسلام دو حصوں پر مشتمل ہے؛ ایک دل و دماغ سے

یقین کرنے اور سچ جانے والا حصہ، جس کو عقیدہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور جو دوسرے حصے کی قبولیت کی بنیاد ہے۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جو جو ارجح یعنی ہاتھ اور پاؤں سے انعام دیا جائے، یعنی وہ عمل جو پہلے حصے کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ تو اس دوسرے حصے کے تمام مشمولات (یعنی اعمال صالحہ) میں سب سے پہلا مقام اور درج نماز کا ہے۔

ہر قوم کا اپنا اپنا ایک امتیازی نشان ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا امتیازی نشان دن اور رات میں پانچ دفعہ اپنے پروار دگار کے سامنے باوضوع ہو کر کھڑے ہونا اور اپنے بھنگا ہوں کی معافی مانگنا اور اپنے رب سے اس کی رحمت طلب کرنا ہے مسلمانوں کے لیے یہ پانچ نمازیں اتنی ضروری ہیں کہ ان میں بھی ایک جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”من ترک الصلاۃ متعدرا فقرفَر“

نماز انتہائی اہم ترین فریضہ اور سلام کا دوسرا رکن عظیم ہے جو کہ بہت زیادہ اہمیت کا شامل ہے۔ نماز ادا کرنے کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً سات و سو مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے۔ اس کے علاوہ کثیر احادیث مبارکہ میں فضیلت نماز بیان کی گئی ہے اور نماز ادا نہ کرنے پر وعید آتی ہے۔ نیز نماز کی جملہ تفصیلات بھی یہیں احادیث میں ہیں۔ اسی سے ایک مومن اور کافر میں تمیز ہوتی ہے۔ بنے نمازی کافر اور دائرۃ الاسلام سے خارج ہے۔ قیامت کے دن اعمال میں سب سے پہلے نمازی سے متعلق سوال ہوا۔ فرد و معاشرہ کی اصلاح کے لیے نماز از حد ضروری ہے۔ نماز فاحش و منکرات سے انسان کو روکتی ہے۔ بچوں کی صحیح تربیت اسی وقت ممکن ہے جب ان کو پہنچنے ہی سے نماز کا پابند بنا�ا جائے۔ قرآن و حدیث میں نمازوں کو بروقت اور پا جماعت ادا کرنے کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے۔ اور نماز کی عدم ادائیگی پر وعید کی گئی ہے۔ نماز کی ادائیگی اور اس کی اہمیت اور فضیلت اس قدر اہم ہے کہ سفر و حضر اور میدانِ جنگ اور بیماری میں بھی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ نماز کی ادائیگی کا طریقہ جانا ہر مسلمان مرد و زن کے لیے از حد ضروری ہے کیونکہ اللہ عز وجل کے ہاں وہی نماز قابل قبول ہو گئی جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ادا کی جائے گئی۔ اور ہمارے لیے بنی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی اسوہ حسنہ ہے۔ انہیں کے طریقے کے مطابق نماز ادا کی جائے گئی تو اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوک ماراً یعنی اصلی لہذا ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کے طریقے نمازوں کو جانا بہت

ضروری ہے۔ نماز کی صحت کے لیے تعمیل ارکان کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے ایسی نماز جس میں خوش و خصوص نہ ہو اور تعمیل ارکان کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو وہ نماز باطل قرار پاتی ہے۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہو گا۔ اگر نماز شرعاً نظر، ارکان اور وقت کے مطابق ادا کی گئی ہوئی تو وہ شخص نجات اور چھٹکارا پاے گا اور مقصود حاصل کرے گا۔“

نماز کیسے بے بہا خصوصیات اور تاثیرات میں چند یہ ہیں، اول یہ کہ وہ اہل ایمان کی معراج ہے اور آخرت میں تجلیات الہی کے جو نظارے اہل ایمان کو نصیب ہونے والے ہیں، ان کی استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کا وہ خاص ذریعہ ہے۔ دوم یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت و محبت کے حصول کا وسیلہ ہے۔ سوم یہ کہ نماز کی حقیقت جب کسی بندہ کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی روح پر نماز کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ نور الہی کی موجود میں ڈوب کر گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے (جیسے کہ کوئی میلی چکیلی چیز دریا کی موجود میں پڑ کر پاک صاف ہو جاتی ہے یا جیسے لہا آگ کی بھٹی میں رکھ کر صاف کیا جاتا ہے۔ چہارم یہ کہ نماز جب حضور قلب اور صادق نیت کے ساتھ پڑھی جائے تو غفلت اور برے خیالات ووساوں کے ازالہ کی وہ بہترین اور بے مثل دو اہے۔ پنجم یہ کہ نماز کو جب پوری امت مسلمہ کے لیے ایک معروف و مقرر رسم اور عمومی وظیفہ بنادیا گیا تو اس کی وجہ سے کفر و شرک اور فتن و ضلال کی بہت سی تباہ کن رسم سے حفاظت کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کا وہ ایک ایسا امتیازی شعار اور دینی نشان بن گیا جس سے کافر اور مسلم کو پہچانا جاسکتا ہے۔ ششم یہ کہ طبیعت کو عقل کی رہنمائی کا پابند اور اس کا باائع فرمان بنانے کی مشق کا بہترین ذریعہ یہی نماز کا نظام ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کاف مسلہ ہے۔ (صحیح مسلم) اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ تمام اعمال میں نماز ایک ایسا عمل ہے، جس کا ترک کفر کو لازم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اکابر صحابہؓ کے نزدیک یہ بھی نمازی کافر ہے۔ اس کا دین سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ جاتا۔ ان صحابہؓ کرام (رضوان اللہ علیہم) کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس آدمی کا اسلام میں کچھ بھی حصہ نہیں، جس

کے پاس نماز نہیں۔ اسی طرح انہی کا ایک قول ہے: «لَا إِيمَان لِمَنْ لَا صَلَاةَ لَهُ» اس کے پاس ایمان ہی نہیں، جس کے پاس نماز نہیں۔

سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو نماز نہیں پڑھتا، اس کے پاس دین ہی نہیں۔

صحابہ کرام قرآن و سنت کے اوّلین اور بزرگان رسالت مآب دین کے معترض شارحین میں ہم صحیح ترین کے نماز کی بابت ارشاد باری تعالیٰ اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح ہی میں صحابہ نے ترک نماز پر منکورہ حکم لگایا ہے تو اس عاجز کے نزدیک اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام دین کے دوسرا سے ارکان و اعمال مثلًا روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور اسی طرح اخلاق و معاملات وغیرہ ابواب کے احکام میں کوتاہی کرنے کو تو بس گناہ اور معصیت صحیح تھے لیکن نماز چونکہ ایمان کی نشانی اور اس کا عملی ثبوت ہے اور ملت اسلامیہ کا غاصٰ شعار ہے، اس لیے اس کے ترک کو وہ دین اسلام بے تعلقی اور اسلامی ملت سے خروج کی علامت صحیح تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نماز دین اسلام کا ایسا شعار ہے اور حقیقت ایمان سے اس کا ایسا گھبرا تعلق ہے کہ اس کو چھوڑ دینے کے بعد آدمی گویا کفر کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے۔



نماز کا بیان سبق نمبر 7:

نماز کی فرضیت

فَقَالَ عَبْدَةُ بْنُ الصَّابِيْتِ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: تَحْمِسُ صَلَوَاتِ افْتَرَضْهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى، مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ وَصَلَادُهُنَّ لَوْفَتْهُنَّ وَأَتَمَ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ۔ (أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، رقم: 425)

سیدنا حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سن ہے: اللہ تعالیٰ نے پانچ نماز فرض کی ہیں، جو شخص ان کے لیے اچھی طرح وضو کرے گا، اور انہیں ان کے وقت پر ادا کرے گا، ان کے روک و بجود کو پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ اسے بخش دے گا، اور جو ایسا نہیں کرے گا تو اللہ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں چاہے تو اس کو بخش دے، چاہے تو عذاب دے۔

نماز کی فرضیت سے متعلق بہت سی احادیث آتی ہیں جنکی کہ دین اسلام میں نماز کی فرضیت بدینی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا منکر مرتد ہے جسے توپہ کا موقع دیا جائے گا، اگر وہ توپہ کر لے تو تھیک ورنہ اس کو قتل کرنے پر امت مسلمہ کے علماء کا اتفاق ہے۔ لیکن یہاں پر یہ بات ذہن نشین فرمائیں کہ بے نمازی کو سزا دینا ہر آدمی کے اختیار میں نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اٹھ کر مرتک قتل کردے بلکہ یہ کام حکومت وقت کا ہے۔

نماز کو عربی زبان میں "صلوٰۃ" کہتے ہیں جس کا لغوی معنی "دعا" ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نماز کا شرعی اور اصطلاحی معنی: وہ مخصوص اقوال و افعال ہیں جن کی ابتداء اللہ اکبر سے اور انتہاء اسلام پھیرنے سے ہوتی ہے۔ "چونکہ نمازی نماز میں عبادت، شناور طلب و درخواست کی شکل میں اللہ کے حضور دعائیں مشغول رہتا ہے، اس لیے نماز کو عربی زبان میں "صلوٰۃ" کہا جاتا ہے۔

اسلامی نظام عبادات میں نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم

میں 92 مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے۔ اور متعدد مقامات پر صیغہ امر کے ساتھ (صریحًا) نماز کا حکم وارد ہوا ہے۔ نماز کی اہمیت اور تاکید سب سے زیادہ ہے۔ نماز عبادت کی کامل اور جمین صورتوں کا مجموعہ ہے۔ نماز عبادت کی بہت سی اقسام پر مشتمل ہے، جیسے ذکر الہی، تلاوت قرآن، قیام، رکوع، سجدہ، دعا، تسبیح اور تکبیر وغیرہ۔ نماز بدنی عبادات کی چوٹی ہے۔ اللہ کے رسولوں میں سے کسی کی شریعت نماز سے خالی نہ تھی۔ جملہ احکام شرعیہ میں نماز کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ختم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت فرض کی جب آپ مراجع کی رات آسمان پر لگئے تھے۔ نماز دین اسلام کے بنیادی اركان میں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ اس کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ یہ شب مراجع کے موقع پر فرض کی گئی۔ قرآن و سنت اور اجماع کی رو سے اس کی ادائیگی کے پانچ اوقات ہیں۔

کتب احادیث میں پانچ نمازوں کی ادائیگی کے اوقات مقرر ہیں۔ ان اوقات سے پہلے نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ چونکہ اکثر لوگوں کو نماز کا وقت ہو جانے کا علم نہیں ہوتا یا کسی کام میں اس قدر مشغول ہوتے ہیں کہ نماز کی طرف ان کی توجہ نہیں رہتی۔ ان وجوہات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اذان کو مشرع فرمایا ہے۔ تاکہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے اس باقی میں آپ اذان کے فضائل و احکام میں سن چکے ہیں۔

بھرت سے پہلے مراجع کی رات (ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد و عورت پر دن رات میں) پانچ نماز میں فرض ہیں۔ لڑکے اور لڑکی کا بالغ ہونا علامات سے بھی ہو سکتا ہے، (مثلاً: لڑکے کو احتلام ہو جاتے، یا لڑکی کو حیض آجائے، وغیرہ)، اگر پندرہ سال سے پہلے بالغ ہونے کی علامتیں ظاہر ہو جائیں تو ان پر بالغون کے احکام جاری ہوں گے، اور اگر کوئی علامت ظاہر ہو تو پندرہ برس کی عمر پورا ہونے پر ان کو بالغ شمار کیا جائے گا اور ان پر نماز، روزہ وغیرہ فرائض لازم ہو جائیں گے۔ اگر کسی نے بالغ ہونے کے بعد بھی نماز، روزہ میں کوتاہی کی، اب وہ تو بکر کے نماز، روزہ قضا کرنا چاہتا ہے، اور اسے یہ یاد نہیں کہ وہ کب بالغ ہوا تھا؟ تو لڑکے کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ تیر ہو میں سال کے شروع ہونے سے نماز، روزہ قضا کرے، یعنکہ بارہ سال کا لڑکا بالغ ہو سکتا ہے، اور لڑکی کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ نو برس پورے ہونے اور دسویں سال کے شروع ہونے سے نماز، روزہ قضا کرے، یعنکہ نو برس کی لڑکی بالغ ہو سکتی ہے۔ والدینکے لیے ضروری ہے

کہ جب بچپن سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز کی تلقین کرے باوجود یہ کہ اس پر نماز فرض نہیں لیکن سرپرست اس کا اہتمام ضرور کرے، اسے نماز کا عادی بنائے، اس سے بچے اور اس کے سرپرست دونوں کو اجر و ثواب ملے گا۔ والدین، سرپرست اور ولی کو چاہیے کہ بچے کو نماز اور طہارت کے مسائل کی تعلیم دے۔ اگر بچے کی عمر دس برس کی ہو جائے اور وہ نماز میں سستی کرے تو سرپرست اسے مار کر نماز پڑھائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”تمہارے بچے سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کی تلقین کرو۔ جب دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارو۔ اور ان کے بستر الگ الگ کرو۔“

جس شخص نے نماز کی فرضیت و اہمیت کا انکار کیے بغیر شخص سستی اور کوتاہی سے نماز چھوڑ دی تو اس نے (امل علم کی صحیح رائے کے مطابق) ان کا ارتکاب کیا۔ اس بارے میں ایک دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی اور اس کے نفر کے درمیان فرق، نماز کا چھوڑنا ہے۔ اس حدیث کا مطلب ہے کہ جو نماز چھوڑ نے کو حلال سمجھے وہ کافر ہے، البتہ جو اس کو حلال نہ سمجھے، بلکہ اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے نماز کو ادا نہ کر سکے تو وہ اس حکم میں داخل نہ ہوگا، وہ فاسق ہے۔“

اس طرح کے قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کی روشنی میں تارک صلاۃ کو کافر قرار دیا جاتا ہے، اگر دیکھا جائے تو قصد نماز چھوڑنے والے کے نفر کے قاتلین کے دلائل کافی مضبوط ہیں لیکن اس کے باوجود ایک جماعت تارک نماز کے نفر کی قاتل نہیں ہے، ان کا کہنا ہے کہ جان بو جھ کر قصد نمازو چھوڑنا گناہ کبیرہ یعنی بڑا اگناہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتب فاسق ہوتا ہے، کافر نہیں ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کو تهدیداً یعنی دمکی کے طور پر کافر فرمایا ہے، تاکہ وہ اس کے ترک کرنے سے بچ سکے۔ اور صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتب کافر نہیں ہوتا کہ وہ دائرہ اسلام سے بدل جائے، بلکہ اس گناہ کی وجہ سے فاسق ہو جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتب فاسق تو ہے، لیکن کافر نہیں۔ تاہم اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا ہی انکار کر دے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کا نکاح بھی ختم ہو جائے گا، اس پر سچی توبہ کے ساتھ تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہوگا۔ اور جن احادیث میں یہ آیا ہے کہ ”بندہ اور کافر کے درمیان فرق صرف نماز چھوڑنا ہے۔“

جو شخص نماز کا تارک ہو، اس کے اس عمل کی عام تشهیید کرنی چاہیے حتیٰ کہ اس روائی سے شرمندہ ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ اگر وہ نماز ادا نہ کرے تو اسے سلام نہ کہا جائے، اس کی دعوت قبول نہ کی جائے، حتیٰ

کے تو بہ کرے اور نماز قائم کرے۔ یہو نکل نماز دین کا ستون ہے اور یہی عمل مسلمان اور کافر کے درمیان فرق و امتیاز کرنے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص جب تک نماز ضائع کرتا رہے گا، اس کا کوئی عمل بھی نفع مند اور مفید نہ ہو گا۔ **ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔**

بعض نادان لوگ علاج کی خاطر جب ہپتال میں بیٹھ پڑھوتے ہیں اور دعوے کرنے کے لیے بچے اتنے بھیں سکتے یا ناپاک کپڑے تبدیل نہیں کر سکتے یا ان کے پاس قیم کے لیے مٹی موجود نہیں ہوتی یا انھیں پانی یا مٹی مہیا کرنے والا کوئی ساتھی نہیں ہوتا تو اس حالت میں نمازوں کو موخر کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارا عذر ختم ہو جائے گا تو تب نمازوں کا کلیں گے۔ اس طرح بسا اوقات وہ کبھی ایک نماز میں چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی اور خطأ ہے اور نماز کا ضائع کرنا ہے، جس کا سبب لا عسلی اور مسائل دریافت نہ کرنا ہے۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ ہر حال میں وقت پر نمازوں کا کرے اور وہ اسے کفایت کر جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) اگر کسی کو ناپاکی کے تسلیں کا عار غملاحت ہے خواہ وہ کبھی بھی صورت میں ہے تو آپ ہر نماز کے لیے نیا دعوے کرنے کے نمازوں کا کیا کریں۔ اگر وہ ممکن نہیں ہے تو قیم کر کے نمازوں کا کر سکتے ہیں لیکن نمازوں کی صورت معاف نہیں ہے، جیسا کہ سخت وعیدات آپ نے اوپر ملاحظہ کی ہیں، اس لیے کسی صورت بھی نماز سے کنارہ کشی اختیار نہ کریں یہو نکلہ شیطان کا بیوی مشن ہے کہ انسان کو اس طرح کے وساوس میں بتلا کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دور رکھا جائے۔ اب آپ کی مرغی ہے کہ آپ نے شیطان کی بات مانتی ہے یا جنم کی بات مان کر اپنی نجات کا سامان کرنا ہے؟ اگر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر عبادت کرو گے تو یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے فواز سے اور قول و عمل میں اخلاص نصیب فرمائے۔

نماز کی چھ (6) بروں شرائط

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذَمَّةُ اللَّهِ وَذَمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللَّهَ فِي ذَمَّتِهِ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبل کی طرف منہ کیا اور
ہمارے ذیجہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اس
کی دی ہوئی پناہ میں خیانت نہ کرو۔

شرط کا الغوی معنی "علامت" ہے اور اصطلاحاً شرط وہ ہے جس کے نہ ہونے سے کسی چیز کا نہ ہو نالازم
آئے شرائط نماز سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کا حصول ممکن ہو تو ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی، بلکہ ان میں سے
ایک بھی متفقہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہوتی۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور نماز ادا کرنا فرض ہے اسی طرح ہر نمازی پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ نماز
کی ادائیگی کے دوران قرآن و سنت کے احکام کی پابندی کرے۔ لہذا ضروری ہے تمام نمازی نماز کے
متعلق قرآن و سنت کی چند اہم ترین شرائط پوری کریں، جو مختصر آیہ ہیں: نماز پڑھنے سے پہلے چیزوں کی
ضرورت ہے ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور ان چیزوں کو شرائط نماز یا بیرونی فرائض بھی کہتے ہیں۔ 1۔
بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا۔ 2۔ جگہ کا پاک ہونا۔ 3۔ ستر کا چھپنا۔ 4۔ نمازوں کا وقت ہونا۔ 5۔ قبل کی
طرف منہ کرنا۔ 6۔ نیت کرنا۔

1۔ بدن کا پاک ہونا: نماز کی سب سے پہلی شرط بدн کے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بدن پر
کسی قسم کی نجاست (نایا کی) نہ ہو۔ نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی، دوسرا حکمی۔ حقیقی سے مراد وہ ظاہری
نجاست ہے جو دیکھنے میں آسکے جیسے پیشہ، پاغانہ، خون، شراب۔ حکمی سے مراد وہ نجاست ہے جو شریعت
کے حکم سے ثابت ہو اور دیکھنی نہ جاسکے جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہو جانا۔ نماز کے لیے دونوں قسموں
کی نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے۔ نجاست حکمیہ کی پھر دو قسمیں ہیں: ایک حداثت اصغر یعنی چھوٹی
نجاست، دوسرا حداثت اکبر یعنی بڑی نجاست۔ چھوٹی نجاست حکمیہ سے بدن وضو کرنے سے پاک

ہوتا ہے، اور بڑی نجاستِ حکمیہ سے غسل کرنے سے پاک ہوتا ہے۔ اور کپڑوں سے مراد وہ کپڑے جو نمازی کے بدن پر ہوں جیسے گرتا، پا جامہ، ٹوپی عمامہ وغیرہ ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی ان میں کسی پرنجاستِ غلیظہ کا ایک درہم سے زیادہ نہ ہونا، نجاست خفیہ کا چوتھائی کپڑے تک نہ پہنچنا نماز کے درست ہونے کے لیے شرط ہے۔ اگر نجاستِ غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم اور نجاست خفیہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز ہو جائے گی۔

2- نماز کی دوسری شرط جگہ کا پاک ہونا: نماز صحیح ہونے کے لئے جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، نماز میں جگہ کے پاک ہونے سے مراد وہ جگہ ہے جہاں نمازی اپنے اعضاء رکھتا ہے، یعنی کم از کم دونوں قد، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور بیٹھانی کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے جہاں نمازی کے دونوں پاؤں رہتے ہوں، اور سجدے کی حالت میں جہاں دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، بیٹھانی اور ناک رکھی جاتی ہو۔

3- نماز کی تیسرا شرط "ستر" ہے یعنی جسم کے مخصوص حصے لباس سے ڈھکے ہوئے ہوں۔ یعنی اصطلاح میں اسے "ستر عورت" کہا جاتا ہے۔ مرد کو ناف سے گھٹنے تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے۔ نماز میں بھی فرض ہے اور نماز کے علاوہ بھی فرض ہے، اور عورت کو دونوں ہاتھیلوں اور دونوں پاؤں اور منہ کے واتام بدن ڈھانکنا فرض ہے لیکن عورت کو نماز میں منہ چھپانا فرض نہیں۔ بلکہ غیر مردوں کے سامنے کھلے منہ آنا ناجائز ہے۔ اگر کسی کے پاس کپڑا بالکل نہ ہو تو کسی پیزیر سے بدن کو ڈھانکنے کے مثلاً ثابت، درختوں کے پیٹے وغیرہ۔ اور جب کچھ بھی نہ ملے تو نیا بیٹھ کر نماز پڑھے اور کوئی سجدہ اشارہ سے کرے۔ کتب فتنہ میں مرد اور عورت کے جسم کا ڈھانپنا از روئے شرع فرض قرار دیا گیا ہے اگر ست پوری طرح ملحوظ نہ رکھا جائے تو نماز نہیں ہوئی۔

4- پابندی وقت: نماز کی چوتھی شرط: اللہ تعالیٰ نے بعض عبادتوں کو اپنے وقت پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ علم تو قیت کے جاننے والے علماء نے سورج کے تحت یعنی شمسی نظام کے مطابق کلینڈ رائیجاد کئے جس سے ہم با آسانی نماز کے اوقات معلوم کر سکتے ہیں۔ "نماز مقررہ اوقات کے اندر ادا کرنا" ہے نماز کے لیے جو وقت شریعت نے مقرر کیا ہے اس وقت میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اس وقت سے پہلے اگر پڑھی جائے گی تو نماز نہ ہوگی، اور اس کے بعد پڑھنے سے ادا نہ ہوگی بلکہ قضاہ ہوگی۔ نماز ادا کرنے کی دو حدود یہیں، ایک وقت شروع ہونے کی ابتدائی حد اور دوسری ختم ہونے کی آخری حد اگر ان دو حدود کے اندر نماز

ادا کی جائے تو وہ ادا ہو جائے گی ورنہ نہیں مثلاً نماز فجر کو صحیح صادق سے لے کر طلوع شمس سے پہلے تک کی حدود میں ادا کرنا ہے، ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اگر آپ نے اس سے قبل نماز ادا کر لی تو وہ ظہر کی نماز تصور نہیں ہو گی۔ اسی طرح نماز ظہر کی آخری حداس وقت تک ہے جب تک ہر چیز کا سایہ اس چیز سے دو گناہ ہو جائے۔ اس کے بعد چونکہ نماز عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اس لیے اس کے بعد ظہر کی نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ نماز عصر کی آخری حدود بآفتاب سے قبل ہے۔ اسی طرح نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر شفق (یعنی مغرب کی طرف سے آسمان کی سرخی اور سفیدی) کے غائب ہونے تک ہے، جس کے گز رجانے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے جو صحیح صادق ہونے سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز بخیگانہ کے اوقات کی مقررہ حدود کی پابندی ہر مسلمان پر فرض کردی گئی ہے۔ نماز کے اوقات اس سے پہلے اس باقی میں بیان ہو چکے ہیں۔

5- استقبالِ قبیلہ: پانچویں شرط: ہر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں بھی ہو نماز کے لئے اپنی چہرہ قبیلے کی طرف کرے۔ یعنی نماز میں داخل ہونے سے پہلے اپنے آپ کو ”قدیرخ“ کھڑا کرنا ہے۔ حالت نماز میں کھڑے ہونے سے پہلے چہرے اور پورے جسم کا قبلہ رخ کر لینا ضروری ہے تاہم حالت سفر میں اگر سمت قبلہ کا تعین کرنا ممکن نہ ہو تو انسان کو مجبوری کی بنا پر اس پابندی سے مستثنی قرار دیا گیا ہے چنانچہ اس صورت میں کسی بھی سمت جس کی طرف اس کا گمان غالب ہو کر اس سمت قبلہ ہو گا تو اس سمت کی طرف رخ کر کے کھڑا ہونے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

6- نیت: نماز کی چھٹی شرط: ”نماز کی نیت“ ہے ہر کام کا درود مدار نیت پر ہے بغیر نیت کے کوئی کام بھی درست نہیں۔ نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ نماز کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ جو نماز پڑھنا چاہے مثلاً ظہر کی نماز پڑھنی ہے تو یہ ارادہ کرے کہ آج کی ظہر کی نماز پڑھتا ہوں۔ اگر قصانماز ہو تو یہ ارادہ کرے کہ فلاں دن کی ظہر کی قصانماز پڑھتا ہوں۔ اگر امام کے پیچے ہو تو اس کی بھی نیت کرے زبان سے نیت کے الگاظ کا کہنا ضروری نہیں ہے۔ نفل بہت کے لیے اتنی نیت کافی ہے کہ نفل نماز پڑھتا ہوں۔ اس کو الگاظ میں بیان کرنا لازم نہیں ہو گا کہ نیت بہر حال دل کی کیفیت کا نام ہے۔ ہال زبان سے کہ لینا متحب اور بہتر ہے۔ نماز کے ان چھٹا ظاہری شرائط کی پابندی کیسے بغیر شرعی اعتبار سے نماز نہیں ہوتی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے نوازے اور قول و عمل میں اخلاص نصیب فرمائے۔

نماز کی اندر و فی شرائط (حصہ اول)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ أَلْظَهُورُ وَتَخْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَخْلِيلُهَا التَّسْلِيْمُ۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، برمندی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نماز کی چابی طہارت ہے، اور اس کی تحریم تکمیر ہے، اور اس سے باہر نکلا سلام سے ہے۔

نماز کی قبولیت کے لیے جہاں اس کے ارکان و شرائط کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اسے ہو یہ حضور نبی کریم ﷺ کے بیان کیے گئے طریقے کے مطابق ادا کیا جائے ارکان نمازو کو انتہائی اطمینان اور خصوع و خشوع کو مد نظر رکھتے ہوئے ادا کرنا چاہتے۔ نماز کے فرائض میں علماء سے امت نے بہت سی چیزیں شمار کی ہیں مگر ہم چھ فرضوں کو (جونماز کے اندر و فی فرائض مشہور ہیں) مختصر طور سے بیان کرتے ہیں۔

نیت باندھتے وقت اللہ آنکھ بڑے یعنی خدا کا نام لے کر نماز شروع کرنے کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ اس تکمیر کے کہنے سے نماز شروع ہو جاتی ہے اور جو چیزیں نماز کے خلاف ہیں وہ تمام حرام ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اسکو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ تکبیر تحریمہ سیدھے کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے، اگر کوئی بلاعذر جھک کر یا رکوع میں شامل ہو کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو نماز نہ ہوگی۔ تکبیر تحریمہ کا ظاہری طریقہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے: حضرت مالک بن حويرث سے مردی ہے کہ ”انہوں نے (بوقت تکبیر تحریمہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافنوں کی لوٹک ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔“ عورت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے عبد اللہ بن زیتون بیان کرتے ہیں: ”میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو نماز شروع کرتے وقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے ہوئے دیکھا۔“

حضرت وائل بن جحص سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھ کافنوں تک اٹھاو اور عورت اپنے ہاتھ سینے تک اٹھائے۔“

نماز شروع کرتے وقت جو اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی جاتی ہے وہ تکبیر تحریمہ ہے، اور وہ فرض ہے، اس کے علاوہ ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتے ہوئے جو تکمیر کی جاتی ہیں، وہ تکمیرات انتقالیہ ہیں اور وہ مسنون

تکبیر تحریمہ صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں:

1۔ مثلاً تکبیر تحریمہ کائنات کے ساتھ ملا ہوا ہونا، یعنی نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان ایسی کوئی چیز فاصل اور حائل نہ ہو جو نماز کے منانی ہو، مثلاً نیت کے بعد کسی سے بات چیت کی، یا کھانا وغیرہ کھایا اور اس کے بعد تکبیر تحریمہ کی تو یہ درست نہیں ہے۔ 2۔ جن نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے ان کی تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کھنا ضروری ہے، بلیٹھ کر پارکوں کی حالت میں یا رکوں کے قریب بھک کر تکبیر تحریمہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ اس سے نماز نہیں ہوگی۔ 3۔ تکبیر تحریمہ نیت سے پہلے نہ ہو، اگر تکبیر تحریمہ پہلے کی اور نیت اس کے بعد کی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ 4۔ تکبیر تحریمہ اتنی آواز سے کھنا ضروری ہے کہ اس کی آواز خود سن سکے، بشرط یہ کہ بہرا نہ ہو۔ البتہ گونگے کو تکبیر تحریمہ کے لیے زبان بلا نا ضروری نہیں ہے۔ 5۔ ”اللہ اکبر“ کے ہمزہ یا با کو لمبا نہ کرے، اگر لفظ ”اللہ یا لفظ“ ”اکبر“ کے شروع میں ہمزہ کو لمبا کیا جائے اور ”اللہ“ یا ”اکبر“ پڑھا جائے، یا ”اللہ اکبار“ پڑھا جائے تو اس کی تکبیر تحریمہ اور نماز درست نہیں ہوگی۔ 6۔ ”اللہ اکبر“ کے لفظ ”اللہ“ میں لام کے بعد الف کہنا، اگر کوئی شخص لام کے بعد الف نہیں کہے گا تو اس کی تکبیر تحریمہ صحیح نہیں ہوگی۔ 7۔ بسم اللہ وغیرہ سے تکبیر تحریمہ ادا نہ کرنا، اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ کی جگہ پر بسم اللہ الرحمن الرحيم وغیرہ کے کا تو اس کی تکبیر تحریمہ صحیح نہیں ہوگی۔

2۔ قیام یعنی کھڑا ہونا: جس شخص کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہے اس کے لیے کھڑا ہونا فرض ہے۔ واضح رہے از روئے شرع بلیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت اس شخص کو ہے جو بیماری کی وجہ سے کھڑے ہونے پر قادر نہیں، یا کھڑے ہونے پر قادر ہے لیکن زمین پر سجدہ کرنے پر قادر نہیں ہے، یا قیام و سجود کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں بیماری میں اضافہ یا شفا ہونے میں تاخیر یا ناقابل برداشت درد کا غالب گمان ہو۔ اسی طرح جو شخص فرض نماز میں ممکن قیام پر تو قادر نہیں، لیکن کچھ دریکھڑا ہو سکتا ہے اور سجدہ بھی زمین پر کر سکتا ہے تو ایسے شخص کے لیے اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے، اگرچہ کسی پیش کا سہارا لے کر کھڑا ہونا پڑے، اس کے بعد وہ بقیہ نماز زمین پر بلیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر نماز کے دوران انھنے بلیٹھنے میں وقت ہو رہی ہو، لیکن تکلیف قابل برداشت ہو تو نماز قیام کے ساتھ کھڑے ہو کر ہی پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ کسی قابل برداشت معمولی درد یا کسی موہوم تکلیف کی وجہ سے فرض نماز میں قیام کو ترک کر دینا اور بلیٹھ کر

نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور اگر نماز کے دوران انھنے بیٹھنے میں ناقابل برداشت درد ہو تو پھر باقی نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ ہاں جو کسی غدر کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکتا ہواں کے لیے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ فرض اور واجب نماز میں اتنا قائم فرض ہے کہ جس میں فرض قراءت پڑھی جاسکے نفل نماز میں قیام فرض نہیں ہے بلکہ بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن آدھا ثواب ملتا ہے۔

3 قراءت: نماز میں کم از کم ایک آیت پڑھنا فرض ہے اور سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ اور فرض کی پہلی درکتوں اور نمازو تراویث اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت یا کم از کم بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا واجب ہے۔ اور فرض کی تیسرا اور چوتھی رکعت کے علاوہ واجب، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اور نماز پڑھ تو سبحان اللہ یا الحمد للہ قراءت کی جگہ پڑھ لے مگر بہت جلد قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت فرض کی مقدار یاد کر لینا فرض ہے اور واجب کی مقدار یاد کرنا واجب ہے، فرض اور واجب کی مقدار اگر قرآن شریف سے یاد نہ کرے گا تو سخت گہنگا ہو گا۔ امام کو مغرب اور عشاء کی پہلی درکتوں میں اور فجیر، جمعہ، عیدین اور تراویح دو تر کی تمام رکعتوں میں آواز سے پڑھنا واجب ہے۔ ظہر، عصر میں امام کو اور تہبا پڑھنے والے کو بھی قراءت آہستہ کرنی چاہیے، زور سے پڑھنے کا ادنی درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز پاس والے شخص کے کان میں پہنچ سکے۔

قرات میں سنت کی خلاف ورزی اور نفل صورت کو ترک کرنا عام طور پر ہماری نمازوں میں دیکھا جاتا ہے، مثلا یہ چیز بہت زیادہ عام ہو گئی ہے کہ ہمارے ائمہ کرام (ظہر اور عصر کا عالم نہیں) مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قرات کی سنت اور افضل صورت کو چھوڑ کر غیر افضل صورت اختیار کرتے ہیں، ایسے اماموں کی ایک بڑی تعداد ہے جو یک رکعت میں مکمل سورت نہیں میں پڑھتے؛ بلکہ بڑی سورتوں میں سے تین یا چار آیتیں پڑھ کر کوئی کرتے ہیں یا ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھتے ہیں یا کوئی سورت آدمی پڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری رکعت میں دوسری سورت شروع کر دیتے ہیں، نماز میں اس طرح قرآن کریم پڑھنے سے نماز تواریخا ہو جائے گی لیکن عمومی احوال میں ایسا کرنا سنت کے خلاف اور غیر اولی ہے، اس طرح قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں اکثر مضمون کا لحاظ نہیں کیا جاتا مضمون ناقص اور بات ادھوری رہ جاتی ہے۔ جیسے کسی کتاب کے درمیان سے دو چار سطر میں پڑھنے کی سورت میں ہوتی ہے۔ اسی

طرح مختلف مقامات سے نماز میں قرأت کرنا: قرآن کریم کی آئین معنی و مضمون کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مربوط ہیں لہذا مختلف مقامات سے نماز میں چند آیات تلاوت کرنے سے با اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مضمون پورا نہیں ہوتا، بھی بھی قرأت کی ابتداء انتہا ایسی آیات پر ہوتی ہے کہ بات بالکل بے معنی اسی لگتی ہے، اور ہمارے انہم کی اکثریت غیر علماء کی ہے، جو عالم میں ان میں بھی بہت کم درس و تدریس سے جڑے ہیں، اس کی وجہ سے معنی و مضمون کی پوری رعایت وہ بھی نہیں کر پاتے، لہذا اس طرح قرأت کرنا خلاف اولی ہے، ہمیں اپنے نظر عمل کا ماحاسبہ کرنا ہاپنے اللہ ہمیں صحیح اور حق کے قسول کرنے کی توفیق دے۔ اور میں اپنے معزز انہم کی خدمت میں لگداش کروں گا کہ وہ اپنے پیارے آقا مسیح اعلیٰؑ کی نماز اور قراءت کے تعلق سے آپ مسیح اعلیٰؑ کا معمول و تکھیں، دوسری طرف اپنی نماز اور اپنی قراءت کا جائزہ لیں اور انصاف کریں کہ ہمارا معمول پیارے آقا مسیح اعلیٰؑ کے معمول سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر رکھتا ہے تو خدا کا شکر بجا لیں اور اگر نہیں رکھتا تو آج ہی سے اپنے معمول تبدیل کرنے کا عزم کریں اور یہ پیغام زیادہ سے زیادہ انہم تک پہنچائیں؛ تاکہ ان کی نماز بھی سنت کے مطابق ہو جائے۔



نماز کا بیان سبق نمبر 10:

نماز کی اندر وہ شرائط (حصہ دوم)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُتَجِزُّ صَلَاةً لَا يُقِيمُ فِيهَا الرَّجُلُ

يَعْنِي صَلَبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں وہ نماز کافی نہیں جس میں نمازی رکوع و سجود میں

کم کو سیدھا نہ کرے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

نماز میں رکوع اور سجود اپنی طرح سے ادا نہ کرنے اور اطمینان و سکون کے بغیر نماز ادا کرنے کو نبی

اکرم نے بدترین چوری قرار دیا ہے۔ قیام، قرآن کی حلاوت، رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ نماز کا جسم ہیں اور اس کی روح خنوع و خضوع ہے۔ چونکہ جسم بغیر روح کے بے حیثیت ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ نمازوں کو اس طرح ادا کریں کہ جسم کے تمام اعضاء کی یکسوئی کے ساتھ دل کی یکسوئی بھی ہوتا کہ ہماری نماز میں روح یعنی خنوع و خضوع کے ساتھ ادا ہوں۔ دل کی یکسوئی یہ ہے کہ نماز کی حالت میں بقدر خیالات و وساوس سے دل کو محفوظ رکھیں اور اللہ کی عظمت و جلال کا نقش اپنے دل پر بٹھانے کی کوشش کریں۔ جسم کے اعضاء کی یکسوئی یہ ہے کہ ادھر اور ہر زندگی میں باولوں اور پکڑوں کو منوار نے میں نہ لگیں بلکہ خوف و خیانت اور عاجزی و فروتنی کی ایسی کیفیت طاری کریں جیسے عام طور پر بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے۔

4 رکوع: رکوع کے معنی جھکنا نماز میں قراءت کے بعد اتنا جھکنا فرض ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ

جائیں۔ رکوع کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ: ہتھیلوں کو گھٹنوں کے اوپر اس طرح رکھا جائے جیسے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑ رکھا ہو، انگلیاں کھلی ہوں، انہیں آپس میں ملا یا نہ جائے اور پنڈیلوں پر رکھا جائے، سر کمر کے برابر ہو، جھکا ہوا یا کمر سے بلند نہ ہو، کہنیاں پہلوؤں سے جدا ہوں اور بازو و کمان کی طرح تنے ہوئے ہوں۔ کہنیلوں کو پہلو سے جدار کھنے کا حکم مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ وسلم نے فرمایا: جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھ، پھر اپنی انگلیوں کے درمیان فاصلہ پیدا کر، پھر (اس طرح سکون کے ساتھ ہٹھر) کہ ہر عضو اپنی جگہ پر قرار پکڑ لے۔ کمر بالکل سیدھی ہو۔

حضرت عقبہ بن عمر و رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہا: کیا میں تمہارے

سامنے اس طرح نماز نہ پڑھوں جس طرح میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو پڑھتے دیکھا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: کیوں نہیں؟ حضرت عقبہ بن عمر و رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جب رکوع کیا تو: ”انہوں نے اپنی دونوں گھٹنیوں کو دونوں گھٹنیوں پر رکھا اور انگلیاں گھٹنیوں کے نیچے کر دیں (یعنی گھٹنیوں کو مضبوطی سے پکولیا) یہ بغلوں کو کھول دیا (پیٹ کے ساتھ ملائے نہیں رکھا) یہاں تک کہ ہر عضواً پنی بگہ پر جمگیا۔“

نماز میں رکوع کی حالت میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح پڑھنا سنت ہے، درمیانی درجہ یہ ہے کہ پانچ دفعہ پڑھے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ سات دفعہ پڑھے، بہر حال تین سے کم بار تسبیح پڑھنے سے سنت ادا نہیں ہوگی، بلکہ نماز مکروہ ہوگی، اور علامہ شامی کے بقول یہ کراہت کراہت تنسیز یہی سے زیادہ ہوگی۔ تین سے زیادہ جتنی بھی مقدار پڑھے جائز اور باعث زیادتی اجر و ثواب ہے، البتہ طلاق عدد (۳، ۵، ۷، ۹، وغیرہ) پر ختم کرے۔ فرائض میں امام کے لیے تخفیف اور بلکہ نماز پڑھانے کا حکم ہے، اس لیے امام کو حچایے کہ مقتدیوں کی رعایت رکھے اور رکوع سجدے میں اتنی طویل تسبیحات نہ پڑھے جس سے مقتدیوں پر بو جھ پڑھ جائے اور وہ احتاجاں نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مبارک اور اسحاق بن ابراہیم رحمہما اللہ نے فرمایا کہ امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ رکوع و سجدہ میں پانچ دفعہ تسبیحات پڑھے؛ تاکہ مقتدیوں کو اطمینان سے کم از کم تین دفعہ تسبیح پڑھنے کا موقع مل جائے۔

یہ بھی عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نمازی مخفی گھٹنیوں کو ہاتھ لگانے کا فافی خیال کرتے ہوئے کمر کو گولائی دیتے ہوئے رکوع کرتے ہیں اور کمر سیدھی نہیں رکھتے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع میں کمر سیدھی نہیں کر رہا تھا تو ارشاد فرمایا: اے مسلم انوں کی جماعت! (سن لوک) اس شخص کی کوئی نماز نہیں ہے جو رکوع اور سجدوں میں اپنی کمر سیدھی نہیں کرتا۔ دوسری حدیث میں ہے:

آدمی کی نماز اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک وہ رکوع اور سجدوں میں اپنی کمر سیدھی نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: لوگوں میں سب سے براچوری کرنے والا وہ (شخص) ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ”اے اللہ کے

رسول! نماز کی چوری کیسے کی جاسکتی ہے؟ فرمایا: (نماز کی چوری یہ ہے کہ) وہ اس کے روکوں اور سجدے پورے (المیمان اور آداب کے ساتھ) ادا نہیں کرتا۔

5 سجدہ: سجدہ کے معنی زمین میں پیشانی رکھنا۔ نماز میں دونوں سجدے فرض یہں۔ سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں زمین پر رکھنے چاہئیں۔ بلاعذر صرف پیشانی پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اور صرف ناک پر بلاعذر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہ ہوگا۔ سجدے کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی اللہ انگر کہتے ہوئے دونوں پا تھوں کو گھٹنؤں پر رکھ کر سجدے میں جائے پہلے گھٹنؤں کو زمین پر رکھے، پھر پا تھوں کو، پھر ناک اور پیشانی کو، منہ دونوں پا تھوں کے درمیان میں ہوا اور انگلیاں ملی ہوئی قبہ رہوں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل پر کھڑے ہوں اور پاؤں کی انگلیاں قبہ رخ ہوں۔ پیٹ زانوں سے الگ اور بازوں بغل سے جدا ہوں۔ ران پنڈلی سے اور کہنیاں زمین سے علیحدہ رہیں۔

حدیث مبارک میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ: "حضرت والی بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم کو دیکھا جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنؤں کو پا تھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو پا تھوں کو گھٹنؤں سے پہلے اٹھاتے۔"

احناف کا عمل حدیث مبارکہ پر ہے، جس کے مطابق سجدہ کرتے ہوئے پہلے گھٹنے زمین پر رکھ جائیں پھر پا تھوں اور اٹھتے وقت پہلے پا تھوں اٹھائے جائیں پھر گھٹنے۔ یہی بہترین طریقہ ہے۔ اور سجدہ کے وقت یہ یقین ہو کہ میں اس وقت اللہ کے بہت زیادہ قریب ہوں جیسا کہ نبی اکرم نے فرمایا: "بندہ نماز کے دوران سجدہ کی حالت میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔" (مسلم)۔

نماز میں سجدہ کی حالت میں کم از کم تین مرتبیج (بجانان ربی الاعلی) پڑھنا سنت ہے، درمیانی درجہ یہ ہے کہ پانچ دفعہ پڑھے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ سات دفعہ پڑھے، بہر حال تین سے کم بار شیع پڑھنے سے سنت ادا نہیں ہوگی، بلکہ نماز مکروہ ہوگی، اور علامہ شامی کے بقول یہ کراہت کراہت تنزیہی سے زیادہ ہوگی۔ تین سے زیادہ جتنی بھی مقدار پڑھے جائز اور باعث زیادتی اجر و ثواب ہے، البتہ طاق عدد (۳، ۵، ۷، ۹، وغیرہ) پر ختم کرے۔ فرائض میں امام کے لیے تخفیف اور بلکی نماز پڑھانے کا حکم ہے، اس لیے امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کی رعایت رکھے اور روکوں سجدے میں اتنی طویل تسبیحات نہ پڑھے جس سے مقتدیوں پر بوجھ پڑھ جائے اور وہ استجا جائیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ روکوں و سجدہ میں پانچ دفعہ

تبیحات پڑھے؛ تاکہ مقتدیوں کو اطہنان سے کم از کم تین دفعہ صحیح پڑھنے کا موقع مل جائے۔ نماز میں سجدہ کرنا فرض ہے ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں اور اگر ایک بھی سجدہ رہ جائے تو نماز نہیں ہوگی اور سجدہ سہو سے بھی یہی پوری نہیں کی جاسکتی بلکہ پھر سے پوری نماز پڑھنا فرض ہو جاتا ہے۔

6 قعدہ اخیرہ: نمازوں کے اخیر میں احتیات کی مقدار بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ خواہ فرض نماز ہو یا واجب یا سنت یا نفل۔ قعدہ اخیرہ میں تشهد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے، اور اس معاملہ میں فرض ادا ہونے کا معیار تین بار تبیحات کی مقدار بیٹھنا نہیں ہے، بلکہ اتنی دیر تک بیٹھنا ہے کہ پوری احتیات عبدہ رسولہ تک پڑھ لی جائے، جبکہ پوری احتیات یعنی عبدہ رسولہ تک ہر لفظ کا پڑھنا واجب ہے، چاہے قعدہ اخیرہ ہو یا قعدہ اولیٰ۔ اور دونوں کا حکم الگ الگ ہے، دونوں ہی ضروری ہیں اور دونوں میں فرق اس وقت نہ ہے۔ سر ہو گا جب کہ کوئی غلطی سے تشهد میں نہ بیٹھا اور نماز مکمل کر دی تو اس کی نماز ہی نہ ہوئی؛ اس لیے کہ اس نے فرض چھوڑ دیا۔ اور اگر کوئی بیٹھا لیکن بھول کر اس نے احتیات نہیں پڑھی تو اگر یہ سجدہ سہو کر لے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی، یہی فرق ہے فرض اور واجب میں۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تھوڑا اور انہیں "أشهد أَنَّ حَمْدَ اللَّهِ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" تک تشهد سکھائی پھر فرمایا: جب تم ایسے کرو یا اسے پڑھ لو تو تمہاری نماز مکمل ہو جائے گی، پھر اگر کھڑا ہو ناچا ہو تو کھڑے ہو جانا اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جانا۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا مکمل ہونا، قعدہ پر مغلن فرمایا اور وہ چیز کہ جس کے بغیر فرض پورا نہ ہو وہ بھی فرض ہوتی ہے۔ اگر کسی کو احتیات نہیں آتی تو اس پر لازم ہے کہ وہ جلد از جلد احتیات یاد کرے، اگر جان کر غفلت بر تے گا تو نماز کا واجب ترک کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔ دو رکعت والی نماز ہو یا تین یا چار رکعت والی نماز قعدہ اخیرہ میں تشهد کے بعد دو دابرائی ہی پڑھیں اور اس کے بعد دماماً ثور پڑھ کر سلام پھیر لیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے فواز سے اور قول و عمل میں اخلاص نصیب فرمائے۔

واجبات نماز (حصہ اول)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّابِيْتِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

سیدنا حضرت عبادہ بن صامتؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نمازوں میں ہوئی۔

واجب و حکم شرعی ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو، اور جسے ادا کرنے کا شرع نے لازمی مطالبہ کیا ہو اس کے بخلافے پر ثواب اور چھوڑنے پر سزا منتی ہے البتہ فرض کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اور واجب کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ واجب کی ایک تعریف یہ یہ ہے کہ جس کام کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بطور عبادت دامنا کیا ہوا اور اس کے ترک پر عید فرمائی ہو، فرض "اسے کہتے ہیں جو کسی قطعی دلیل مغلًا: قرآن کریم کی کسی واضح آیت یا متواتر حدیث سے ثابت ہو، جب کہ "واجب" ظنی دلیل سے ثابت شدہ عمل کو کہا جاتا ہے، یعنی فرض کا منکر کافر ہو جاتا ہے، واجب کے انکار پر کفر کا حکم نہیں لگتا۔

نماز کے کچھ واجبات میں اگر ان میں سے کوئی بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے اگر بھولے سے چھوٹ جانے پر سجدہ سہونہ کیا یا قصداً کسی واجب کو چھوڑ دیا تو اس نمازوں کا اونا واجب ہو جاتا ہے پس اگر نہیں لوٹائے گا تو فاقع و گناہ کار ہو کا یکونکہ ترک واجب سے نماز مکروہ تحریکی ہوتی ہے اور اس کا لونا واجب ہوتا ہے، اسی طرح سجدہ سہو کسی فرض کو اس کے وقت سے بھول کر موخر کرنے سے بھی لازم آتا ہے نماز میں درج ذیل چودہ امور واجبات میں سے میں: واجبات نماز:

1- فاتحہ پڑھنا: سورہ فاتحہ کسی اور سورت سے پہلے پڑھنا واجب ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے بھول سے کوئی دوسری سورت شروع کر دی، لیکن یاد آنے پر فوراً سورہ فاتحہ شروع کر دی تو دیکھا جائے کا کہ اس نے سورہ فاتحہ سے پہلے دوسری سورت سے جتنی قرأت کی ہے اس کی وجہ سے ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر (یعنی تین مرتبہ بھان اللہ کہنے کے بقدر) تاخیر لازم آتی ہے یا نہیں، اگر ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر (یعنی تین مرتبہ بھان اللہ کہنے کے بقدر) تاخیر ہونے کے بعد یاد

آنے پر سورت فاتحہ پڑھنی شروع کی ہو تو اس صورت میں سجدہ سہولازم ہوگا، لیکن اگر رکن کی ادائیگی کے بعد رتاخیر ہونے سے پہلے ہی سورت فاتحہ شروع کر دی تو پھر سجدہ سہولازم نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ یہ حکم فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت کے بارے میں ہے۔ فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کی جگہ بھولے سے سورت یا آیت پڑھلی تو سجدہ سہولازم نہیں ہوگا۔

2- فرض نمازوں کی پہلی دور کعتوں میں اور واجب، سنت اور نفل نمازوں کی تسام کر کعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات پڑھنا واجب ہے لہذا سنت، نفل اور وتر کی آخری کعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد سورت یا چھوٹی تین آیات یا بڑی ایک آیت چھوٹ جانے کی صورت میں سجدہ سہولازم ہوگا۔

3- فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا۔ اگر کوئی سورت فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا اس کے ساتھ سورت ملانا بھول جائے مگر دونوں میں سے ایک عمل کر لے تو فرض ادا ہو جاتا ہے اس لیے اگر کوئی فرائض کی پہلی دور کعات، سنت و نوافل اور وتر کی تمام رکعات میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت ملانا بھول جائے یا سورت فاتحہ بھول جائے مگر کوئی اور سورہ پڑھ لے تو سجدہ سہولازم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر سورت فاتحہ نہ پڑھے یا سورہ نہ ملانے تو نمازوں کا ناوابجہ ہے۔

4- پہلی دور کعتوں کو سورت کے لیے متعین کرنا۔ فرض نمازوں کی پہلی دور کعتوں کو قراءات کے لیے متعین کرنا واجب ہے یعنی پہلی دور کعتوں میں قراءات کرنا یعنی فرض نماز میں قراءات کی فرضیت کا محل صرف پہلی دور کعینی ہی میں ہے، یعنی چار رکعات والی فرض نمازوں میں فرضیت صرف پہلی دور کعتوں میں قراءات کرنے سے پوری ہو جاتی ہے، باقی دور کعتوں میں قراءات کرنا فرض نہیں، اسی پسچاہہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اصل نماز دو دور کعات ہی تھی، بعد میں سفر کی نمازوں کا اصل پر باقی رکھا گیا اور حضرت کی نمازوں کو بڑھادیا گیا، اس وجہ سے بھی اصل اور بڑھائی ہوئی نمازوں میں قراءات کے فرض ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے فرق رکھا گیا ہے کہ جو اصل نماز تھی اس میں قراءات فرض رکھی گئی اور جو نماز بعد میں اضافہ شدہ ہے، اس میں قراءات فرض نہیں رکھی گئی لہذا معلوم ہوا کہ چار رکعات والی فرض نمازوں میں صرف پہلی دور کعتوں میں ہی قراءات کرنا فرض ہے، باقی دور کعتوں میں قراءات کرنا فرض نہیں ہے۔

5۔ تعديل اركان یعنی رکوع سجدہ اور جلسہ میں اطیبان سے ادا کرنا تعديل اركان واجب ہے، تعديل اركان کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کے دوران ہر رکن ادا کرتے وقت اس طرح اطیبان حاصل ہو جائے کہ ہر ہر عضو اپنی جگہ ٹھہر جاتے، اس کی کم سے کم مقدار ایک تسبیح کی ہے، اگر کوئی شخص قصداً تعديل اركان چھوڑ دے تو وقت کے اندر دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، اور اگر سہواً تعديل اركان فوت ہو جائے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ یونکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلد بازی میں پڑھی ہوئی نمازو کو نماز ہی شمار نہیں کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک آدمی بھی داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دے کر فرمایا: واپس جا کر نماز پڑھو یونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گیا اور اسی طرح نماز پڑھ کر حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ فرمایا کہ واپس جا کر نماز پڑھو یونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ تین مرتبہ فرمایا۔ وہ عرش گزار ہوا۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، مجھے اس سے بہتر نہیں آتی، لہذا سکھاد بخجھے۔ فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کو۔ پھر قرآن مجید سے جو تمہیں آتا ہو وہ پڑھو۔ پھر اطیبان کے ساتھ رکوع کرو۔ پھر سر الٹھا کر سیدھے ہو جاؤ۔ پھر اطیبان کے ساتھ سجدہ کرو۔ پھر سر الٹھا تو اطیبان سے بیٹھ جاؤ اور ساری نماز میں اسی طرح کرو۔

6۔ قمہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا یہ بھی واجبات میں سے ہے۔ اسی طرح جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ جانا۔ مفتی بقول کے مطابق قمہ میں ایک مرتبہ تسبیح کہنے کی مقدار ٹھہرنا واجب ہے۔ اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان ایک مرتبہ تسبیح کہنے کی مقدار بیٹھنا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قمہ اور جلسہ سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اٹھ کر پہلے سیدھا کھڑے ہوتے تھے پھر سجدہ میں جاتے تھے، اسی طرح سجدہ سے اٹھ کر سیدھا بیٹھتے تھے، پھر دوسری سجدہ فرماتے تھے، لہذا مسنون یہی ہے کہ قمہ میں نمازی اطیبان و اعتدال سے سیدھا کھڑا ہو جائے اور جلسہ میں اعتدال کے ساتھ سیدھا بیٹھ جائے، باقی نوافل اور انفرادی نمازی اطیبان و اعتدال کا معمول یہ منقول ہے کہ عموماً جتنی دیر رکوع اور سجدہ میں صرف فرماتے تھے، اتنی ہی دیر قمہ اور جلسہ میں صرف فرماتے تھے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع اور سجدے میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔

7۔ پہلا قعدہ کرنا اور اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول گیا پھر اسے اس حال میں یاد آیا کہ وہ حالت قعود سے زیادہ قریب ہے تو وہ شخص لوٹ جائے اور قعدہ کر کے تشهد پڑھ لے، اس لیے کہ جو چیز کسی چیز سے قریب ہوتی ہے وہ اس شے کا حکم لے لیتی ہے، پھر ایک قول یہ ہے کہ تاخیر کی وجہ سے وہ شخص سجدہ سہو کرے اور اسحاق قول یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو نہ کرے، جیسے اس صورت میں جب وہ کھڑا نہ ہو۔ اور اگر قیام سے زیادہ قریب ہو تو وہ اپنی ندوٹے اس لیے کہ وہ شخص معناً قائم کی طرح ہے اور سجدہ سہو کرے، اس لیے کہ اس نے واجب کو ترک کر دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نمازی جس رکن کے قریب ہو اس میں داخل ہو جائے مگر واجب کو ترک کرنے یا افرش میں تاخیر ہونے کی وجہ سے آخر پر سجدہ سہو کر لے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے نوازے اور قول عمل میں اخلاص

نصیب فرمائے۔



نماز کا بیان سبق نمبر 12:

واجباتِ نماز (حصہ دوم)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

الرَّجُلَتَيْنِ كَانَهُ عَلَى الرَّضِيفِ حَقِيقَةً يَقُوَّمُهُ». (رواہ الترمذی والنسائی)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی دور کعتوں پر بلیختے تھے (یعنی قعدہ اولیٰ فرماتے تھے تو آپ جلدی کرتے تھے) جیسے کہ آپ تپتے پھر وہ پر بلیختے ہیں، یہاں تک کہ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (جامع ترمذی، سنن نسائی)

حضور ﷺ کے اس دوامی طرزِ عمل سے یہ سمجھا گیا ہے کہ قعدہ اولیٰ میں صرف تشهد پڑھ کے جلدی سے کھڑا ہو جانا چاہتے۔

8- پہلے قعدہ میں تشهد پڑھنا۔ ہمارے فقهاء احتجات کے نزدیک دونوں قعدوں میں تشهد یعنی احتجات اللہ سے عبده و رسول تک پڑھنا واجب ہے چاہے کوئی بھی نماز ہو۔ البتہ چار رکعات میں پہلا قعدہ واجب اور دوسرا قعدہ فرض ہے

9- تشهد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے فرما کھڑا ہونا۔ پار یا تین رکعات والی فرض نماز کے پہلے قعدے میں تشهد کے بعد روشنیف پڑھے بغیر فرما تیسری رکعت کے لیے اٹھنا لازم ہے لہذا اگر بھولے سے درود شریف شروع کر دیا تو یاد آتے ہی اسے چھوڑ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیے اور آخر میں سجدہ سہو کرنا چاہیے؛ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرض نماز کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف ثابت نہیں ہے، اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے، چنانچہ پہلی دور کعوت کا قعدہ طویل کرنے کو پسند نہیں کرتے، اور نمازی کو چاہیے کہ پہلی دور کعوت کے تشهد پر کچھ بھی اضافہ نہ کرے، علماء فرماتے ہیں: اگر تشهد پر کچھ اضافہ کیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا، البتہ سنن غیر مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں تشهد کے بعد روشنیف اور دعا پڑھ سکتے ہیں، یہ پڑھنا لازمی نہیں، منتخب ہے۔ جب کہ سنن مؤکدہ (مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے والی سنن) اور توڑ کا وہی حکم ہے جو فرض نماز کا ہے۔

10- اَسْلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ کے ساتھ نماز ختم کرنا نماز کے واجبات میں سے ہے اور اس کا

سنت طریقہ یہ ہے کہ کامل اور صاف طریقہ سے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہے، اگر السلام علیکم کے بعد سے سلام علیکم
کہے گا تو سنت کوترک کرنے والا ہوگا اگر چہ نماز ہو جائے گی، لیکن اگر ایسا کرنے والا اسی پر مصروف ہے تو
گنہگار بھی ہوگا۔ اس کے علاوہ فقط السلام کے چھوٹ جانے سے نماز اپنے وقت کے اندر واجب الاعادہ
ہے۔ اگر وقت کے اندر اندر نمازوں لوٹائی گئی تو اس کے بعد اسی نمازو کو دوبارہ لوٹانا ضروری نہیں ہے،
1- نمازوں میں قوت کے لیے تکمیر کہنا اور دعائے قوت پڑھنا یعنی اور مخصوص دعا «اللهم انا
نستعييك... اخ» «پڑھنا سنت ہے، لہذا اگر کوشش کے باوجود دعائے قوت یاد نہ ہو تو» ربانی آتنا فی
الدنيا حسن، و فی الآخر حسن، و قائمداب النار «پڑھ سکتے ہیں، (لیکن دعائے قسنوت یاد کرنے کی
کوشش جاری رکھے اور دعا یاد ہوتے ہی دعائے قوت پڑھنے کا اہتمام کرے)، البتہ اگر کوئی بھی دعائے
پڑھی تو قصد ایسا کرنے کی صورت میں نمازوں ہوگی اور بھول کر چھوڑ دینے کی صورت میں سجدہ سہو
واجہ ہوگا۔

بہر حال جو بھی دعائے قوت احادیث سے ثابت ہو، تم کی آخری رکعت میں پڑھ سکتے ہیں۔
منذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ دعائے قوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے یعنی آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے دور مبارک سے راجح ہے۔ نماز و ترواجب ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معسوم ہے۔

12- دونوں عیدوں میں زائد تکمیریں کہنا۔ عبید النظر اور عبید الامتحانی کی دور رکھات نماز جو چھ مزادہ تکمیریات سے ادا کی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں شنا کے بعد قرات سے پہلے تین (۳) زائد تکمیریات کی جاتی ہیں، اور دوسرا رکعت میں قرات کے بعد تین (۳) زائد تکمیریات کی جاتی ہیں واجب ہیں۔

13 عید کی نماز میں دوسری رکعت کے روئے کی تکمیر کہنا: اگر عید کی نماز میں دوسری رکعت کے روئے کی تکمیر چھوڑ دی تو سجدہ سہو واجب ہوگا، اس لیے کہ یہ (دوسرے روئے کی تکمیر) عید کی تکمیرات واجب کے ضمن میں واجب تھی اس لئے امام اخیر میں سجدہ سہو کر لے، اور اگر لوگوں کی کثرت ہے، مجمع زیادہ ہے، تو انتشار اور گلزار ہو جانے کے خوف سے سجدہ سہو معاف ہے، سجدہ سہو کے بغیر نماز ہو جائے گی، اور گرمتقندیوں کی تشویش کا ندیشنا ہو مثلاً جماعت مختصر ہے اور تمام لوگوں کو سجدہ سہو کا علم بھی ہو جائے گا اس صورت میں اگر کوئی واجب ترک ہو جائے تو سجدہ سہو ادا کر دیا جائے۔

14. امام کو نماز فجر، نماز جمعہ، نماز عیدین اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکتوں میں زور سے قراءت کرنا، ایسے ہی تراویح میں اور رمضان کے وتر میں امام کو قراءت آواز سے کرنا۔ یعنی ان نمازوں میں یا حج کرعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا ضروری ہے اس میں اگر امام بلند آواز سے تلاوت کر لیتا ہے یا سری نماز میں بلند آواز سے تلاوت کر لیتا ہے تو اگر تھی مقدار بلند آواز سے یا آہستہ آواز سے قراءت کر لے کہ جس مقدار قراءت سے نماز درست ہو جاتی ہے یعنی تین منتصہ آیتوں یا ایک لمبی آیت کے بقدر تو اس سے سجدہ سہولازم ہو جاتا ہے، صرف ایک دو لمبے سری نماز میں بلند آواز سے اور جھری نمازوں میں آہستہ آواز سے قراءت کر لینے سے سجدہ سہولازم نہیں ہوتا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تین نمازوں میں قراءت کے ساتھ اور دونمازوں میں بغیر قراءت کے کیوں پڑھتے ہیں؟ واضح ہے کوئی بھی نماز قراءت کے بغیر نہیں ہوتی، ہر نماز قراءت کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے، البتہ تین نمازوں (یعنی فجر، مغرب اور عشاء کی باجماعت فرض نماز) میں قراءت جھر آ (یعنی بلند آواز سے) کی جاتی ہے اور دونمازوں (یعنی ظہر اور عصر کی باجماعت فرض نماز) میں قراءت سر آ (یعنی آہستہ آواز میں) کی جاتی ہے، اصل وجہ واس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہی ہے۔ البتہ پس منظر اس کا یہ ہے کہ ابتداء میں رسول اللہ ﷺ تمام نمازوں میں جھری قراءت کرتے تھے تو مشرکین قرآن کی آواز سن کر آجاتے تھے اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے اور تنگ کرنے کے لیے خوب شو محچاتے، زور زور سے اشعار پڑھتے، اٹی سیدھی بکواس کرتے اور کالم گلوچ کرتے تھے، اور وہ اپنے لوگوں کو ایسا کرنے کی باقاعدہ ترغیب دیتے تھے، تاکہ جب قرآن پڑھا جائے تو وہ لوگ شور شرابا کر کے غالب آجائیں اور آپ ﷺ ناموش ہو جائیں، کیوں کہ قرآن میں توحید کا بیان ہوتا تھا، جس کا سنانا ان لوگوں سے برداشت نہیں ہوتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل کی: ﴿وَلَا تُخْرِجْنَاهُ بِالْأَعْنَاقِ بِأَذْنَانِ ذَلِيلٍ سَمِيلٍ﴾ [آل اسراء: 110] اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ نتو ساری نمازوں میں جھری قراءت کریں اور نہ ہی ساری نمازوں میں سری قراءت کریں، بلکہ درمیانی صورت اختیار کریں یعنی اندر ہیرے میں پڑھی جانے والی نمازوں (فجر، مغرب اور عشاء) میں جھری قراءت کریں، جب کہ دن کی روشنی میں پڑھی جانے والی نمازوں (ظہر اور عصر) میں سری قراءت کریں، لہذا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں سری قراءت فرمایا کرتے تھے،

کیوں کہ ان اوقات میں مشرکین تکلیف پہنچانے کے لیے بالکل تیار ہوتے تھے، جب کہ مغرب، عشاء اور فجر میں جہری قرأت فرمایا کرتے تھے، کیوں کہ مغرب میں وہ لوگ کھانا کھانے میں مشغول ہوتے تھے، اور عشاء و فجر میں وہ لوگ سور ہے ہوتے تھے، بعد میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وقت اور شان و شوکت عطا کر دی اور کفار کی یہ جرأت نہ رہی، لیکن مذکورہ حکم باقی رہا (جیسا کہ طواف میں رمل) اور آپ ﷺ نے دنیا سے پرده فرمانے تک اسی پر عمل پیرا ہے اور آپ ﷺ کے بعد امامت کا یہی عمل متوارث رہا، لہذا آپ ﷺ کی اس مواظبت کے بہب فقہاء نے امام کے لیے فخر، مغرب اور عشاء میں جہری قرأت اور ظہر و عصر میں سری قرأت کرنے کو نماز کے واجبات میں سے شمار کیا ہے۔

اگر کسی شخص سے بھول کر نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے، یا نماز کے واجبات اور فرائض میں سے کسی واجب یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے، یا کسی فرض کو پہلے ادا کر دے (یعنی ارکان کی ترتیب بدل دے، جو کہ واجب ہے) یا تکرار کے ساتھ ادا کرے یا کسی واجب کو تبدیل کر دے ان صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے فواز سے اور قول و عمل میں اخلاص نصیب فرمائے۔



سنن نماز

**قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَكَعَ أَحَدُ الْكُفَّارِ فَلْيَقُولْ ثَلَاثَ مَرَاتٍ:
سُبْحَانَ رَبِّ الْعَظِيمِ وَذَلِكَ أَذْنَاهُ، وَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُولْ: سُبْحَانَ رَبِّ الْأَعْلَى ثَلَاثَةٌ وَذَلِكَ أَذْنَاهُ.
قَالَ أَبُو دَاؤِدُ:**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اسے چاہیے کہ تین بار: سبحان ربی العظیم کہے، اور یہ کم سے کم مقدار ہے، اور جب سجدہ کرے تو کم سے کم تین بار: سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ (اور یہ کم سے کم مقدار ہے)

نماز دین کا ستون ہے، اس کو تھیک تھیک سنت کے مطابق ادا کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ہم لوگ بے فکری کے ساتھ نماز کے ارکان جس طرح صحیح میں آتا ہے، ادا کرتے رہتے ہیں اور اس بات کی فکر نہیں کرتے کہ وہ ارکان مسنون طریقہ کے ادھوں، اس کی وجہ سے ہماری نماز میں سنت کے انوار و برکات سے محروم رہتی ہیں، حالانکہ ان ارکان کو تھیک تھیک ادا کرنے سے وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے، نہ مخت زیادہ ہوتی ہے، بس ذرا سی توجی کی بات ہے، اگر ہم تھوڑی سی توجیہ دے کر صحیح طریقہ کیکھ لیں اور اس کی عادت ڈال لیں تو جتنے وقت میں ہم آج نماز پڑھتے، اتنے ہی وقت میں وہ نماز سنت کے مطابق ادا ہو جائے گی، اور اس کا اجر و ثواب بھی اور انوار و برکات بھی آج سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ حضرات صحابہ کرام ربی اللہ تعالیٰ عنہم جمعیں کو نماز کا ایک ایک عمل خوب توجہ کے ساتھ سنت کے مطابق انجام دینے کا بڑا اہتمام تھا، اور وہ ایک دوسرے سے سنتیں سیکھتے بھی رہتے تھے۔

مگر افسوس ہے آج مسلمانوں کی حالت پر کہ ان کی اکثریت اس کن عظیم کی سرے سے ہی تارک ہے اور جو لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں کہ وہ اسے سنت کے مطابق ادا نہیں کرتے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں سنن نماز معلوم ہوں تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جاسکے، نماز کی سننی یہ ہیں: سنن نماز:

- ۱۔ انگلیوں کو تکمیر کے لیے دونوں ہاتھ اٹھانا۔ مردوں کو دونوں کالوں تک اور عورتوں کو مونڈھوں تک۔
- ۲۔ انگلیوں کو تکمیر کے وقت کھلا رکھنا۔
- ۳۔ مقتدی کو امام کے ساتھ تکمیر تحریمہ کہنا۔
- ۴۔ مردوں کو داہنہ ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے حلقہ بنا کر رکھنا۔
- ۵۔ عورتوں کو دونوں ہاتھ سینہ پر بلا حلقہ کے رکھنا۔
- ۶۔ سُجَّا نَكْ أَلْأَعْمَمْ رِحْمَار
سُجَّا نَكْ أَلْأَعْمَمْ رِحْمَار
۷۔ آغُوذ پڑھنا۔
- ۸۔ ہر رکعت کے شروع میں بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حنا۔
- ۹۔ آمین کہنا۔
- ۱۰۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا۔
- ۱۱۔ سُجَّا نَكْ أَلْأَعْمَمْ، آغُوذ، لِسَمِ اللَّهِ أَوْ رَبِّنَا لَكَ الْحَمْدُ كَوَاہشہ کہنا۔
- ۱۲۔ تکمیر تحریمہ کے وقت سر سیدھا رکھنا۔
- ۱۳۔ امام کو تکمیر آواز سے کہنا۔
- ۱۴۔ سَمْحَ اللَّهُمَّنَ حَمْدَةً اماماً مَوْزُورَسَے کہنا۔
- ۱۵۔ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیں کافاصلہ کرنا۔
- ۱۶۔ مقیم کو فجر اور ظہر میں طوال مُفَضَّل یعنی سورہ حجrat سے سورہ بروج تک سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنا۔ عصر و شام میں آفساط مُفَضَّل یعنی بروج سے لئے میکن تک پڑھنا مغرب میں قضاڑ مُفَضَّل یعنی لمیکن سے اخیر تک کی سورتوں میں سے پڑھنا۔
- ۱۷۔ فجر کی صرف پہلی رکعت کو دوسری کے مقابلہ میں کچھ طویل کرنا۔
- ۱۸۔ رکوع کی تکمیر کہنا۔
- ۱۹۔ رکوع میں سُجَّانَ رَبِّيْ اَلْعَظِيْمَ تین بار کہنا۔
- ۲۰۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔
- ۲۱۔ مردوں کو انگلیوں کو کشادہ کرنا اور عورت کو کشادہ کرنا۔

- ۲۲۔ دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کرنا۔

۲۳۔ پشت کو پچھا دینا، عورتوں کو زیادہ نہ جھکانا۔

۲۴۔ سر کو سرین کی برادر کرنا۔

۲۵۔ رکوع سے اٹھنا۔

۲۶۔ رکوع کے بعد الطیان سے کھڑا ہونا۔

۲۷۔ سجدے کے لیے پہلے گھٹنے کھانا، پھر باقہ، پھر پھر و رکھنا۔

۲۸۔ سجدے سے اٹھتے وقت اول پھر اٹھانا، پھر باقہ، پھر گھٹنے اٹھانا۔

۲۹۔ سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہنا۔

۳۰۔ سجدہ سے سراٹھاتے وقت تکبیر کہنا۔

۳۱۔ سجدہ میں سرد دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنا۔

۳۲۔ سجدہ میں تین دفعہ سجان ریل الاعلیٰ کہنا۔

۳۳۔ مرد کو اپنا پیٹ رانوں سے دور رکھنا اور دونوں کہنیوں کو دونوں پہلوؤں سے علیحدہ رکھنا اور دونوں کلاں کو زمین پر در رکھنا۔

۳۴۔ عورت کو پست ہو کر سجدہ کرنا اور پیٹ کو رانوں سے ملا دینا۔

۳۵۔ قمر یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔

۳۶۔ جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔

۳۷۔ جلسہ میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

۳۸۔ قعدہ میں داہنے پیر کو کھڑا کرنا بائیں کو پچھانا۔

۳۹۔ عورت کو قعدہ میں توڑ کرنا یعنی سرین پر بیٹھ کر پاؤں داہنی طرف کو نکالنا۔

۴۰۔ انتیاٹ پڑھتے ہوئے آشہد اَن لَا إِلَهَ كَلَمْبَرْ کی انگلی کو اٹھانا اور إِلَهُ پر تیخ کر دینا۔

۴۱۔ آخر کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ پڑھنا۔

۴۲۔ اخیر قعدہ میں درود شریف پڑھنا۔

۴۳۔ درود شریف کے بعد ایسی دعا پڑھنا جس کے الفاظ قرآن و حدیث کے الفاظ کے مشابہوں۔

- ۳۲۔ دائیں بائیں سلام پھیرتے ہوئے منہ پھیرنا۔
 - ۳۴۔ سلام میں امام کو مقتدیوں اور فرثتوں اور نیک جنوں کی نیت کرنا۔
 - ۳۶۔ مقتدی کو سلام کرتے ہوئے اپنے امام (کی جس جانب میں ہو، اور اگر بالکل اس کے پیچھے ہو تو دونوں جانب میں) اور تمام مقتدیوں کی خواہ جنات ہوں یا انسان اور کراما کا تین کی نیت کرنا۔
 - ۷۔ تنہ نماز پڑھنے والے کو صرف فرثتوں کی نیت کرنا۔
 - ۸۔ دوسرے سلام کو پہلے سلام سے ذرا آہستہ کہنا۔
 - ۹۔ مقتدی کو امام کے سلام کے ساتھ سلام پھیرنا۔
 - ۱۰۔ دائیں جانب پہلے سلام پھیرنا۔
 - ۱۵۔ مسبوق کو امام کے دونوں سلاموں کے بعد کھڑا ہونا۔
- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے نوازے اور قول عمل میں اخلاص نصیب فرمائے۔



مستحباتِ نماز

**قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَفَعٌ
يَشْغُلُ الْمُصَلَّى**

مفہوم حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مناب نہیں کہ گھر (یعنی بیت اللہ، اور اسی کے حکم میں مسجد، مصلی، نماز پڑھنے کی جگہ) میں کوئی ایسی چیز ہو جو نمازی کو مشغول کر دے (یعنی اس کی توجہ نماز سے ہٹا دے)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرکت سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: "جو لوگ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں انہیں اس سے باز آجانا چاہیے یا پھر ان کی نظر و اپس نڈوٹ سکے گی" دوسری روایت میں ہے کہ "یا ان کی بینائی اچک لی جائے گی"۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب رفع البصر ای السماء في الصلاة)

نماز میں ادھر ادھر دھیان دینے اور قلبے کی جانب سے پھر و پھیرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جب تم لوگ نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ مت کرو، یعنکہ اللہ تعالیٰ اپنا پھرہ مبارک نماز پڑھنے والے کے پھرے کی طرف کیے ہوئے پوری طرح سے متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ بنده (نماز سے) اپنی توجہ ادھر ادھر نہ کر لے" (سنن ترمذی کتاب الامثال باب ماجاد فی مثل الصلاۃ والصیام والصدقة، صحیح سنن ترمذی حدیث نمبر 2863)

نماز اسلام کا ایک عظیم رکن ہے جسکی مشروعیت میں بڑی عظیم حکمتیں پوشیدہ ہیں اور یہ حکمتیں اسی وقت پوری ہو سکتی ہیں جبکہ انہیں خنوع و خضوع اور حضور قلب سے ادا کیا جائے، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسباب کے استعمال کا حکم دیا ہے جو خنوع و خضوع میں معاون ثابت ہوں اور ایسے تمام اسباب سے منع کیا ہے جو خنوع و خضوع میں رکاوٹ بنتے ہوں، نماز کے آداب بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں۔ کچھ کا تعلق اندر و فی کیفیات سے ہے اور کچھ ظاہری حالت سے متعلق ہیں۔ کمال عبودیت کا تقاضا ہے کہ بنده جب اپنے رب کے حضور کھڑا ہو تو کسی بھی ادب میں کو تباہی نہ ہونے پائے۔ نگاہیں پست ہوں اور دل

رب ذوالجلال کی بیت سے لرزہ بر انداز ہو۔ یوں تصحیح کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہوں۔ کم سے کم اتنا یقین دل میں ہونا چاہیے کہ وہ میرے حال سے واقع ہے اور میری کوئی حرکت اور کوئی خیال اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو تصحیح کرتے ہوئے فرمایا تھا: نماز یوں پڑھا کر جیسے (وہ شخص پڑھتا ہے جسے معلوم ہو جائے کہ وہ ابھی دنیا سے) جانے والا ہے۔ بے شک اگر تو اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) نہیں دیکھ رہا وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے اور اس کے لیے ثواب کا دسوال حصہ لکھا جاتا ہے، اسی طرح بعض کے لیے نواحی حصہ بعض کے لیے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، بیجھتائی، ہبائی، آٹھ حصہ لکھا جاتا ہے“ (ابوداؤد) یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار ارجو ثواب کی ملتی ہے، حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسوال حصہ ملتا ہے اگر اس کے موافق خشوع خشوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔

متحجّات نماز:

مرد کو دونوں ہتھیلیوں کو دونوں آستینیوں سے تکمیلہ تحریمہ کے وقت نکالنا۔ ہاتھ کی آستینیں پوری طرح ڈھکی ہوئی ہونی چاہئیں، صرف ہاتھ کھلے رہیں بعض لوگ آستینیں چڑھا کر نماز پڑھتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں۔

۲۔ نمازی کو قیام کے وقت سیدھے کھڑے ہونا چاہئے اور آپ کی نظر سجدے کی جگہ پر ہوئی چپا ہئے۔ گردن کو جھکا کر ٹھوڑی سینے سے لگاینا بھی مکروہ ہے، اور بلا و بہ سینے کو جھکا کر کھڑا ہونا بھی درست نہیں، اس طرح سیدھے کھڑے ہوں کہ نظر سجدے کی جگہ پر رہے۔ اور کوئی میں قدم کی پشت پر اور سجدہ میں ناک کی طرف اور پیٹھنے کے وقت گود کی طرف اور سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب کے تنڈھے پر نظر رکھنا۔

کھانسی کو جہاں تک ہو سکے ضبط کرنا، یعنی کھانسی روکنے کی کوشش کرنا۔ جماں آنے لگے تو اس کو روکنے کی پوری کوشش کریں۔ ندر کے تو حالت قیام میں دائیں ہاتھ سے منہ ڈھا نک لیں اور دوسرا حالت تو میں بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے۔ حالت قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار انگلیوں کا فاصلہ ہو۔ اگر جماعت سے نماز پڑھ رہے ہے میں تو آپ کی صفت سیدھی رہے، صفت سیدھی کرنے کا بہترین طریقہ یہ

ہے کہ ہر شخص اپنی دونوں ایڑھیوں کے آخری سرے صفت یا اس کے نشان کے آخری کنارے پر رکھ لے۔ جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دے کر دوسرا پاؤں کو اس طرح ڈھیلنا چوڑ دینا کہ اس میں خم آ جاتے نماز کے آداب کے خلاف ہے۔ اس سے پرہیز کریں۔ یا تو دونوں پاؤں پر برابر زور دیں۔ یا ایک پاؤں پر زور دیں تو اس طرح کہ دوسرا پاؤں میں خم پیدا نہ ہو، اور دونوں پاؤں کے لئے ایک دوسرا کے بال مقابل رہنے چاہئیں

ڈکار آئے تو ہوا کو پہلے مند میں جمع کر لیا جائے، پھر آہنہ سے بغیر آواز کے اس خارج کیا جائے۔ زور سے ڈکار لینا نماز کے آداب کے خلاف ہے۔

مسجدے میں جاتے وقت جب تک گھٹنے زین پر نہ لکھیں، اس وقت تک اوپر کے درجہ کو جھکانے سے حتی الامکان پرہیز کریں۔ آج کل مسجدے میں جانے کے اس مخصوص ادب سے بے پرواہی بہت عام ہو گئی ہے، اکثر لوگ شروع ہی سے سینہ آگے کو جھکا کر مسجدے میں جاتے ہیں،

ایک مسجدے سے اٹھ کر اطمینان سے، بایاں پاؤں پچھا کر اس پر دوز انبوثھیں، اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا کر لیں کہ اس کی انگلیاں مرکر قبلہ رخ ہو جائیں پھر دوسرا مسجدہ کریں۔ بعض لوگ دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان کی ایڑھیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں۔

بیٹھنے کے وقت دونوں ہاتھ را نوں پر رکھے ہونے چاہئیں، مگر انگلیاں گھنٹوں کی طرف لٹکی ہوئی نہ ہوں۔ بلکہ انگلیوں کے آخری سرے گھٹنے کے ابتدائی کنارے تک پہنچ جائیں۔ قدمے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہو گا جو مسجدوں کے پیچے میں بیٹھنے کا ذکر کیا گیا۔ دونوں طرف سلام پھیرتے وقت گردن کو اتنا موڑیں کہ پیچے بیٹھ آدمی کو آپ کے رخ مار نظر آجائیں۔ سلام پھیرتے وقت نظریں کندے کی طرف ہونی چاہئیں۔

مختصر آیہ کا ایسی بے جان اور بے روح نماز میں جو غفلت اور لاپرواہی سے ادا کی جاتی ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخ اور توہین کے متراود ہو جاتی ہے اور بالآخر جہاں کا باعث بن جاتی ہے اس سے فتحنے کی صورت یہ ہے کہ بیان کردہ احکام کی روشنی میں اپنی نمازوں کا جائزہ لیا جائے پھر جتنی کمی یا کسر پائی جائے اسے پورا کرنے کی کوشش فوراً شروع کی جائے تاکہ رفتہ رفتہ حق نماز پورا ادا کیا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے نوازے اور قول عمل میں اخلاص

نصیب فرمائے۔

مفسدات نماز

(یعنی نماز کو توڑنے والی چیزیں)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْتَهُمْ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاوَاتِ فِي الصَّلَاةِ أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ

سیدنا جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ نماز میں اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں ان کو اس سے رک جانا چاہتے ورنہ ان دیش ہے کہ ان کی نگاہ واپس نہ آئے۔

جس طرح نماز ادا کرنا اہم ہے، اسی طرح نماز کو صحیح وقت پر صحیح طریقہ سے ادا کرنا بھی انتہائی اہم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب بندہ اچھی طرح وضو کر کے صحیح وقت پر نماز ادا کرتا ہے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اچھی طرح قیام، رکوع اور سجدہ ادا کرتا ہے تو اس کی نماز نورانی اور خوب صورت شکل میں اس بندے کو یہ کہتے ہوئے اوپر جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے، جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔ (اس کے برخلاف) اگر کوئی شخص اچھی طرح وضو نہیں کرتا ہے، وقت پر نماز ادا نہیں کرتا ہے اور خشوع و خضوع کے ساتھ قیام، رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں کرتا ہے تو اس کی نماز اس پر یہ لعنت بھیجتے ہوئے اوپر جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بر باد کرے۔ جس طرح تو نے مجھے بر باد کیا۔ پھر وہ نماز جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اوپر جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ نماز گندے پلیتھرے میں لپیٹ کر اس بندے کے چہرہ پر پھینک دی جاتی ہے۔

اس لئے بعض ایسی چیزیں بیان کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے نمازوٹ جاتی ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے انہیں مفسدات نماز کہتے ہیں۔ مفسدات نماز یعنی ان میں سے کسی ایک چیز کے ارتکاب سے نماز فاسد ہو جاتی ہے:

۱۔ بات کرنا اگر کچھ بھول کر ہو یا غلطی سے ہو۔

۲۔ ایسی دعاماً نگنا جو لوگوں کی بات چیت کے مشاہد ہو۔

۳۔ کسی کو سلام کرنا اگر کچھ بھول کر ہو۔

- ۳۔ سلام کا زبان سے جواب دینا۔
- ۴۔ عمل کثیر یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس کے کرنے والے کو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔
- ۵۔ سینہ کو قبلہ سے پھیر دینا۔
- ۶۔ کسی چیز کا جو منہ سے باہر ہو کھانا اگرچہ تھوڑی ہو۔
- ۷۔ جو چیز دانتوں کے درمیان چلنے کے برابر ہواں کو کھالیتا۔
- ۸۔ پانی وغیرہ پینا۔
- ۹۔ بلا ضرورت کھانا رنا۔
- ۱۰۔ اف تق کہنا۔
- ۱۱۔ آہ کہنا۔
- ۱۲۔ اوہ کہنا۔
- ۱۳۔ تکلیف اور درد کی وجہ سے آواز سے روٹا۔
- ۱۴۔ چھینکنے والے کے جواب میں یہ حکم اللہ کہنا۔
- ۱۵۔ خدا کے شریک سے سوال کرنے والے کے جواب میں لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَبْرَى یا رَبِّ الْعَالَمِينَ کی بات سن کر اَعَلَّهُ وَأَنَّا لَيْلَهُ رَاجِحُونَ پڑھنا اور اچھی نہر سن کر اَخْمَدَ لِلَّهِ كَبْرَى اور تعجب کی بات پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْجُدُ لِلَّهِ پڑھنا۔
- ۱۶۔ کسی قرآن کی آیت کو خطاب اور جواب کی نیت سے پڑھنا۔
- ۱۷۔ تیم کرنے والے کا پانی پر قادر ہو جانا۔
- ۱۸۔ موزوں پر مسح کرنے والے کی مدت کا ختم ہو جانا۔
- ۱۹۔ موزوں کو نکال دینا اگرچہ فعل قلیل سے نکالا جائے۔
- ۲۰۔ ان پڑھ کا ایک آیت یاد کر لینا۔
- ۲۱۔ نگنے کو کپڑا مل جانا۔
- ۲۲۔ اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا رکوع سجدہ پر قادر ہو جانا۔
- ۲۳۔ صاحب ترتیب و فضانماز یاد آ جانا۔
- ۲۴۔ صاحب ترتیب و فضانماز یاد آ جانا۔

- ۲۵۔ جو امامت کے قابل نہ ہواں کو غلیقہ بنانا۔
- ۲۶۔ نماز فجر میں سورج بکل آنا۔
- ۲۷۔ عیدین کی نماز میں زوال ہو جانا۔
- ۲۸۔ جمعد کی نماز میں عصر کا وقت ہو جانا۔
- ۲۹۔ پٹی کا زخم سے اچھا ہو کر گرجانا۔
- ۳۰۔ مغذور کے غدر کا جاتارہنا۔
- ۳۱۔ قصد اوضو توڑ دینا یا کسی دوسرے کے فعل سے وضو ڈھاننا بخلافی نے کوئی چیز ماری اور خون بکل آیا۔
- ۳۲۔ بے ہوش ہو جانا۔
- ۳۳۔ پاگل ہو جانا۔
- ۳۴۔ نہانے کی حاجت ہو جانا۔
- ۳۵۔ رکوع سجدہ والی نماز میں کسی عورت کا ایک مکان میں بلا حائل کے مرد کے برابر کھڑا ہو جانا بشرطیکہ تحریم میں دونوں شریک ہوں اور ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں اور امام نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو۔
- ۳۶۔ اپنے امام کے علاوہ دوسرے شخص کو نماز میں غلطی بنانا۔
- ۳۷۔ اللہ آکبر کے ہزار میں مدد کرنا۔
- ۳۸۔ قرآن شریف دیکھ کر نماز میں پڑھنا۔
- ۳۹۔ ایک رکن کی مقدارست کا کھل جانا۔
- ۴۰۔ مفتندی کا امام سے پہلے کوئی رکن پورا کر لینا اور امام کے ساتھ بالکل شریک نہ ہونا۔
دعا ہے کہ الہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دینی بصیرت سے فواز سے اور قول عمل میں اخلاص نصیب فرمائے۔

مکروہاتِ نماز

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَهَىٰ هَاتِ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى

الشُّبُهَاتِ اسْتَبَرَأَ إِلَيْنَاهُ وَعَرَضَهُ وَمَنِ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”حلال و حرام کے درمیان کچھ مشتبہات میں جنہیں اکٹھوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ میں ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا۔“ دین اور عرف کو محفوظ کر لیا اور جو شبہ ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا۔

اس حدیث میں ”مشتبہات“ کے متعلق فرمایا گیا ہے حلال و حرام کے درمیان کچھ مشتبہات میں جنہیں اکٹھوگ نہیں جانتے، اور اس وجہ سے ان کے حلال یا حرام ہونے میں اشتباہ ہو جاتا ہے، اسی قسم کی چیزوں کو فتحاۓ کرام ”مکروہات“ بھی کہتے ہیں۔ اور فتحاۓ کرام نے قرآن و حدیث میں غور و فنکر کر کے احکام کی ان اقسام میں سے ہر ایک قسم کے لیے ایک مخصوص نام رکھ دیا تاکہ امت کے لیے ان کی پہچان میں اور ان پر عمل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور ان کو سمجھنے سمجھانا میں بھی سہولت و آسانی ہو۔ چنان پہنچ، واجب، منت، متحب وغیرہ یہ اصطلاحات فتحاۓ کرام نے قرآن و حدیث میں غور کر کے بیان کیں، انہیں مختلف اقسام کی پہچان کے لیے مقرر کیا جس کی وجہ سے آج امت کے لیے ان کی پہچان، ان پر عمل اور سمجھنا سمجھانا آسان ہے۔ احکام کی انہیں اقسام میں سے ایک قسم مکروہات بھی ہے۔

”مکروہ“ لغوی معنی کے اعتبار سے ”نالپندیدہ“ کو کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں مکروہ کی حقیقت اور تعریف کو سمجھنے کے لیے پہلے یہ تفصیل جانانہ وری ہے کہ اشیاء کے حکم کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔ بعض چیزوں میں جن کی ممانعت قرآن و حدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، ایسی چیزوں کو ”حرام“ کہا جاتا ہے۔☆ بعض چیزوں میں جن کی اجازت قرآن و حدیث سے واضح طور پر ثابت ہے یا ان کی ممانعت ثابت نہیں ہے، ایسی چیزوں کو ”حلال“ کہا جاتا ہے۔☆ بعض چیزوں میں جن کے متعلق اجازت اور ممانعت دونوں جانب کے دلائل موجود ہیں جس کی وجہ سے ان کو مکمل طور پر حلال کہا جا سکتا ہے نہ حرام کہا جاسکتا ہے، جو چیز اس قسم کی قبل سے ہواں کو ”مکروہ“ کہا جاتا ہے۔

مکروہ کے ساتھ بسا اوقات ”تنزیلی“ اور ”تحریمی“ کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں، اس بنا پر ان کی مختصر و فاخت بھی ضروری ہے۔ مکروہ کے بارے میں جیسا کہ معلوم ہوا، اس میں اجازت اور ممانعت دونوں جانب کے دلائل موجود ہوتے ہیں اور اس کی حلال اور حرام دونوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، اس لیے مکروہ کی اس اعتبار سے دو قسمیں ہیں: مکروہ تنزیلی اور مکروہ تحریمی

مکروہ تنزیلی، اس مکروہ کو کہتے ہیں جس میں ممانعت کے مقابلے میں اجازت کے دلائل غالب اور قوی ہوتے ہیں، اس بنا پر وہ حرام کے مقابلے میں حلال کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

مکروہ تحریمی، اس مکروہ کو کہتے ہیں جو اس کے عکس ہوتا ہے یعنی اس میں ممانعت کے دلائل

غالب اور قوی ہوتے ہیں اور اس وجہ سے وہ حرام کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

مکروہ تنزیلی کا حکم یہ ہے کہ اس سے اپنے آپ کو بچانا بہتر اور باعث اجر و ثواب ہے لیکن اگر اس کا ارتکاب ہو جائے تو کناہ نہیں ہوتا ہے۔ اور مکروہ تحریمی کا حکم یہ ہے کہ اس سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے اور اس کا مرتكب گناہ کا مستحق ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ شریعت کے احکام کے درجے اور مرتبے کے لحاظ سے مختلف قسمیں ہیں، مکروہ بھی ان اقسام میں سے ایک اہم قسم ہے۔

لہذا آج کے سبق میں نماز کے مکروہات بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔ کسی واجب یا سنت کو قصد اترک کرنا۔

۲۔ گردن موڑ کر دیکھنا۔

۳۔ کتنے کی طرح بیٹھنا۔

۴۔ دونوں آستینیوں کو چڑھانا۔

۵۔ گرتا کے موجود ہوتے ہوئے صرف لگنگی یا پا جامد سے نماز پڑھنا۔

۶۔ سلام کا جواب اشارہ سے دینا۔

۷۔ بلاعذر کے چارز انو بیٹھنا۔

۸۔ مرد کو بالوں کا چوتا باندھ کر نماز پڑھنا۔

۹۔ سر پر رومال ایسی طرح باندھنا کہ سر کا چیق کھلا رہے۔

۱۰۔ کپڑے کو ادھر ادھر سے اٹھانا یا ادھر ادھر کو لٹکا دینا اور غیر معتاد طریقہ پر پہننا۔

- ۱۱۔ دہنی بغل کے پیچے کو نکال کر بائیں موٹھے پر چادر ڈالنا۔
 - ۱۲۔ قراءت کو قیام میں پورا نہ کرنا کوئی میں جاتے ہوئے پورا کرنا۔
 - ۱۳۔ نفل کی پہلی رکعت کو طویل کرنا۔
 - ۱۴۔ دوسرا رکعت کو پہلی سے تمام نمازوں میں طویل کرنا۔
 - ۱۵۔ فرش کی ایک رکعت میں سورت کو مکر رپڑھنا۔
 - ۱۶۔ چھوٹی دو سورتوں کے درمیان ایک سورت چھوڑ کر پڑھنا۔
 - ۱۷۔ خوبصورت اسونگنا۔
 - ۱۸۔ اپنے پکڑے یا ٹیکھے سے ایک دو مرتبہ ہوا کرنا۔
 - ۱۹۔ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کو سجدہ وغیرہ میں قبلہ سے پھیرنا۔
 - ۲۰۔ کوئی میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر نذر کھانا۔
 - ۲۱۔ جماعتی لینا۔ ۲۲۔ دونوں آنکھوں کو بند کرنا۔ ۲۳۔ آسمان کی طرف دیکھنا۔
 - ۲۴۔ انگوٹی لینا۔ ۲۵۔ عمل قبیل یعنی تھوڑا سا کام کرنا۔
 - ۲۶۔ جوں کو پکڑنا اور مارنا مگر جب پریشان کرے تو مکروہ نہیں۔ ۲۷۔ ناک اور منہ کو ڈھکنا۔
 - ۲۸۔ منہ میں کوئی ایسی چیز رکھنا جو قراءت ممنوعہ سے مانع ہو۔
 - ۲۹۔ سجدہ صاف کے پیچے پر یا تصویر پر کرنا۔ ۳۰۔ بلا غرض پیشانی پر سجدہ کرنا۔
- اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين

نماز کا بیان سبق نمبر 17:

نماز کی مسنون ترکیب (پہلا حصہ)

عَنْ أَنَّسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَلِّيَ ذَرَّيْهَا مَيْهَهُ أَذْنَيْهُ ثُمَّ يَقُولُ سُجْنًاكَ اللَّهُمَّ اخْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو
مکبیر کہتے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے، یہاں تک کہ انگوٹھوں کو کانوں کو برابر کرتے تھے، پھر بجانک
اللہم آخْرِتْكَ پڑھتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”صلو کہا ائتمونی اصلی“ بخاری نماز
اس طرح پڑھو جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے اپنا بدن حدث اکبر اور حدث اصغر اور ظاہری ناپاکی سے پاک
کرو، اور پاک کپڑے پہن کر پاک جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑے ہو کہ دونوں قدموں
کے درمیان چار انگلی یا اس کے قریب قریب فاصلہ رہے، پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قلبے کی جانب رہے،
اور دونوں پاؤں سیدھے قبلہ رخ رہیں (پاؤں کو دائیں باائیں ترچھا کھانا خلاف سنت ہے) دونوں پاؤں قبلہ
رخ ہونے چاہئیں۔ اگر جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ کی صفت سیدھی رہے، صفت یہی کرنے کا
بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی دونوں ایڈھیوں کے آخری سرے صفت یا اس کے نشان کے آخری
کنارے پر رکھ لے۔ جماعت کی صورت میں اس بات کا بھی اطیبان کر لیں کہ دائیں باائیں کھڑے ہونے
والوں کے بازوؤں کے ساتھ آپ کے بازو ملے ہوئے ہیں، اور بیچ میں کوئی غلطیں ہے۔ لیکن خلا کو پر
کرنے کے لئے اتنی تنگی بھی نہ کی جائے کہ اطیبان سے کھڑا ہونا مشکل ہو جائے۔ پاجامے کو ٹھنے سے ٹپخے لکانا
ہر حالت میں ناجائز ہے؛ ظاہر ہے کہ نماز میں اس کی شاعت اور بڑھ جاتی ہے، لہذا اس کا اطیبان کر لیں کہ
پاجامہ ٹھنے سے اونچا ہے۔ ہاتھ کی آستینیں پوری طرح ڈھکی ہوئی ہوئی چاہئیں، صرف ہاتھ کھلے رہیں، بعض
لوگ آستینیں چڑھا کر نماز پڑھتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں۔ ایسے کپڑے پہن کر نماز میں کھڑا ہونا مکروہ
ہے جنہیں پہن کر انسان لوگوں کے سامنے نہ جاتا ہو۔

پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل سے کرو مثلاً یہ فخر کی نماز خدا کے واسطے پڑھتا ہوں اور

زبان سے بھی بہہ لے تو اچھا ہے ہاتھ کا نوں تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلوں کا رخ قلبے کی طرف ہو، اور انگوٹھوں کے سرے کان کی لو سے یا تو بالکل مل جائیں، یا اس کے برابر آجائیں، اور باقی انگلیاں اوپر کی طرف سیدھی ہوں، بعض لوگ ہتھیلوں کا رخ قلبے کی طرف کرنے کی بجائے کانوں کی طرف کر لیتے ہیں۔ بعض لوگ کانوں کو ہاتھوں سے بالکل ڈھک لیتے ہیں، بعض لوگ ہاتھ پوری طرح کانوں تک اٹھائے بغیر ہلا اشارہ سا کر دیتے ہیں، بعض لوگ کان کی لوکھا تھوں سے پکولیتے ہیں۔ یہ سب طریقے غلط اور خلاف سنت ہیں ان کو چھوڑ ناجاہم ہے۔

ہاتھ اٹھاتے وقت تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہیں، پھر دایں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں پنجھے کے گرد حلقو بنا کر اسے پکولیں اور باقی تین انگلوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح پھیلا دیں کہ تینوں انگلیوں کا رخ کہنی کی طرف رہے۔ دونوں ہاتھوں کو ناف سے ذرا سانچے رکھ کر منکورہ بالا طریقہ سے باندھ لیں۔ اور کھڑے ہونے کی حالت میں نظریں سجدے کی جگہ پر رکھیں، ادھراً حسرہ یا سامنے دیکھنے سے پرہیز کریں۔

حضرت وائل بن جحیر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے نماز میں اپنادایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے پنجھ رکھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ دایں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے پنجھ رکھا جائے۔ فائدہ: نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا نبی علیہ السلام تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان و تابعین و قیع تابعین میں سے کسی ایک سے بھی بندھج شج ثابت نہیں۔

نوٹ: ائمہ اربعہ (امام ابوحنیف، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل حنبل حنفی اللہ تعالیٰ) میں سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا کوئی بھی قائل نہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شرح مسلم للنوفیٰ "مع مسلم ج 1 ص 173 مکتبہ قدیمی کتب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں نماز اس شخص (امام و منفرد) کی جو سورہ فاتحہ کی قرات نہ کرے۔ یعنی اگر کیلے نماز پڑھ رہے ہوں، یا امامت کر رہے ہوں تو پہلے بھا نک اللہم، پھر سورہ فاتحہ، پھر کوئی اور سورت پڑھیں، اور اگر کسی امام کے پیچھے ہوں تو صرف سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَسَبَّحَنَكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدَّكَ وَلَا أَلَّةَ غَيْرُكَ، پڑھ کر خاموش ہو جائیں، اور امام کی قرات کو

دھیان لَا کرئیں۔ اگر امام زور سے نہ پڑھ رہا ہو تو زبان بلاستے بغیر دل ہی دل میں سورہ فاتحہ کا دھیان کئے رکھیں۔

نماز میں قرات کے لئے ضروری ہے کہ زبان اور ہونٹوں کو حرکت دے کر قرات کی جائے، بلکہ اس طرح کی جائے کہ خود پڑھنے والا اس کو سن سکے۔ بعض لوگ اس طرح قرات کرتے ہیں کہ زبان اور ہونٹ حرکت نہیں کرتے یہ طریقہ درست نہیں۔ بعض لوگ قرات کے بجائے دل ہی دل میں الفاظ کا تصور کر لیتے ہیں اس طرح بھی نماز نہیں ہوتی۔ اور ہر رکعت کے شروع میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں۔ بسم اللہ ہر رکعت کے اول میں پڑھے یعنی الحمد سے پہلے پڑھے اسی پر فتویٰ ہے۔ بسم اللہ کے بعد الحمد شریف (سورہ فاتحہ) پڑھے جبکہ وہ منفرد یا امام ہو اور مقتدى نہ پڑھے۔ اور جب خود قرات کر رہے ہوں تو سورہ فاتحہ پڑھتے وقت بہتر یہ ہے کہ ہر آیت پر کر کر سانس توڑ دیں، پھر دوسرا آیت پڑھیں، بھی بھی آیتیں ایک سانس میں نہ پڑھیں۔ مثلاً الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پر سانس توڑ دیں۔ پھر الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ پر، پھر مَالِكُ يَوْمِ الدِّينِ پر، إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اہدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پر اس طرح پوری سورہ فاتحہ پڑھیں، لیکن اس کے بعد کی قرات میں ایک سانس میں ایک سے زیادہ آیتیں بھی پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور جب سورہ فاتحہ ختم کر لے تو آہستہ سے آمین کہے خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا امام یا مقتدى ہو اس کے معنی میں، اے اللہ تو ہماری دعائیں قبول کر۔ فاتحہ اور سورہ کے درمیان میں بسم اللہ پڑھنا سنت نہیں ہے خواہ نماز سری ہو، یہی صحیح ہے لیکن مکروہ بالاتفاق نہیں بلکہ سورہ سے پہلے آہستہ پڑھنا منتخب ہے اگرچہ جہری نماز ہو، البته اگر سورہ کی جبکہ آیات پڑھنے تو اس کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق سنت نہیں ہے۔ جب سورہ فاتحہ ختم کرلو تو آہستہ سے آمین کہو، پھر کوئی سورت: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوا أَحَدٌ یا بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھو، لیکن اگر تم امام کے پیچے نماز پڑھ رہے ہو تو خاموش کھڑے رہو تعاوذاً اور تسلیمہ اور سورہ فاتحہ اور سورت پچھنہ پڑھو۔ قراءت صاف اور صحیح صحیح پڑھو، جلدی نہ کرو۔ اور ہر مسلمان مرد و عورت کو نماز میں قرات کیلئے آخری پارے کی آخری دس صورتیں یاد کرنا لازم ہیں اور بعض علمائے امت کے نزدیک اتنا حصہ قرآن پاک کا حفظ یاد کرنا فرض ہے، جس سے نماز صحیح ہو سکے

اس کا ضروراً ہتمام کریں۔

بغیر کسی ضرورت کے جسم کے کسی حصے کو حرکت نہ دیں، عتنے سکون کے ساتھ کھڑے ہوں، اتنا ہی بہتر ہے، اگرچہ جلی وغیرہ کی ضرورت ہو تو صرف ایک ہاتھ استعمال کریں اور وہ بھی صرف سخت ضرورت کے وقت اور کم سے کم جسم کا سارا ذریعہ پاؤں پر دے کر دوسرا پاؤں کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ اس میں خم آجائے نماز کے آداب کے خلاف ہے۔ اس سے پر ہیز کریں۔ یا دونوں پاؤں پر ابر زور دیں۔ یا ایک پاؤں پر زور دیں تو اس طرح کہ دوسرا پے پاؤں میں خم پیدا نہ ہو۔ جمائی آنے لگے تو اس کو روکنے کی پوری کوشش کریں۔ ڈکار آئے تو ہوا کو پہلے منہ میں جمع کر لیا جائے، پھر آہستہ سے بغیر آواز کے اس خارج کیا جائے۔ زور سے ڈکار لینا نماز کے آداب کے خلاف ہے۔

پھر اللہ آنکہ بزر کہتے ہوئے رکوع کرو۔ اور رکوع میں جاتے وقت ان باتوں کا خاص خیال رکھیں۔ اپنے اوپر کے دھڑکو اس حد تک جھکائیں کہ گردن اور پشت تقریباً ایک سطح پر آجائے، نہ اس سے زیادہ جھکیں، نہ اس سے کم۔ رکوع کی حالت میں گردن کو اتنا نہ جھکائیں کہ ٹھوڑی سینے سے ملنے لگے اور نہ اتنا اوپر رکھیں کہ گردن کمر سے بلند ہو جائے، بلکہ گردن اور کم ایک سطح پر ہوئی چھاہئے۔ رکوع میں پاؤں سیدھے رکھیں ان میں خم نہ ہونا چاہئے۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھیں کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ہٹلی ہوئی ہوں یعنی ہر دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ ہو، اور اس طرح دائیں ہاتھ سے دائیں گھٹنے کو اور بائیں سے بائیں گھٹنے کو پکولیں۔ رکوع کی حالت میں کلامیاں اور بازو سیدھے تنتہ ہوئے رہنے چاہئیں، ان میں خم نہیں آنا چاہئے۔ کم از کم اتنی دیر رکوع میں رکیں کہ اطمینان سے تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّ الْعَظِيمِ کہا جاسکے۔ رکوع کی حالت میں نظر میں پاؤں کی طرف ہوئی پائیں۔ دونوں پاؤں پر زور بر برہنا چاہئے، اور دونوں پاؤں کے لٹخنے ایک دوسرے کے مقابلہ رہنے چاہئیں۔

پھر تسمیع یعنی: سَمْعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَہ کہتے ہوئے سیدھا کھڑے تو جائیں۔ اور اگر امام کے پیچھے ہو تو صرف تَحْمِيد: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھیں۔ اور اگر تنہ نماز پڑھو تو پھر تسمیع اور تحمید دونوں پڑھو۔ اور امام صرف تسمیع پڑھے اور مقدمی صرف تحمید پڑھے اور منفرد تسمیع تحمید دونوں پڑھے۔ رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اتنے سیدھے ہو جائیں کہ جسم میں کوئی خم باقی نہ رہے۔ اور اس کے بعد قدمی دعا پڑھو: حَمْدًا كَثِيرًا طَبِيبًا مُبَارَّ كَافِيَہ اس حالت میں بھی نظر سجدے کی جگہ رہنی چاہئے بعض لوگ کھڑے

ہوتے وقت کھڑے ہونے کے بجائے کھڑے ہونے کا صرف اشارہ کرتے ہیں، اور جسم کے جھکاؤ کی حالت ہی میں سجدے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ ان کے ذمے نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے، لہذا اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں۔ جب تک سیدے ہونے کا طینان نہ ہو جائے سجدے میں نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین



نماز کا بیان سبق نمبر 18:

نماز کی مسنون ترکیب (دوسرے حصہ)

عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُظْلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

يَقُولُ: إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَهُ سَبْعَةُ آرَابٍ: وَجْهُهُ وَكَفَّاهُ وَرُبْتَاهُ وَقَدْمَاهُ.

سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلبؑ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنایا: جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء: چہروں دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنے اور دونوں قدم سجدہ کرتے ہیں۔ پھرہ میں پیشانی اور ناک دونوں داخل میں سجدے میں پیشانی کا زین پر لگنا ضروری ہے اس کے بغیر سجدے کا مفہوم پورے طور سے ادا نہیں ہوتا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی پس انہوں نے رفع یہ میں نہیں کیا مگر صرف شروع نماز میں سننDarqani ج 1 ص 592

حضرت براء بن عاذبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفع یہ میں کیا جب نماز شروع کی پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع یہ میں نہیں کیا۔ سنن ابی داؤد ج 1 ص 116 مکتبہ امدادیہ ملتان

سجدے میں جاتے وقت اس طریقے کا خیال رکھیں کہ سب سے پہلے گھٹنوں کو خمدے کر انہیں زمین کی طرف اس طرح لے جائیں کہ سینہ آگے کو نہ جھکے۔ جب گھٹنے زمین پر تک جائیں اس کے بعد سینے کو جھکائیں۔ جب تک گھٹنے زمین پر نہیں، اس وقت تک اوپر کے دروازے کو جھکانے سے حتی الامکان پر ہیز کریں۔ آج کل سجدے میں جانے کے اس مخصوص ادب سے بے پرواہی بہت عام ہو گئی ہے، اکثر لوگ شروع یہی سے سینہ آگے کو جھکا کر سجدے میں جاتے ہیں، بغیر کسی عذر کے اس کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ گھٹنوں کے بعد پہلے ہاتھ زمین پر رکھیں، پھر ناک، پھر پیشانی۔

سجدے میں سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھیں کہ دونوں انگوٹھوں کے سرے کا نوں کی لو کے سامنے ہو جائیں۔ سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند ہونی چاہئیں، یعنی انگلیاں بالکل ملنی ہوں، اور ان کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔ انگلیوں کا رخ قبل کی طرف ہو ناچاہئے۔ کہنیاں زمین سے سے

اٹھی ہوئی چاہتیں، کہنیوں کو زمین پر ٹیکنا درست نہیں۔ دونوں بازوں پہلووں سے الگ ہٹئے ہوئے ہونے چاہتیں، انہیں پہلووں سے بالکل ملا کر نہ رکھیں۔ کہنیوں کو دائیں بائیں اتنی دور تک بھی نہ پھیلایں، جس سے برادر کے نماز پڑھنے والوں کو تکلیف ہو۔ رائیں پیٹ سے ملی ہوئی نہیں ہوئی چاہتیں، پیٹ اور رائیں الگ الگ رکھی جائیں۔ پورے سجدے کے دوران ناکے زمین پر ٹھیک رہے زمین سے نداٹھے۔ دونوں پاؤں اس طرح کھڑے رکھے جائیں کہ ایڑھیاں اوپر ہوں، اور تمام انگلیاں اچھی طرح مڑکر قبلہ رخ ہو گئی ہوں، جو لوگ اپنے پاؤں کی بناوٹ کی وجہ سے تمام انگلیاں موڑ نے پر قادر نہ ہوں وہ جتنی موڑ سکیں، اتنی موڑ نے کا اہتمام کریں، بلا وجہ انگلیوں کو سیدھا زمین پر ٹیکنا درست نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ناک اور پیشانی کو خوب ٹکرایا کہ زمین پر رکھتے اور بازو پہلو سے جدا کرتے اور ہمچیلیاں کندھوں کے برادر کرتے۔ اس لئے اس بات کا خیال رکھیں کہ سجدے کے دوران پاؤں زمین سے اٹھنے نہ پائیں، بعض لوگ اس طرح سجدہ کرتے ہیں کہ پاؤں کی کوئی انگلی ایک لمحہ کیلئے بھی زمین پر نہیں لٹکتی۔ اس طرح سجدہ ادا نہیں ہوتا اور تجھتاً نماز بھی نہیں ہوتی، اس اہتمام کے ساتھ پرہیز کریں۔

سجدے کی حالت میں کم از کم اتنی دیر گزاریں کہ تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّ الْأَعْلَمِ اطیبان کے ساتھ کہہ سکیں۔ پیشانی ٹیکتے ہی فوراً اٹھا لینا ناجائز ہے۔

ایک سجدے سے اٹھ کر اٹھیان سے دوز انوید ہے پیٹھ جائیں۔ پھر دوسرا سجدہ کریں، ذرا سسر اٹھا کر سیدھے ہوئے بغیر دوسرا سجدہ کر لینا گناہ ہے اور اس طرح کرنے سے نماز کا لوثانا واجب ہو جاتا ہے۔

بایاں پاؤں پچھا کر اس پیٹھیں، اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا کر لیں کہ اس کی انگلیاں مڑکر قبلہ رخ ہو جائیں۔ بعض لوگ دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان کی ایڑھیوں پر پیٹھ جاتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں۔

بیٹھنے کے وقت دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے ہونے چاہتیں، مگر انگلیاں گھنٹوں کی طرف لٹکی ہوئی نہ ہوں۔ بلکہ انگلیوں کے آخری سرے گھنٹے کے ابتدائی کنارے تک پہنچ جائیں۔

بیٹھنے کے وقت نظر میں اپنی گود کی طرف ہوئی چاہتیں۔

اتنی دیتی ٹھیں کہ اس میں کم از کم ایک مرتبہ سچان اللہ کہا جا سکے، اور اگر انہی دیتی ٹھیں کہ اس میں: **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاعْفُوْنِي وَاجْبُرْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي** (ترمذی) پڑھی جاسکے تو بہتر ہے اگر کوئی شخص انفرادی طور پر فرض نماز ادا کر رہا ہو، یا سنتیں ادا کر رہا ہو چاہے مونکہ ہوں یا غیر مونکہ اس کے لیے دونوں سجدوں کے درمیان منذورہ دعا پڑھنا جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان منذورہ دعائیں: ابو اودہ، السنن، تجارت الصلاۃ، باب الدعایین السجدتین، 1: 322، رقم: 850۔

دوسرے سجدے میں بھی اس طرح جائیں کہ پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں، پھر ناک، پھر پیشانی سجدے کی بیہیت وہی ہوئی چاہتے ہو جو پہلے سجدے میں بیان کی گئی۔ سجدے سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی زمین سے اٹھائیں، پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔ اٹھتے وقت زمین کا سہارانہ لینا بہتر ہے۔ لیکن اگر جسم بھاری ہو یا یہماری یا بڑھاپے کی وجہ سے مشکل ہو تو سہارا لینا بھی جائز ہے۔

قدے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہو گا جو سجدوں کے بینے میں بیٹھنے کا ذکر کیا گیا۔

الْتَّحِيَاتُ إِلَهٰ وَالصَّلُوتُ وَالطَّيْبَاتُ، الْسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيَّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، الْسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الظَّلِيلِينَ، أَشْهَدُ أَنَّ لَلَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. پڑھنے اور جب آشہدُ اَنَّ لَّا اَلَّا پڑھنچیں تو شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کریں اور **إِلَّا اللَّهُ** پر گردیں۔ اشارے کا طریقہ یہ ہے کہ بینے کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقة بائیں، چنگلی اور اس کے برابر والی انگلی بند کر لیں، اور شہادت کی انگلی کو اس طرح اٹھائیں کہ انگلی قبلے کی طرف بھی ہوئی ہو۔ بالکل سیدھی آسمان کی طرف داٹھائی جائے۔ الا اللہ کہتے وقت شہادت کی انگلی تو پیچے کر لیں، لیکن باقی انگلیوں کی جو بیہیت اشارے کے وقت بنائی تھی، اس کو آخر تک برقرار رکھیں۔

اگر دور کعت والی نماز ہے احتیات کے بعد درج ذیل درود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے اگر تین یا چار کعت والی نماز ہے تو پھر احتیات پڑھ کر اللہ انہیز کہتے ہوئے تیری کعت کملئے کھڑا ہو جائے۔ اور بسم اللہ پڑھ کر صرف الحمد شریف پڑھے اور کوئی میں چلا جائے اسی طرح پوچھی کعت پوری کرے، پاں اگر چار کعت والی نماز سنت نفل یا تین و تین تو تیری اور پوچھی کعت میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ بھی ملائے۔ اگر یہ نماز چار کعت یا تین کعت والی ہے تو احتیات صرف عبیدہ و رسوؤلؐ تک پڑھے، اگر غلطی سے فرض

واجب یا سنت مؤکدہ کے درمیانی احتیات میں درود شریف اللہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ مُحَمَّدٍ تک یا اس سے زیادہ پڑھ لے تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا اگر اس سے کم پڑھا تو سجدہ سہو نہ آتے گا۔ فرض نماز کی تیسری اور پچھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ نہ ملائے اگر کوئی غلطی سے سورۃ ملا لے تو نماز ہو جائے گی اور سجدہ سہو بھی نہ کرنا پڑے گا۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ، تین یا چار رکعت والی نماز کے بعد اخیرہ میں ہمیشہ درود

اب رَّبِّہِی می پڑھتے جو درج ذیل ہے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ حَمِيدٌ۔ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ حَمِيدٌ۔

درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھیں: بِرَبِّ الْجَلْنِيْ مُقِيمِ الصَّلَوةِ وَمِنْ ذُرِّيْتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَهُ رَبَّنَا أَغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَتِيْ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُومُ الْجَسَابُ ۝

سلام پھیرتے وقت: دونوں طرف سلام پھیرتے وقت گردن کو اتنا مورثیں کہ پچھے بٹھے آدمی کو آپ کے رخسار نظر آجائیں۔ سلام پھیرتے وقت نظریں کندے کی طرف ہوئی چائیں۔ جب دائیں طرف گردن پھیر کر اللَّهُمَّ عَأَنِّيْ كُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ كُمْ تُؤْمِنْتَ كَمْ تُؤْمِنْتَ كَمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ كُمْ تُؤْمِنْتَ كَمْ تُؤْمِنْتَ کی نیت کریں۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے سوال کرو تو ہاتھوں کی تھیسیلیوں کو سامنے رکھ کر سوال کرو ہاتھوں کی پشت کو سامنے نہ رکھو۔ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے جائیں کہ وہ سینے کے سامنے آجائیں، دونوں ہاتھوں کے درمیان معمولی سافاصلہ ہو، نہ ہاتھوں کو بالکل ملا جائیں، اور نہ دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ رکھیں۔ دعا کرتے وقت ہاتھوں کے اندر وہی حصے کو چھرے کے سامنے رکھیں: ہر فرض نماز کے بعد سلام پھیر کر تین بار آسْتَغْفِرُ اللَّهَ تَبَّعَہ کریں دعا پڑھیں اللَّهُمَّ آتَ اللَّهَ سَلَامٌ وَمِنْكَ السَّلَامٌ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (مسلم و ترمذی ابص ۶۶)

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز کا بیان سبق نمبر 19:

فرض نماز کے بعد کے اذ کار

عن أبي أُمامَةَ الْبَاهْلِيِّ رضي الله عنه، قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٌ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ

سیدنا حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے تو اس کو جنت میں داخل ہونے کے لیے بجز موت کے کوئی مانع نہیں ہے۔

فرض نماز کے بعد مسنون ذکر کا لیے انداز اور طریقہ سے ہونا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ واضح رہے کہ فرض نمازوں کے بعد مختلف دعائیں اور آذ کار احادیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان میں سے بعض مختصر ہیں اور بعض طویل ہیں، اور حسب موقع اور ضرورت اُن سب کو یا ان میں سے بعض کو نمازوں کے بعد پڑھنے کی اجازت ہے، البتہ جن نمازوں کے بعد مسنون مذکور ہیں، ان میں طویل و غافل اور دعاوں کا وقفہ نہ کرنا افضل ہے، اس لیے اولی و افضل یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد مختصر دعا کر کے سنن ادا کی جائیں اور بقیہ آذ کار سنتوں کے بعد پڑھنے ہے جائیں، اور سنتوں کے بعد پڑھنے والے آذ کار بھی فرائض کی بعد ہی شمار ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے لکڑی کے اس منبر پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے تھا: ”جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے، اسے جنت میں داخلے سے سوائے موت کے کوئی چیز نہیں روکتی اور جو اپنے بترا پر جاتے وقت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر اور اس کے پڑوس کے گھر اور اس کے ارد گرد سارے گھروں کو امن دیتا ہے۔“

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر سر چیز کی ایک کوہاں ہوتی ہے اور قرآن کی سورۃ البقرۃ ہے اور اس میں ایک آیت جو قرآن کی سب آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے۔ (ترمذی: ابواب التفسیر)

سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار (امتنان اللہ) کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔

"اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْكَرَامَ"

اے اللہ! تو سلامتی والا ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اے جلال اور عزت والے تو برکت والا ہے۔

سیدنا معاویہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے:

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَاحَيْنِ مِنْكَ أَجْنَاحُ"

"ایک اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور تعریف بھی اسی کے لیے ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روک دے اسے دے کوئی نہیں سکتا اور کسی بڑے کو اس کی بڑائی تیری گرفت سے نہیں بچا سکتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تینیں (33) مرتب (سجان)
اللہ) اور تینیں (33) مرتبہ (الحمد لله) تینیں (33) مرتبہ (الله اکبر) کہے اور سو کاعد مکمل کرنے کے لیے ایک مرتبہ یہ کلمات پڑھے۔

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

قدیر"

"ایک اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور تعریف بھی اسی کے لیے ہے اور وہی ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ "تو اگر اس کے سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں گے تو معاف کردیے جائیں گے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ غلام اور باندیاں آئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ دیا کہ اس موقع پر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حبا کر ایک

غادمہ کا مطالبه کرو، جو تمہاری گھر یا ضروریات میں تمہارے ساتھ تعاون کر سکے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسی غرض سے حضوراً کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے، اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپس آگئیں۔ بعد میں حضوراً کرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضوراً کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ بیٹی فاطمہ! تم اس وقت مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو حیا کی بنا پر خاموش رہیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! چسکی میپنے کی وجہ سے فاطمہ کے ہاتھوں میں چھالے اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے جسم پر شان پڑ گئے ہیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غادم ہیں تو میں نے ہی ان کو مسحورہ دیا تھا کہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادم طلب کر لیں تاکہ اس مشقت سے بچ سکیں۔ حضوراً کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تمہیں ایک ایسی چیز مدد بتا دوں جو تمہارے لئے خادم سے ہستردے۔ جب تم رات کو سونے لگو تو 33 مرتبہ بجان اللہ، 3 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد ح 2 ص 64) غرضیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چیزیتی بیٹی کو غادم یا غادمہ نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا بہترین بدله یعنی تسبیحات عطا فرمائیں، ان تسبیحات کو امت مسلمہ تسبیح فاطمی کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن زیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات پڑھتے:

سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے فخر کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اسی حالت میں بیٹھنے پڑھنے اور دنیاوی کلام کیسے بغیر درج ذیل کلمات "دس مرتبہ" پڑھے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے اور دس درجے بلند ہو جائیں گے اس کا سارا دن ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ ہو گا وہ شخص شیطان سے مامون ہو گا شرک کے سوا کوئی نکناہ اس کے قریب تک نہ پھٹکے گا۔ کلمات یہ ہیں۔

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يَحْيِي وَيَمْبَتُ وَهُوَ عَلَى

کل شیء قدیر"

علاوہ ازاں مغرب اور فجر کی نماز کے بعد:

اللَّهُمَّ أَجْرِنِي مِنَ النَّارِ إِلَيْ إِمْجَاهِ آگٍ سَعْيًا بِچَانَا کے کلمات بھی سات مرتبہ پڑھ جائیں۔

پھر آیتِ الکرسی سورۃ اخلاص سورہ فتن اور سورۃ ناس پڑھے۔ [13] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد آیتِ الکرسی پڑھے گا تو اس کے جنت میں داخل ہونے کے لیے موت کے دوا اور کوئی شے رکاوٹ نہ ہوگی۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے:

أَمْرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ إِلَيْهِ مَعْوذَةَ تَبَّاعَ فِي دُبْرِ كُلِّ صَلَوةٍ^۱
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر نماز کے بعد معوذات (سورۃ اخلاص، سورۃ فتن اور سورۃ ناس) پڑھنے کا حکم دیا۔

مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہوا کہ فرش نمازوں کے بعد اذ کار منکورہ مسنون اور مشروع ہیں اور انھیں پڑھنے کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے لہذا ہمیں چاہیے کہ مسنون طریقے سے ان وظائف کو پڑھنے کا اہتمام کریں یہاں کار نماز کے فرما بعده نماز کے مقام سے کھڑا ہونے سے قبل ادا کرنے چاہئیں جس کی ترتیب اس طرح ہو سکتی ہے۔

قرآن کو پڑھیے سمجھنے اس پر عمل پیرا ہوئے یہی کامیابی ہے آپ کو پڑھنے سمجھنے میں وقت ہوتا ہے علماء کرام سے رابطہ تکھنے اور اسے دل لٹک کر سمجھنے کیونکہ قبر کی ان سخنیوں اور آخرت کے ان مرحل میں کوئی دنیاوی ڈگریاں کام نہیں آئیں گی اگر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ قرآن کا سمجھنا سکھانا اور اس پر عمل پیرا ہونا

ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو ہمارے لیے جست بنائے۔ (آمین)

نماز کا بیان سبق نمبر 20:

جماعت کی نماز میں صفت بندی کا مسنون طریقہ

عَنْ أَنَّسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَوْءُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَشْوِيهَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ.

سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صفوں کا برابر کھنہ نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔

اسلام ایک منظم و کامل دین ہے، اس کی تمام تعلیمات میں فلم و ضبط، اجتماعیت اور اتفاق و اتحاد کی عمدہ تربیت دی گئی ہے، جس کا اعلیٰ نمونہ نماز میں نظر آتا ہے۔ لہذا لوگوں کو ان کے تمام اجتماعات میں منظم رکھنے کے لیے صفت بندی کی تعلیمات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنے پر خصوصی توجہ دلائی ہے اور اسے "حسن صلوٰۃ" اور "اتمام صلوٰۃ" قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز میں صفت کو درست کرو اس لئے کہ صفت کو درست کرنا نماز کے محاذ میں سے ہے۔ (صحیح البخاری: ج 1

صل 100 باب اقامۃ الصفت من تمام الصلاۃ)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو برابر کرو، کیوں کہ صفت کا سیدھا کرنا نماز کے مکمل ہونے کا جزو ہے۔ (صحیح مسلم) حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا اور برابر کرتے گویا کہ ان کے ذریعے آپ ﷺ تیروں کو سیدھا کریں گے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو خیال ہو گیا کہ اب ہم سمجھ گئے (کہ یہیں کس طرح برابر ہونا چاہیے) اس کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لیے اپنی بجائے پرکھڑے بھی ہو گئے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ ﷺ نماز شروع فرمادیں کہ آپ ﷺ کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جس کا سینہ صفت سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے بندو، اپنی صفوں کو سیدھا اور بالکل برابر کرو، ورنہ اللہ تمہارے رخ ایک دوسرے کے مقابل کر دے گا۔ (صحیح مسلم) ان احادیث سے پتا پلتا ہے کہ دوران نماز صفوں کو درست، سیدھا اور برابر کرنے کی کس قدر تاکید ہے۔

حضرت نعمن بن بشیرؓ کی روایت کامفہوم یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ صاحب کرامؓ کی صفتیں اس قدر سیدھی اور برابر کرنے کی کوشش فرماتے تھے کہ ان میں کوئی سوت برابر بھی آگے پیچھے نہ رہنے پائے، یہاں تک کہ طویل مدت کی مسلسل کوشش اور تربیت کے بعد آپ ﷺ کو اطیمان ہو گیا کہ اب انہیں صفت بندی کا طریقہ آگھیا ہے، لیکن اس کے بعد جب ایک دن آپ ﷺ نے اس معاملے میں ایک بندے کی کوتاہی دیکھی تو پڑ جال انداز میں فرمایا میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اگر صفوں کو سیدھا اور برابر کرنے میں تم لا پروائی اور کوتاہی کرو گے تو اللہ اس کی سزا میں تمہارے رخ ایک دوسرا سے مختلف کردے گا یعنی تمہاری وحدت اور اجتماعیت پارہ پارہ کر دی جائے گی اور تم میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ (معارف الحدیث)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو تم میں کندھوں کے اعتبار سے زم ہو (یعنی کندھوں کو نماز میں اس طرح سخت کر کے نہ رکھے کہ دائیں بایں والے کو ایذا ہو۔) (صحیح ابن خزیمہ) حضرت عربان بن ساریہؓ راوی یہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلی صفت (والوں) کے لیے تین مرتبہ اور دوسری صفت (والوں) کے لیے ایک مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ) حضرت حکم بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں قدرت ہو تو (صفت اول میں) امام کے پیچھے کھڑے ہوا کرو (یعنی عین امام کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوا کرو) اور (راوی) نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسی نبی کریم ﷺ کے پیچھے (نماز میں کھڑے) ہوا کرتے تھے۔ (یہیقی)

نماز باجماعت میں صفت بندی کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنے کندھوں کو ملا کر کھڑے ہو جائیں، پاؤں کی ایڑیوں کے پچھلے حصہ کے صفت کے پچھلے حصے پر رکھ لیں تو صفت سیدھی ہو جائے گی۔

احادیث اور فقہ کی کتابوں میں صفت بندی کی ترتیب یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلا مقتضی امام کے پیچھے کھڑا ہو، اس کے بعد آنے والا شخص پہلی مقتضی کی دائیں جانب سے، پھر بایں جانب، پھر دائیں جانب پھر بایں جانب، اس طرح جب پہلی صفت مکمل ہو جائے اس کے بعد دوسری صفت بنائی جائے، اس کے بعد تیسرا، جو تھی صفت بنائی جائے الگی صفت میں جگہ غالی ہوتے ہوئے پچھلی صفت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اسی طرح درمیان میں ایک مکمل یا کمی صفت غالی چھوڑ کر پیچھے کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ ہے یعنی نماز ہو جائے گی لیکن ثواب میں کمی ہو گی اور اگر مانع اقتداء کوئی چیز پائی گئی مثلاً درمیان میں شارع عام حائل

ہے اور اس حائل کے بعد کوئی شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور درمیان میں صفوں کا تسلسل بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اقتداء درست نہ ہوگی، اور ہر صفت کی ترتیب میں شرعی طریقہ یہ ہے کہ پہلے آنے والا شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو، دوسرا نمبر پر آنے والا پہلے کی دائیں جانب اور تیسرا نمبر پر آنے والا پہلے کی دائیں جانب، اس کے بعد چوتھے نمبر پر آنے والا دوسرا کی دائیں جانب اور پانچویں نمبر پر آنے والا تیسرا کی دائیں جانب کھڑا ہو اور اس طرح پوری صفت بنائی جائے، یہ نہ ہو کہ امام کی ایک جانب کھڑا ہوں اور دوسری جانب کم ہوں، البتہ اگر امام سے قرب یا بعد میں دونوں جانب برابر ہوں تو ایسی صورت میں دائیں جانب کو دائیں پر ترجیح ہوگی، یعنی: نیا آنے والا شخص صفت میں دائیں جانب کھڑا ہو، حدیث میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پہلی صفت والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور دوسری صفت والوں پر؟ آپ نے پھر یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہلی صفت والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور دوسری صفت والوں پر؟ تو آپ نے پھر یہی فرمایا: اور پوچھی مرتبہ آپ نے فرمایا: اور دوسری صفت والوں پر۔ اور پہلی، دوسری اور تیسرا صفت وغیرہ میں بھی فضیلت صفت کی دائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلت اس صورت روایت میں ہے، لیکن اگر دائیں جانب مقتدى زیادہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب کھڑے ہونے والوں کو دوہرے اجر کی بشارت دی ہے، پس دائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلت اس صورت میں ہے جب کہ دائیں جانب مقتدىوں کی تعداد کم نہ ہو، دونوں جانب برابر مقتدى ہوں، ورنہ دائیں جانب کھڑا ہونا، دائیں جانب کھڑے ہونے سے افضل ہو گا اور اس پر دوہرہ اجر ملے گا۔ اور دوہرے اجر کا مطلب یہ ہے کہ دائیں طرف کھڑے ہونے والوں کو جتنا اجر ملے گا، اسے اس کا دُبْل ملے گا؛ یکوں کہ امام کا صفوں کے پیچ میں ہو نا اور اس کی دونوں جانب مقتدىوں کا برابر ہونا دائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلت سے زیادہ اہم ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے کہ ہمیں جماعت نماز میں اپنی صفوں کو درست کرنے اور سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ہر عمل کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کی توفیق عطا فرمائیں آمین یا رب الْعَلَمِين۔

نماز کا بیان سبق نمبر 21:

نماز با جماعت کی فضیلت اور برکت

عَنْ أُبْرَيْعَةِ عَمْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَلَاةُ الْجَمَائِعَةِ

تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفَرِدِ بِسَنْجَقٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً» (رواہ البخاری و مسلم)

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا با جماعت نماز پڑھنا

اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں تایمیں درج زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

رسول ﷺ جب کسی عمل کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ یہ فلاں عمل کے مقابلے میں اتنے درجہ

افضل ہے تو وہ اس اکشاف کی بناء پر فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ ﷺ پر کیا

جاتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ نماز با جماعت کی فضیلت اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں ۲۷

درج زیادہ ہے اور اس کا ثواب ۲۷ گناہ زیادہ ملنے والا ہے، وہ حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر

منکشف فرمائی اور آپ نے اہل ایمان کو بتلائی۔ اب صاحب ایمان کا مقام یہ ہے کہ وہ اس پر دل سے یقین

کرتے ہوئے ہر وقت کی نماز جماعت ہی سے پڑھنے کا اہتمام کرے۔ اس حدیث سے ضمناً یہی معلوم ہوا

کہ اکیلے پڑھنے والے کی نماز بھی بالکل کا عدم نہیں ہے وہ بھی ادا ہو جاتی ہے لیکن ثواب میں ۲۶ درجہ کی

زہقی ہے اور یہ بھی یقیناً بہت بڑا خسارا اور بڑی حرومی ہے۔ با جماعت نماز کی فضیلت بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ

اگر دو ادمی بھی ہوں تو جماعت قائم کی جائے۔ ان میں ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی جیسا کہ حضرت

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّمَا فَمَّا

فَوْقَهُمَا جَمَائِعَهُ۔“ دو یادو کے اوپر جماعت ہے۔“

با جماعت نماز کی فضیلت کے حوالے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث بیان

کی جاتی ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جب آدمی اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس طرح جاتا ہے کہ نماز کے سوا کوئی

دوسری چیز اسے نہیں لے جاتی تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے ذریعے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے

اور ایک گناہ (کا بوجھ) ہلاک کیا جاتا ہے پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس پر اس وقت تک سلامتی بھیجتے

رہتے میں جب تک وہ باوضور ہتا ہے اور اس کے لیے یہ دعا کرتے ہیں : اے اللہ! اس پر سلامتی بخیج، اے اللہ! اس پر حفظ ما تم میں سے ہر ایک جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔ ”بحاری، صحیح، تکاب الجماع، وال امام، باب فضل صلا، الجماع، 1: 232، رقم: 620

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

”جو اللہ کے لیے چالیس دن نماز بجماعت ادا کرے اور تکبیر اولیٰ پا کئے اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جائیں گی ایک دوزخ سے دوسرا نفاق سے۔“ ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الصلاۃ، باب فی فضل التکبیر، الاولیٰ، 1: 281، رقم: 241

مطلوب یہ ہے کہ کامل ایک چند ایسی پابندی اور اہتمام سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کہ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ کے نزد یک ایسا مقبول و محبوب ہے اور بندہ کے ایمان و اخلاص کی ایسی نشانی ہے کہ اس کے لیے فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ اس کا دل نفاق سے پاک ہے اور یہ ایسا جنتی ہے کہ دوزخ کی آنچ سے بھی وہ بھی آشناز ہو گا۔ اللہ کے بندے صدق دل سے ارادہ اور رہمت کریں تو اللہ تعالیٰ سے توفیق کی امید ہے، کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی عمل خیر کی چالیس دن تک پابندی خاص تاثیر رکھتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح (یعنی پورے آداب کے ساتھ) وضو کیا، پھر وہ (جماعت کے ارادے سے مسجد کی طرف) گیا، وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ پکے اور جماعت ہو چکی۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو بھی ان لوگوں کے برابر ثواب دے گا جو جماعت میں شریک ہوتے اور جنہوں نے جماعت سے نماز ادا کی، اور یہ چیز ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کمی کا باعث نہیں ہو گی۔ (سنن ابی داؤد، سنن نبأی)

مطلوب یہ ہے کہ ایک شخص جو جماعت کی پابندی کرتا ہے اور اس کے لیے پورا اہتمام کرتا ہے اس کو اگر بھی ایسا واقعہ پیش آجائے کہ وہ اپنی عادت کے مطابق اچھی طرح وضو کر کے جماعت کی نیت سے مسجد جائے اور وہاں جا کر اسے معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت اور اس کے اہتمام کی وجی سے اس کو جماعت والی نماز کا پورا ثواب عطا فرمائیں گے، یہوں کا ظاہر ہے کہ اس کی بھی نادانستہ کوتا ہی

یا غفلت والا پروائی کی وجہ سے اس کی جماعت فوت نہیں ہوئی ہے، بلکہ وقت کے اندازہ کی غلطی یا کسی ایسی ہی وجہ سے وہ بے چارہ جماعت سے رہ گیا ہے، جس میں اس کا قصور نہیں ہے۔
سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”جس کو یہ پرندہ ہو کر وہ حالت اسلام میں کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے کامل مومن کی چیزیت سے ملاقات کرے، اسے چاہئے کہ جس جگہ اذان دی جاتی ہے وہاں ان نمازوں کی حفاظت کرے (یعنی وہ نماز پڑھنے والے جماعت ادا کرے)“ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
”اگر تم منافقوں کی طرح بلا عذر مسجدوں کو چھوڑ کر اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے تو اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ پڑھو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے“ مسلم، صحیح، کتاب المساجد و مواضع اصلاح، باب صلا، الجماع، من سنن الـ، 1: 452، رقم: 654.

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں بہت سے فائدے ہیں۔ ہم چند فائدے بیان کرتے ہیں:
۱۔ ایک نماز پرستائیں نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ ۲۔ پانچوں وقت مسلمانوں کو آپس میں ملتا ہوتا ہے۔ ۳۔ اس کی وجہ سے آپس میں اتفاق اور محبت ہونا۔ ۴۔ دوسروں کو نماز پڑھتے دیکھ کر عبادت کا شوق ہونا۔ ۵۔ نماز میں دل لگنا۔ ۶۔ بزرگوں کی برکت سے گھنگاروں کی نماز قبول ہو جانا۔ ۷۔ بیماروں اور غریبوں کا حال معلوم ہوتا رہنا۔ مل کر نماز پڑھنے سے ایک خاص شان کاظماً ہو جانا۔ جماعت میں نہ شریک ہونا کم لوگوں کے لیے جائز ہے؟

عورتوں کو اس زمانہ میں مسجد میں آنا اور جماعت سے نماز پڑھنا منع ہے، نابالغ بچے، بیمار، بیماری کی خدمت کرنے والا، بولا، لانگڑا، اپاچیج جس کے باقاعدہ پاؤں کٹے ہوئے ہوں، بہت بوڑھا اندھا۔ ان سب پر جماعت میں حاضر ہونا لازم نہیں ہے۔

جماعت میں شریک نہ ہونے کے غدر:

سخت بارش، راستہ میں کچھ سڑ زیادہ ہونا، سخت جاڑا، رات میں آندھی کا آنا، برف، کسی آدمی یا جانور کا خوف، قید ہونا، اندر حاہ ہونا، اپاچیج ہونا، باقاعدہ پاؤں کا کٹا ہوا ہونا، بیمار ہونا، چلنے سے مجبور ہونا، بہت زیادہ بوڑھا ہونا، علم دین کے ضروری سبلن اور بتکار کافت ہو جانا کہ جو پھر نہ ہو سکتا ہو۔
کون ہی نمازوں میں جماعت سُنّت مؤکدہ ہے؟

تمام فرض نمازوں میں جماعتِ مُسْتَحِب مُؤکدہ ہے۔ نماز تراویح میں سُنّتِ کفایہ ہے۔ تمام رمضان شریف میں وتر کی جماعتِ مُسْتَحِب ہے۔

امام کس کو بنانا چاہیے؟

جو شخص عاقل، بالغ ہو اور نماز کے مسائل سے واقف ہو، قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو، نیک ہو اس کو امام بنانا چاہیے۔ نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ بدعتی، فاسق، جاہل، گتوار اور جواندھا احتیاط نہ کرتا ہو، ادھر ادھر پھر تباہ ہو اور حرامی کو امام بنانا مکروہ ہے۔ عورت کے پیچھے مرد کی نماز نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو باجماعت نماز کا اہتمام کرنے کی توفیقیں عطا فرمائیں اور ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطالب زندگی گزارنے کی توفیقیں عطا فرمائے۔ آمين



نماز کا بیان بمقتضی نمبر 22:

نماز با جماعت میں عورتوں کی شرکت کا حکم

عَبَدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: «لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمْ يَنْعَمْ الْمَسْجِدُ كَمَا مُنْعَثٌ نِسَاءٌ يَبْيَنُ إِسْرَارَ إِيَّيلَ» قَالَ: فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَنِسَاءٌ يَبْيَنُ إِسْرَارَ إِيَّيلَ مُنْعَثٌ مُنْعَثُ الْمَسْجِدِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»

عبد الرحمن سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ عورتوں نے (بناوں مکھار کے) جو نئے انداز نکال لیے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے، جس طرح نبی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ میں نے عمرہ سے پوچھا، سکیاً نبی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

عہد نبوی و خیر القرون کا زمانہ تھا، حضور برادر است موجود تھے اس لئے وہاں عورتوں کو مسجدوں اور عیدگاہ میں جانے اور با جماعت مردوں کے ساتھ نماز ادا کرنے کی اجازت تھی لیکن جب فتنہ کا اندر یہ شہر ہوا تو حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا، صحابہؓ نے اتفاق کیا، عورتوں کے لئے جماعت کا مقرر نہ کیا جانا ان کے لئے اللہ کی ایک رحمت ہے اور اس میں بے شمار فائدہ و مصالح ہیں۔ اسلام ایک مکمل غایبہ حیات ہے، اس نے معاشرے کے ہر فرد کیلئے حدود اور علیحدہ دائرہ کا متعین کر دیا ہے، خواتین کیلئے تدبیر منزل، امور خانہ داری اور تربیت اولاد کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور مرد کو من جملہ اسکی ذمہ داریوں کے ایک منصب امامت بھی دیا گیا ہے۔ جہاں تک خواتین کی امامت کا مسئلہ ہے تو پوچھ لئے عورتوں کیلئے امامت اصلًا نہیں ہے اسی لئے خواتین کی امامت مرد حضرات کیلئے درست نہیں اور خواتین کیلئے کسی خاتون کی امامت خواہ فراض میں ہو یا نوافل میں مکروہ تحریمی ہے۔

اگر عورت کا مرد وہ کی امامت کرنا باز ہوتا تو کم از کم ایک آدھ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان جواز کے طور پر ثابت ہونا چاہیے تھا، حالانکہ ایسا نہیں ہے (منکورہ بالا روایت سے جواز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ واضح ہو چکا) نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

علیہ وسلم سے اس طرح کی بات ثابت ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کوئی تو اس پر عامل پایا جاتا۔ اس کے بال مقابل حبِ ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ عورت، مردوں کی امامت نہیں کر سکتی یا عورت کو مردوں کی امامت نہیں کرنا چاہتے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا، اپنے گھر کی چار دیواری میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اس کا پچھلے کمرے میں نماز پڑھنا گلے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

واضح ہے کہ عورتوں کا جماعت سے پنج وقت نماز پڑھنے کے لئے مسجد جانا مکروہ ہے، عورتوں کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھیں۔ یہ اتدال کرنا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مسجد میں نماز کے لیے آتی تھیں، تو واضح ہے کہ وہ بہترین زمانہ تھا، آپ ﷺ بنفہ نفس موجود تھے، اور وہی کا نزول ہوتا تھا، اسلامی احکام نازل ہو رہے تھے اور عورتوں کے لیے بھی علم دین اور شریعت کے احکامات یکھننا ضروری تھا، لیکن اس وقت بھی انہیں یہی حکم تھا کہ عمدہ بیاس اور زیورات پہن کر اور خوبیوں کا کرنا آئیں، نماز ختم ہونے کے فرائعد مردوں سے پہلے واپس چلی جائیں، ان پاندھیوں کے ساتھ آپ ﷺ نے عورتوں کو مسجد میں آنے کو منع نہیں فرمایا، لیکن پندھی نہیں فرمایا، جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خواتین کو یہ تغییر دی کہ عورتوں کا گھر میں اور پھر گھر میں بھی اندر والے حصے میں نماز پڑھنا مسجد بیوسی میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

مند احمد میں ہے کہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے بارگاہ بیوسی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا شوق (اور دینی جذبہ)، بہت اچھا ہے، مگر تمہاری نماز اندر ورنی کوٹھری میں کمرے کی نماز سے بہتر ہے، اور کوٹھری کی نماز گھر کے احاطے کی نماز سے بہتر ہے، اور گھر کے احاطے کی نماز محلے کی مسجد سے بہتر ہے، اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجد بیوسی) کی نماز سے بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا نے فرمائش کر کے اپنے کمرے (کوٹھری) کے آخری کونے میں بھاں سب سے زیادہ اندر سیر ارتھتا تھا مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بیوائی، ویسی نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔

رسول ﷺ کے پردہ فرمانے اور اسلامی احکام کی تکمیل اور تعلیم کا مقصد پورا ہونے کے بعد جب

عورتوں کے نکلنے کی ضرورت بھی نہ رہی، اور ماحول کے بگاڑی وجہ سے فتنے کا ندیشہ ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں (خصوصاً جوان عورتوں) کے نماز میں حاضر ہونے سے منع فرمادیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض نہیں کیا، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت دیکھتے جو عورتوں نے پیدا کر دی ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

اسی طرح عورت کا دیگر عورتوں کی امامت کرنا خواہ پنجاہ نماز میں یا جمعہ ہو یا عبید میں ہوں خواہ نماز تراویح ہو یا عظمت والی راتوں (لیلۃ القدر، شب برأت، شب معراج وغیرہ) کے نوافل کی ہو مکروہ تحریمی ہے۔ امامت کا حق دراصل مرد کے لیتے ہے۔ اہل سنت و جماعت کے نزد یک عورت کی امامت درست نہیں شریعت کا یہ حکم عورت کے حاجات و ضروریات کی مناسبت سے دیا گیا ہے (اس میں عورت کی تقصیص کا کوئی پہلو نہیں) عورت کے لئے پنجاہ نہ فرض نماز میں گھر میں پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، جب فرض نماز کے لئے ان کی جماعت نہیں رکھی گئی تو سنت و نفل کے لئے ان کی جماعت کیسے درست ہو گی؟

ان وجوہات کی بنا پر حضرات فہرائے کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ عورتوں کا پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد میں جانا مکروہ ہے، کیوں کہ اس زمانے میں فتنے حضرت عمر کے زمانے کے فتنوں سے کہیں زیادہ میں، البتہ جس طرح مردوں کے لیے شرعی احکامات یکھر کران پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی طرح خواتین کے لیے بھی دین کے بنیادی احکامات سیکھنا ضروری ہے، اگر ان کے لیے گھر میں والد، بھائی یا شوہر وغیرہ سے سیکھنا ممکن ہو تو وہ میں سیکھیں، لیکن عام طور پر گھروں میں یہ مشکل ہوتا ہے، اس لیے اگر گھر میں انتظام نہ ہو تو خواتین کے لیے پردے کے ساتھ کسی قربی مسجد میں جا کر تعلیم حاصل کر لینے کی گنجائش ہے، تاکہ دینی احکامات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو، جب کہ نماز گھر میں پڑھنے میں ایسا کوئی غذ نہیں، بلکہ گھر میں نماز پڑھنے میں ان کے لیے زیادہ اجر و ثواب ہے۔

مردوں کے لیے مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا ضروری ہے، جب کہ عورتوں کے لیے مسجد میں جا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا مردوں کو مسجد میں اور عورتوں کو گھر میں نماز ادا کرنی چاہیے، اگر کسی وجہ سے مسجد میں جماعت ہو جائے یا مسجد میں نماز کا موقع نہ مل سکے تو ایسی صورت میں مرد کو چاہیے کہ یا تو دوسرا مسجد کی جماعت میں شامل ہو جائے، ورنہ تہماز ادا کرنے کے بجائے اس کے لیے گھر والوں کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے، رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ دو فریقوں کے درمیان صلح کے لیے شریف لے گئے تھے، جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور مسجد پہنچے تو جماعت ہو چکی تھی، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے گھر

تشریف لے جا کر گھر والوں کو جماعت سے نماز پڑھائی تھی۔

گھر میں نماز کی جماعت میں صفت بنانے کا طریقہ یہ ہے: اگر صرف ایک مرد اور ایک عورت ہو (مثلاً میال یوں) تو ان میں سے مرد امام بننے اور جو بھی عورت ہو وہ پچھلی صفت میں کھڑی ہو، امام کے ساتھ دائیں یا باعین کھڑی نہ ہو۔ اگر ساتھ میں ایک سے زیادہ بچے بھی ہوں یاد یگر محرم مرد ہوں تو امام آگے کھڑا ہو، پہلی صفت میں مرد / بچے کھڑے ہوں اور اس سے پچھلی صفت میں یوں یا جو گھر کی خواتین ہوں، کھڑی ہوں۔ اور اگر امام کے علاوہ ایک مرد یا ایک بچہ تو وہ مرد کے دائیں طرف تھوڑا پیچھے کھڑا ہو اور باقی خواتین پچھلی صفت میں کھڑی ہوں۔ نیز گھر میں جماعت کرواتے وقت جمعہ کے علاوہ پنج وقت نمازوں کے لیے اذان واقامت دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ محدث کی اذان کافی ہے، البتہ افضل طریقہ یہ ہے کہ گھر میں بھی اذان اور اقامت دونوں یا کم از کم اقامت کے ساتھ ہی جماعت کروائی جائے۔ اقامت اور امامت شوہر کو ہی کرنی چاہیے، اور اذان دینی ہو تو بھی شوہر یا بھجوہ اپنچھے دے۔

الغرض! اکسلی عورتوں کی جماعت حرام (کراہت تحریمی) کے ارتکاب سے غالباً نہیں ہو گی کیونکہ امام عورت تمام نماز پڑھنے والیوں کے آگے ہو گی یا صفت کے درمیان میں کھڑی ہو گی۔ پہلی میں تو بے پر دیگی ہے اور وہ مکروہ ہے اور دوسرا میں امام کی بجائے کوچھوڑ دینا ہے وہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ جماعت سنت ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب کے وقت سنت کو چھوڑ دینا افضل ہے۔ بہر حال شریعت میں عورتوں کے لیے نماز باجماعت، کسی بھی درجے میں مطلوب و مقصود نہیں ہے احادیث و کتب فہم میں صراحة موجود ہے کہ عورتوں کا مسجد و عیدگاہ وغیرہ فتنہ کی وجہ سے جانا منوع ہے۔ دور حاضر جس میں فنا دکابول بالا ہے عورتوں کا تمام زر جماعتوں میں چانا اور پر خطر ہے، اس لئے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

الله تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين

شرائط امامت، شرائط اقتداء

**عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذْ جَعَلُوا أَئِمَّةً كُمْ خِيَارًا كُمْ فَإِنَّهُمْ وَفُلُوْنٌ كُمْ فِيمَا يَبْيَنُكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ۔ (رواہ الدارقطنی والبیهقی)
(کنز العمال)**

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں جو ایچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناو، کیوں کہ تمہارے رب اور مالک کے حضور میں وہ تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔ (دارقطنی یہ حقیقی)

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امام اللہ تعالیٰ کے حضور میں پوری جماعت کی نمائندگی کرتا ہے، اس لئے خود جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس اہم اور مقدس مقصد کے لئے اپنے میں سے بہترین آدمی کو منتخب کرے۔ رسول اللہ ﷺ جب تک اس دنیا میں رونق افروز ہے خود امامت فرماتے رہے اور مرض وفات میں جب معدور ہو گئے تو علم و عمل کے لحاظ سے امت کے افضل ترین فرد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امامت کے لئے نامزد اور مأمور فرمایا۔ اس لئے حدیث میں حق امامت کی تفصیلی ترتیب بیان فرمائی گئی ہے اس کا منشاء بھی دراصل یہی ہے کہ جماعت میں جو شخص سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو امام بنا�ا جائے اے اقرؤهُمْ لیکن تائب اللہ اور اعممُهُمْ بالسُّنَّةِ یہ سب اسی بہتری اور افضلیت فی الدین کی تفصیل ہے۔ افسوس ہے کہ بعد کے دور میں اس اہم ہدایت سے بہت تغافل برتا گیا اور اس کی وجہ سے امت کا پورا نشام درہم برہم ہو گیا۔

امامت کے صحیح ہونے کی شرائط و قسم پر میں اول شرائط امامت، دوم شرائط اقتداء
قسم اول شرائط امامت، یہ چھ میں

1. اسلام یعنی مسلمان ہونا، کافر و مشرک کے پیچھے نماز درست نہیں بدعتی جو کافر نہ ہو اور فاسق کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی مگر مکروہ تحریکی ہے۔ 2. عاقل ہونا ہر وقت مست و مجنون رہنے والے کے پیچھے نماز درست نہیں

3. بالغ ہونا، نابالغ لڑکے کے پیچھے بالغ کی نماز درست نہیں خواہ تراویح و نوافل ہی، ہوں عمر کے لحاظ سے پندرہ سال کا لڑکا بالغ ہے اگر علامت کے لحاظ سے اس عمر سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس کی پیچھے نماز درست ہے۔ 4. مذکور (مرد) ہونا، مرد کی اقتداء عورت یا غنی ملک کے پیچھے درست نہیں۔ 5. قرأت یعنی بقدر جواز نماز قرآن یاد ہونا اور وہ کم سے کم ایک آیت ہے اور ایسے شخص کو حقیقی فقہ کے نزدیک قاری کہتے ہیں اور جس کو اس قدر بھی یاد نہ ہو اس کو ای کہتے ہیں پس قاری کی اقتداء آئی کے پیچھے درست نہیں اسی طرح قاری کی اقتداء گونگے کے پیچھے درست نہیں۔ 6. صحیح ہونا یعنی عذرات سے بچا ہونا پس صحیح (غیر مغذور) کی اقتداء مغذور کی پیچھے درست نہیں عذرات یہ ہیں۔

1. ہر وقت پیشاب باری رہنا، بخیر یا زخم سے خون باری رہنا، ریاح باری رہنا۔ 2. تو تلا یا ہجکلا ہونا۔ 3. نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا نہ پایا جانا (مغذور اپنے عیسے مغذور کی امامت کر سکتا ہے اسی طرح آئی آئی کی امامت کر سکتا ہے اور نابالغ نابالغوں کی امامت کر سکتا ہے وغیرہ)

قسم دو مہینہ اطلاعات

1. نیت اقتداء یعنی مقتدى کو امام کی متابعت یعنی اس کی پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرنا اور اس نیت کا تحریک کے ساتھ ہونا یا تحریک کے پر اس طرح مقدم ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی نماز کو توڑنے والا فعل نہ ہو، جمعہ و عیدین میں اقتداء کی نیت ضروری نہیں۔ 2. برمداد امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لیکن جمعہ و عیدین میں یہ شرط نہیں ہے۔ 3. مقتدى کا امام سے آگے نہ ہونا یعنی مقتدى کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس میں ٹھنڈوں یعنی ایڑیوں کا اعتبار ہے پس اگر مقتدى کا ٹھنڈوں ایڑی امام کے ٹھنڈے اور ایڑی سے پیچھے ہو لیکن امام کا پاؤں چھوٹا ہو اور مقتدى کا پاؤں ٹھاہونے کی وجہ سے پنج امام کے ٹنچے سے آگے ہو تو اقتداء درست ہے۔ 4. اتحاد نماز، یعنی امام اور مقتدى کی نماز کا متحد ہونا، پس دونوں کی نماز ایک ہی ہو جیسے ٹھہر کی نماز اسی ٹھہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے لیکن ٹھہر کی نماز عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، یا مقتدى کی نماز امام کی نماز کو متضمن (شامل) ہو جیسا کہ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ فرض نفل کو متضمن ہے لیکن اس کے بر عکس درست نہیں کیونکہ نفل فرض کو متضمن نہیں اسی طرح ہر قوی نماز والے کی اقتداء ضعیف نماز والے کے پیچھے درست نہیں لیکن ضعیف نماز والی کی اقتداء قوی نماز والے کے پیچھے درست ہے مثلًا نذر نماز والے کی

اقتنا نمازوں کے پچھے درست نہیں، مسیوں کی اقتدا مسیوں کے پچھے، ادانا مزاوے کی اقتدا و سرے دن کی وہی قضا نمازوں پڑھنے والے کی پچھے، مسافر کی اقتدا مقیم کے پچھے وقت نکلنے کے بعد درست نہیں غیرہ۔ 5. اتحادِ مکان، امام اور مقتدی کے مکان کا ایک ہونا، پس سواری سے از کر نمازوں پڑھنے والی کی اقتدا سوار کے پچھے یا ایک سواری پر نمازوں پڑھنے والی کی اقتدا و سری الگ سواری پر نمازوں پڑھنے والے کی پچھے درست نہیں۔ 6. امام اور مقتدی کے درمیان عام راستہ (سرک) نہ ہونا، وہ راستہ جس میں بسیل گاڑی یا لدے ہوئے اونٹ و خیز گزر سکیں مانع اقتدا ہے جب کہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں، اگر اس سے کم فاصلہ ہو یا صفیں ملی ہوئی ہوں، تو مانع اقتدا نہیں ایک آدمی کے درمیان میں کھڑا ہونے سے صفیں نہیں ملتی دو میں اختلاف ہے تین آدمی کھڑے ہوں تو بلا تقاض صفیں متصل ہو جائیں گی۔ 7. بڑی نہر درمیان میں نہ ہونا، جس نہر میں کشتیاں اور بجرے (چھوٹی کشتیاں) گزر سکیں اور اس پر پل وغیرہ کے بغیر گزرنہ ہو سکے وہ نہر بڑی ہے اور وہ عام راستہ کے حکم میں ہے اس میں صفوں کا اتصال پل کے ذریعے ہو سکتا ہے اور اگر نہر خشک ہو تو راستے کی طرح اس میں صفیں متصل ہو جانے سے اقتدا درست ہے، چھوٹی نہر جس میں کشتیاں اور بجرے نہ گزر سکیں مانع اقتدا نہیں ہیں۔ 8. کوئی بڑا میدان یعنی غالی جگہ امام اور مقتدی کے درمیان حائل نہ ہونا پس اگر میدان میں جماعت کھڑی ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ غالی ہے جس میں دو صفیں یا زیادہ قائم ہو سکے تو اقتدا درست نہیں ہے، اس سے کم فاصلہ مانع اقتدا نہیں اور نمازوں درست ہو جائے گی، اسی طرح کوئی سی دو صفوں کے درمیانی فاصلے کے پچھلی صفت کے لئے مانع اقتدا ہونے یا نہ ہونے کے حکم کی بھی یہی تفصیل ہے بہت ہی زیادہ بڑی مسجد میں بھی صفوں میں فاصلہ کے حکم کی تفصیل یہی ہے یعنی وہ میدان کے حکم میں ہے عام مسجد اگرچہ بڑی ہوں مکان واحد کے حکم میں ہیں اور ان میں فاصلہ خواہ دو صفوں کے برابر یا زیادہ ہو مانع اقتدا نہیں ہے، لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے، فنا مسجد (محن) مسجد کے حکم میں ہے، بڑا مکان جو چالیس گز شرعی یا اس سے زیادہ بڑا ہو میدان کے حکم میں ہے اس سے کم عام مسجد کے حکم میں ہے 9. مقتدی پر امام کا حوال مشتبہ نہ ہونا، اگر امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی کا معلوم ہو خواہ امام یا مقتدی یوں کو دیکھ کر ہو یا امام یا مکبر کی تکمیر کی آواز سن کر ہو تو اقتدا درست ہے خواہ دیوار یا منبر وغیرہ درمیان میں حائل ہوں۔ 10. امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی پوری صفت کا حائل نہ ہونا، اگر عورتوں کی پوری صفت امام کے پچھے ہو گی تو ان کے پچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی سب کی نمازوں فاسد ہو جائے گی

اسی طرح اگر مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں عورتوں کی صفت ہو گئی تو ان کے پیچھے والی مردوں کی سب صفوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، چار یا زیادہ عورتیں ہونگی تو پوری صفت کا حکم ہو گا، تین عورتیں ہوں گی تو پیچھے والی تمام صفوں کے ان تین تین آدمیوں کی نماز فاسد ہو گئی جو ان عورتوں کی سیدھی میں پیچھے ہوں گے دو عورتیں پیچھے والی صفت کے دو آدمیوں کی اور ایک عورت پیچھے والی صرف پہلی صفت کے صرف ایک آدمی کی نماز فاسد کرے گی اور اگر مردوں کی صفت کے درمیان میں ایک یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو ان کے برابر والے داہنی و بائیں طرف کے ایک ایک آدمی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی

11. امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب پر صحیح ہونا اور مقتدی کا اپنے گمان میں اس کو صحیح سمجھنا۔ 12. مقتدی کا ارکان نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد متصل ہی ادا کرنا پس اگر کسی رکن کو چھوڑ دے گا یا امام سے پہلے ادا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اس رکن میں جس کو امام سے پہلے کر لیا ہے اپنے امام کو پالیا مثلاً امام کے روکع میں جانے سے پہلے چلا کیا اور روکع میں یہاں تک رہا کہ امام نے بھی روکع کر دیا یا وہ روکع سے اٹھ گیا تھا لیکن پھر امام کے ساتھ روکع میں واپس آگیا تو اب امام کے ساتھ شرکت ہو کر نماز درست ہو جائے گی اور اگر اس صورت میں امام کے روکع میں جانے سے پہلے اٹھ گیا اور پھر امام کے ساتھ روکع میں شریک نہیں ہوا تو اقتدارست نہ ہو گی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ 13. ارکان کی ادائیگی میں مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہونا پس امام اور مقتدی دونوں روکع و وجود سے نماز پڑھتے ہوں یا دونوں اشارے سے نماز پڑھتے ہوں یا امام روکع وجود سے پڑھتا ہو اور مقتدی اشارہ سے پڑھتا ہو تو اقتدارست ہے، اور اگر امام اشارے سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی روکع وجود سے تو چونکہ مقتدی کا عالی امام سے قوی ہے اس لئے اقتدارست نہیں۔ 14. بشرائط نماز میں مقتدی کا امام سے زیادہ جامع نہ ہونا، بلکہ امام کے مثل یا اس سے کم ہونا مثلاً سب شرائط کا جامع مقتدی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو درست ہے، یا نیکا آدمی دوسرے نیکے آدمی کے پیچھے پڑھے یا نیکا آدمی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اقتدارست ہے لیکن اگر امام نیکا ہو اور مقتدی سترڈھا نہیں ہوئے تو اقتدارست نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز کا بیان سبق نمبر 24:

اماamt کا زیادہ حقدار؟ اور جن کے پچھے نماز مکروہ ہے

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْقَوْمَ أَفْرَوْهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنْنَةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنْنَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ سُلْمًا، وَلَا يُؤْمِنَ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِيمَتِهِ إِلَّا يُلْدِنُهُ» (رواہ مسلم)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہو، اور اگر اس میں سب یکساں ہوں تو پھر وہ آدمی امامت کرے جو منت و شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو، اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جس نے پہلے بھرت کی ہو، اور اگر بھرت میں بھی سب برابر ہوں (یعنی سب کا زمانہ بھرت ایک ہی ہو) تو پھر وہ شخص امامت کرے جوں کے لحاظ سے مقدم ہو، اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے حلقة سیادت و حکومت میں اس کا امام نہ بنے اور اس کے گھر میں اس کے بیٹھنے کی خاص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (صحیح مسلم)

دین کے تمام اعمال میں سب سے اہم اور مقدم نماز ہے اور دین کے نظام میں اس کا درجہ اور مقام گیا ہی ہے جو جسم انسانی میں قلب کا ہے، اس لئے اس کی امامت بہت بڑا دینی منصب اور بڑی بھاری ذمہ داری، اور رسول اللہ ﷺ کی ایک طرح کی نیابت ہے۔ اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجودہ نمازوں میں دوسروں کی نسبت اس غظیم منصب کے لئے زیادہ اہل اور موزوں ہو، اور وہ ہی ہو سکتا ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ سے نبیت زیادہ قرب و منابت حاصل ہو اور آپ ﷺ کی دینی وراثت سے جس نے زیادہ حصہ لیا ہو، اور جو نکل آپ ﷺ کی وراثت میں اول اور اعلیٰ درجہ قرآن مجید کا ہے، اس لئے جس شخص نے سچا ایمان نصیب ہونے کے بعد قرآن مجید سے خاص تعلق پیدا کیا، اس کو زیادہ اور اپنے دل میں اتارا، اس کی دعوت، اس کی تذکیرہ اور اس کے احکام کو سمجھا، اس کو اپنے اندر جذب اور اپنے اوپر طاری کیا، وہ رسول اللہ ﷺ کی وراثت کے خاص حصہ داروں میں ہوگا، اور ان لوگوں کے مقابلے میں جو اس سعادت میں اس سے پچھے

ہوں گے آپ ﷺ کی اس نیابت یعنی امامت کے لئے زیادہ اہل اور زیادہ موزوں ہو گا۔ اور اگر بالفرض سارے نمازی اس لحاظ سے برابر ہوں تو چونکہ قرآن مجید کے بعد سنت کا درجہ ہے اس لئے اس صورت میں ترجیح اس کو دی جائے گی جو سنت و شریعت کے علم میں دوسروں کے مقابلے میں امتیاز رکھتا ہو گا اور اگر بالفرض اس لحاظ سے بھی سب برابر کے سے ہوں تو پھر جو کوئی ان میں تقویٰ اور پرہیزگاری اور حماں اخلاق جیسی دینی صفات کے لحاظ سے ممتاز ہو گا امامت کے لئے وہ لائق ہو گا، اور اگر بالفرض اس طرح کی صفات میں بھی یکسانی سی ہو تو پھر عمر کی بڑائی کے لحاظ سے ترجیح دی جائے گی، کیوں کہ عمر کی بڑائی اور بزرگی بھی ایک مسلم فضیلت ہے۔ حدیث کے لفظ اقر احمد الکتاب اللہ کا لفظی ترجمہ وہی ہے جو یہاں کیا گیا ہے۔ یعنی ”کتاب اللہ کا زیادہ پڑھنے والا“ لیکن اس کا مطلب نہ تصریف حفظ قرآن ہے اور نہ مجرم کشتن تلاوت، بلکہ اس سے مراد ہے حفظ قرآن کے ساتھ اس کا خاص علم اور اس کے ساتھ خاص شغف تھا۔ اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ نماز کی امامت کے لئے زیادہ اہل اور موزوں وہ شخص ہے جو کتاب اللہ کے علم اور اس کے ساتھ شغف و تعلق میں دوسروں پر فائز ہو، اور ظاہر ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں یہی سب سے بڑا دینی امتیاز اور فضیلت کا معیار تھا، اور جس کا اس سعادت میں جس قدر زیادہ حصہ تھا وہ اسی قدر رسول اللہ ﷺ کی خاص و راشت و امامت کا حامل اور امین تھا۔ اس کے بعد سنت و شریعت کا علم فضیلت کا دوسرا معیار تھا (اور یہ دونوں علم یعنی علم قرآن اور علم سنت جس کے پاس بھی تھے، عمل کے ساتھ تھے علم بلا عمل کا وہاں وجود ہی نہیں تھا) اس لئے فہمائے کرام نے صلاح و تقویٰ میں فضیلت و فوقيت کو ترجیح کا تیسرا معیار قرار دیا ہے جو بالکل بجا ہے۔ ترجیح کا چوچہ معیار اس حدیث میں عمر میں بزرگی کو قرار دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر منذکورہ بالا تین معیاروں کے لحاظ سے کوئی فائز اور قابل ترجیح نہ ہو تو پھر جو کوئی عمر میں بڑا اور بزرگ ہو وہ امامت کرے۔ حدیث کے آخر میں دو پرائیں اور بھی دی گئی ہیں ایک یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کی امامت و سیادت کے حلقة میں جائے تو وہاں امامت نہ کرے بلکہ اس کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھے۔ (ہاں اگر وہ شخص خود ہی اصرار کرے تو دوسری بات ہے) اور دوسری یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے کے گھر جائے تو اس کی خاص جگہ پر نہ بیٹھے، ہاں اگر وہ خود بٹھائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ان دونوں پرائیوں کی عکمت و مصلحت بالکل ظاہر ہے۔

الغرض! تمام حاضرین میں سے جس میں امامت کے سب سے زیادہ اوصاف پائے جائیں اس کو امام بنانا چاہئے لیکن بادشاہ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی اور کو اس کی اجازت کے بغیر حق امامت نہیں ہے،

اس کے بعد وائی پھر قاضی پھر مسجد کا امام معین یا گھر میں صاحب خانہ جب کہ امامت کا اہل ہو ہر حال میں مقدم ہو گا۔ ۱. امامت کے لئے سب سے مقدم وہ شخص ہے جو عالم ہو یعنی نماز کے مسائل سب سے زیادہ جانتا ہوا گرچہ دوسرے علوم میں کم ہوا اور یہ بھی شرط ہے کہ اس کے اعمال اپنے ہوں اگر اس میں دوآمدی برابر ہوں تو جو (2) زیادہ قاری ہوا ورق آن مجید قادر و مطابق زیادہ صحیح پڑھتا ہو پھر جو (3) زیادہ پرہیز گا ہو یعنی حلال و حرام میں شبہ سے بھی سچتا ہو (4) پھر جو عمر میں زیادہ ہو یعنی اسلام کی حالت میں زیادہ عرصہ سے ہو (5) پھر جو اخلاق میں زیادہ اچھا ہو (6) پھر جو خوبصورتی میں زیادہ ہوا سے مراد تبدیل زیادہ پڑھنے والا ہے کیونکہ اس سے پھرے پر خوبصورتی زیادہ آتی ہے اور یہ جماعت کی کثرت کا سبب ہے (7) پھر جو حسب میں زیادہ ہو (8) پھر جو حسب میں یعنی خاندان کے لحاظ سے زیادہ شریف ہو مثلاً سید اور لوگوں پر مقدم ہے (9) پھر جس کی آواز زیادہ اچھی ہو (10) پھر جس کے پاس حلال مال زیادہ ہو (11) پھر جو جاہ و وقار میں زیادہ ہو (12) پھر جو عمدہ لباس پہنے (13) پھر جس کا سرتاسر کے ساتھ دوسروں سے بڑا ہو یہ عقل کی بڑائی کی دلیل ہے غیر متناسب (بہت ہی زیادہ) بڑا ہو (14) مقیم مسفر پر مقدم ہے جب باقی نمازی مقیم ہوں یا مقیم و مسافر ملے جلے ہوں (15) پھر آزاد اصلی آزاد شدہ غلام پر مقدم ہے، جب کسی صفت میں وہ شخص مقابل و برابر ہوں تو جو زیادہ عرصہ سے اس صفت کا اہل ہو مقدم ہو گا مثلاً دونوں عالم میں تو جس کا علم پہلے سے ہے یا دونوں قاری میں تو جس کو فن قرأت دوسرے سے زیادہ عرصہ سے آتا ہے وغیرہ، اگر یہ ساری صفتیں دونوں یا زیادہ شخصوں میں جمع ہو جائیں اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو قرآن مذکور ال جائے یا جماعت کے اختیار پر چھوڑ دیں اور مقتدیوں کے اختیار کی صورت میں اگر اختلاف ہو تو کثرت رائے کا اعتبار ہو گا کرم مسجد کا امام معین ہوا اور جماعت کے وقت اس سے افضل کوئی شخص آجائے تب بھی امام معین اس اجنبی شخص سے زیادہ متحق ہے۔ اور جن لوگوں کے پیچھے نماز منکروہ تحریکی ہے۔

۱. بعدی جب کہ اس کی بدلت کفر کے درج کی نہ ہو 2. فاقہ جو علانیہ فتن کرتا ہو جیسے شرابی، جواری، زنا کار، سودخوار وغیرہ و اڑھی منڈھانے والا یا اڑھی سٹا کر ایک مشت سے کمر کھنے والا بھی علانیہ فاقہ ہے 1. غلام (جو شرع کی رو سے غلام ہو) 2. جاہل گتوار 3. ولدا زنا (حرای) ان یقنوں میں تربیت نہ ہو سکنے کی وجہ سے جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے مکروہ و ترزیکی ہے لیکن اگر ایسا شخص قوم میں زیادہ علم والا اور نیک ہو تو اسی کو امام بنانا اولی ہے اور جب اس سے افضل اور کوئی شخص موجود نہ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت جائز

ہے 4. بالغ نوجوان جس کے ابھی داڑھی نکلی ہو باوجہ خوف شہوت یا غلبہ جبل مکروہ ہے لیکن اگر زیادہ عالم یہی ہو تو کہاہت رفع ہو کر یہی امامت کے لئے اولی ہو گا

5. اندازا اور وہ شخص جس کو دن اور رات میں کم نظر آئے اس کی امامت نجاست سے نفع لکنے کی وجہ سے مکروہ ہے اور اگر وہ پنځنے والا اور احتیاط کرنے والا ہو اور اہل علم ہو تو یہی اولی ہے 6. کم عقل 7. فان ج زدہ اور برص وہق والا یعنی جس کو سفید یا سیاہ داغ کام فض پھیل گیا ہو جذام والا لنگڑا یعنی جو قدم کا کچھ حصہ لگ کر کھڑا ہوتا ہو پورا پاؤں نہ لگتا ہو، ایک ہاتھ والا، جس کا بیٹشاپ بند ہو گیا ہو، ان سب کی پیچھے علت تغیریا پوری طرح طہارت ممکن نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



نماز کا بیان سبق نمبر 25:

مفتدی کی اقسام اور امام کی متابعت کے مسائل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُبَدِّرُوا إِلَيْهِمْ إِذَا كَتَبْرَ فَكَلِّبُوا وَإِذَا قَالَ: وَلَا الظَّالِمُينَ فَقُولُوا: آمِينَ. وَإِذَا رَأَيْتُمْ فَارِزَّكُوْعاً، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبِّنَا لَكَ الْحَمْدُ".

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: لوگو! امام پر سبقت نہ کرو (بلکہ اس کی اتباع اور پیروی کرو) جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ وَلَا الظَّالِمُينَ کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ ہے تو تم اللَّهُمَّ رَبِّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

مطلوب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان اور اجزاء میں مفتدیوں کو امام کے پیچھے رہنا چاہئے کسی چیز میں بھی اس پر سبقت نہیں کرنی چاہئے ممند برداری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ایک حدیث مسروی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سراٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے ایسا کرتا ہے.... اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سراٹھاتا ہے اس کو ڈرنا چاہئے کہ مبادا اس کا سرگد ہے کا سنانہ کر دیا جائے۔ اعاذہ اللہ من ذالک۔

مفتدی چار قسم کے ہوتے ہیں

اول مدرک: جس شخص نے پوری نماز یعنی اول رکعت سے امام کے ساتھ شریک ہو کر آخری قعدے کا شہد پڑھنے تک تمام رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں ایسا شخص مدرک کہلاتا ہے، پہلی رکعت میں رکوع کے کسی جزو میں یا اس سے پہلے پہلے امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وہ پہلی رکعت کا پانے والا ہے۔

دوم لاحق: جو شخص پہلی رکعت میں رکوع کے کسی جزو تک یا اس سے پہلے پہلے امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا مگر اقتدا کے بعد اس کی کل یا بعض رکعتیں کسی غدر سے یا بغیر عذر فوت ہو گئیں وہ شخص لاحق کہلاتا ہے مثلاً اقتدا کے بعد پہلی رکعت میں سو گیا اور آخری نماز تک سوتارہ اس طرح اس کی کل رکعتیں امام کے ساتھ

نہ ہوئیں یاد ریمان میں دوسری یا تیسری وغیرہ رکعت میں سو گیا تو اس طرح بعض رکعتیں امام کے ساتھ نہ ہوئیں یا کسی اور غفلت یا بھیڑ کی وجہ سے کھڑا رہ گیا اور کل یا بعض رکعتوں کے روئے یا بجود نہ کئے یا حدث ہو جانے کی وجہ سے وضو کے لئے گیا اور اس عرصہ میں امام نے کل یا بعض نماز پڑھ لی اور اس نے آ کر اس نماز پر بنائی یا نمازِ خوف میں وہ پہلا گروہ ہے تو یہ سب لاحق ہے یا مقیم نے مسافر کی پیچھے قصر نماز میں اقتداء کی تو مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقیدی آخری کی درکعتوں میں لاحق ہے۔

سوم مسیوق: جس شخص کو امام کے ساتھ شروع سے کل یا بعض رکعتیں ملی ہوں لیکن جب سے امام کے ساتھ شامل ہوا پھر آخر تک شامل رہا ہو تو وہ ان رکعتوں میں مسیوق ہے پس اگر آخری رکعت کے روئے کے بعد سلام سے پہلے پہلے کسی وقت امام کے ساتھ ملا ہو تو کل رکعتوں میں مسیوق ہے اور اگر آخری رکعت کے روئے میں یا اس سے پہلے پہلے کسی وقت مل گیا مثلاً ایک یاد و یا تین رکعتیں ہونے کے بعد ملا تو بعض رکعتوں میں مسیوق ہے۔

چہارم لاحق مسیوق: جس شخص کو شروع کی کچھ رکعتیں امام کے ساتھ ملی ان میں وہ مسیوق ہے پھر جماعت میں شامل ہونے کے بعد لاحق ہو گیا تو ایسے شخص کو مسیوق لاحق یا لاحق مسیوق کہتے ہیں (عملاء یسی کوئی صورت نہیں بتی کہ پہلے لاحق ہوا اور پھر مسیوق ہو)

جن چیزوں میں مقیدی کو امام کی متابعت کرنی چاہئے اور جن میں نہیں: 1. اگر مقیدی قعده اولی کے تشدید میں شریک ہوا اور اس مقیدی کے تشدید پورا کرنے سے پہلے امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا مفیدی قعده آخرہ میں شریک ہوا اور امام نے اس مقیدی کے تشدید پورا کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا مفیدی پہلے سے نماز میں شریک تھا لیکن امام قعده اولی میں تشدید پورا کرنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا قعده آخرہ میں سلام پھیر دیا اور ابھی مقیدی کا تشدید پورا نہیں ہوا تو ان سب صورتوں میں مقیدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ تشدید پورا کرے۔ 2. امام قعده میں تشدید سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا لیکن مقیدی تشدید پڑھنا بھول گیا اور وہ بھی امام کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو اس کو چاہئے کہ پھر لوٹے اور تشدید پڑھے پھر امام کے ساتھ ہو جائے اگرچہ اس کو رکعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو یعنی لاحق کی طرح امام کے پیچھے رہتے ہوئے ارکان ادا کرتا جائے اور جہاں امام کو مل سکے مل جائے اور اگر سلام پھیرنے تک امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکے تو باقی ماندہ نماز لاحقانہ پوری کر کے سلام پھیرے۔

3. امام نے سلام پھیر دیا لیکن مقتدی ابھی تک درود شریف یاد نہیں پڑھ سکا تو اس کو ترک کر کے امام کی متابعت کرے اور اس کے ساتھ سلام پھیر دے، اسی طرح رکوع یا سجدے کی تسلیم پوری تین دفعہ نہیں پڑھ سکا کہ امام نے سراٹھا دیا تو امام کی متابعت کرے۔ 4. اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سراٹھا دیا تو پھر رکوع یا سجدے میں چلا جائے اور یہ درکوع یا درسجدہ بھی کر لیا اس وقت مقتدی نے گے۔ 5. اگر مقتدی نے دیر تک سجدہ کیا ہے اس تک کہ امام نے دوسرہ سجدہ بھی کر لیا اس وقت مقتدی نے سجدے سے سراٹھا دیا اور یہ مگان کر کے کہ امام پہلے یہ سجدے میں ہے دوبارہ سجدے میں چلا گیا تو یہ دوسرا سجدہ دوسری اسی سجدہ واقع ہو گا خواہ پہلی سجدے کی نیت ہو۔ 6. اگر کسی مقتدی نے سب رکعون میں رکوع و بحود امام سے پہلے کیا تو ایک رکعت بلا قرأت فضا کرے۔ 7. اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کیا اور امام اس رکوع یا سجدے میں اس کے ساتھ شامل ہو گیا تو مقتدی کی نماز درست ہے لیکن مقتدی کو ایسا کرنا مکروہ ہے بھولے سے ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

پانچ چیزیں جن میں امام کی متابعت کی جائے یعنی اگر امام کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی چھوڑ دے:

1. نماز عیدین کی تکبیریں 2. قعدہ اولیٰ 3. سجدہ تلاوت 4. سجدہ سہو 5. دعائے ثبوت

چار چیزیں جن میں امام کی متابعت نہ کی جائے یعنی اگر امام کرے تو مقتدی اس کی متابعت نہ

کرے

1. امام جان بوجہ کر نماز جنازہ کی تکبیریں چار سے زیادہ یعنی پانچ کہے 2. جان بوجہ کر عیدین کی تکبیریں زیادہ کہے جب کہ مقتدی امام سے سنتا ہو اور اگر مگر سے سنتو ترک نہ کرے کہ شاید اس سے غلطی ہوئی ہو۔ 3. کبھی رکن کا زیادہ کرنا مثلاً دوبار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا۔ 4. جب کہ امام بھول کر پانچوں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کھڑا نہ ہو بلکہ امام کا انتقال کرے اگر امام پانچوں رکعت کے سجدہ کر لینے سے پہلے لوٹ آیا اور وہ قعدہ آخرہ کر چکا تھا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اور اس کے ساتھ سلام پھیر دے اور اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور اگر امام نے پانچوں رکعت کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تہہ سلام پھیرے اور اگر امام نے قعدہ آخرہ نہیں کیا تھا اور وہ پانچوں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ آیا تب بھی مقتدی اس کا ساتھ دے اور اگر پانچوں رکعت کا سجدہ کر لیا تو امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی سب نے

سرے سے پڑھیں۔

نوچیزیں جن کو خواہ امام کرے یا نہ کرے مقتدی ان کو ادا کرے یہونکہ یہ سنن میں اور سنن کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں امام کی متابعت واجب نہیں امام نہ کرے تو مقتدی خود کر لے۔

1. تحریمہ کے لئے رفع یہین کرنا۔ 2. بتا پڑھنا (البتہ ہری نماز میں امام کے الحمد شروع کرنے کے بعد نہ پڑھے) 3. تکبیرات انتقال یعنی رکوع میں جانے یا سجدے میں جانے یا سجدے سے اٹھنے کے لئے اللہ اکبر کہنا

4. رکوع کی تسبیح جب تک امام رکوع میں ہے۔ 5. اگر امام سَمْعَ اللَّهِ لَمَنْ حَمَدَهُ چھوڑ دے تو مقتدی رَبَّنَا لَكَ الحمد کہنا ترک نہ کرے۔ 6. سجدے کی تسبیح جب تک امام سجدے میں ہے۔ 7. تشهد لیکن اگر امام نے قده اوی ہی ترک کر دیا تو مقتدی بھی ترک کرے۔ 8. سلام جب کہ امام نے سلام کے بجائے کلام کر دیا یا مسجد سے بکل کیا تو مقتدی سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کرے۔ 9. تکبیرات تشریف۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



نماز کا بیان سبق نمبر: 26

نمازی کے آگے سے گزرنے اور سترے کے مسائل

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدٌ لُّمْبَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُوْخَرَةِ الرَّحْلِ فَأَيْصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَأَهُ كُلُّكُلٍ.

رسول ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے بجاوے کی پچھلی لکڑی جیسی کوئی چیز رکھ کر نماز ادا کرے تو پھر اس کے آگے سے گزرنے والے کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ (صحیح مسلم حدیث: 1111)

سیدنا انس بن مالک کا عمل: جناب انس بن مالکؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں، ان کا عمل بھی مسجد حرام میں سترہ رکھنے کا موتیہ ہے۔ چنانچہ میتھی بن ابی کثیر کہتے ہیں:

میں نے انس بن مالک کو دیکھا: انہوں نے مسجد حرام میں لاٹھی کھڑی کی، اس کو سترہ بنا کر نماز

پڑھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے سامنے سے گذرنے سے منع فرمایا ہے اور میدان وغیرہ میں نماز پڑھنے کی صورت میں سترہ کا اہتمام فرماتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ان سب باتوں پر عمل کرتے تھے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے بعض علماء نے کثرت بحوم کی وجہ سے اس کا جواز بھی تسلیم کر رکھا ہے جس کی وجہ سے لوگ وہاں بالعموم اس کی پرواہ نہیں کرتے لیکن از دحام (کثرت بحوم) یا الگوں کا پرواہ کرنا، سترہ رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نمازی کے آگے سے گذرنے کی اجازت تھی۔

نمازی کے آگے سترہ رکھنا واجب ہے یا متحب؟ اس میں علمائی دو رائیں ہیں بعض کے نزدیک متحب اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ ”سترہ“ کے لغوی معنی ہیں: وہ چیز جس کے ذریعہ انسان خود کو چھپاسکے۔ شریعت کی اصطلاح میں نماز کے باب میں ”سترہ“ سے مراد وہ لاٹھی یا چھڑی وغیرہ ہے جو کم از کم ایک گز شرعی کے برابر اونچی اور کم از کم ایک انگلی کے برابر موٹی کوئی چیز ہو اور نمازی نماز پڑھنے وقت اپنے سامنے کھڑا کر دیتا ہے۔ اگر نمازی کے آگے سترہ ہو تو گز ناما مکروہ نہیں سترے کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ شرعی اور موٹائی کم از کم ایک انگلی کے برابر ہو اس سے پہلی ہوتی بھی کافی ہے اور سترہ نمازی کے قدم سے

تقریباً تین ہاتھ کے فاصلہ پر ہو ناسنست ہے زیادہ دور نہ ہو، بالکل سیدھی میں بھی نہ ہو کچھ دلیلیں یا بائیکیں ہو،
داہنی ابرو کی سیدھی میں ہونا افضل ہے۔

سلمہ بن اکوع کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شوش کر کے ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ علاوہ از میں نبی ﷺ کو جب نماز پڑھاتے تو سامنے جو دیوار ہوتی وہ آپ (کے سجدے
والی حالت) سے اتنے فاصلے پر ہوتی کہ صرف بکری گزر سکتی تھی۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ دیوار کو سترہ بنا لیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازی اور
سترے کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے، صرف اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا معمول نبوی سے معلوم ہوتا
ہے۔ اس مختصر تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسجد میں نماز یاں کو سنن و نوافل کی ادائیگی کے وقت دیوار
کے قریب یا ستون کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر سترے کا اہتمام کیا جائے۔ اگر اس کے بغیر نماز
پڑھی جائے گی تو گزرنے والے کے ساتھ ساق نمازی بھی عند اللہ جرم ہو سکتا ہے۔

امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے پس جب امام کے آگے سترہ ہو تو صفت کے سامنے سے
گزرنامکروہ نہیں مبدوق کے لئے بھی امام کے سلام کے بعد یہی حکم ہے کہ آپ بھی امام کا سترہ اس کے لئے
کافی ہے کیونکہ نماز شروع کرتے وقت کا اعتبار ہے۔

نماز پڑھنے والے کی سجدے کی جگہ میں سے کسی کا گزرنامکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے لیکن اس سے
نماز فائدہ نہیں ہوتی میدان یا بہت بڑی مسجد میں سجدے کی جگہ تک گزرنامنع ہے یعنی جہاں تک قیام کی
حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر جماعت ہوئے نگاہ پھیلتی ہو، عام چھوٹی بڑی مسجدوں میں قبلے کی دیوار تک
آگے سے گزرنامکروہ منع ہے۔ اور بڑی مسجد (کما زکم چالیس شرعی گزیاں سے بڑی مسجد) یا بڑا مکان یا
میدان ہو تو اتنے آگے سے گزرنامجائز ہے کہ اگر نمازی اپنی نظر سجدہ کے جگہ پر کھے تو گزرنے والا سے نظر نہ
آئے جس کا اندازہ نمازی کی جائے قیام سے تین صفت آگے تک کیا گیا ہے یا اندازہ کھلے میدان یا بڑی جگہ
کے بارے میں ہے۔ چھوٹی مسجد یا محدود جگہ کے لئے نہیں ہے۔ لہذا چھوٹی مسجد یا محدود جگہ میں اتنی
فاصلے سے بھی گزرنادرست نہیں، بلکہ نمازی کی نماز کے ختم ہونے کا انعقاد کیا جائے، اس لیے کہ نمازی کے
آگے سے گزرنے پر حدیث شریف میں شدید وعید میں آئی ہیں، چنان چہ مذکرا پر شریف کی روایت میں ہے:
”حضرت ابو جہنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی یہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمازی کے آگے کے سے

گزرنے والا اگر یہ جان لے کہ اس کی کیا سزا ہے تو وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کے بجائے چالیں تک کھڑے رہنے کو بہتر خیال کرے۔ (اس حدیث کے ایک راوی) حضرت ابو انصر فرماتے ہیں کہ چالیں دن یا چالیں مہینے یا چالیں سال کہا گیا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بہر حال! ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنابہت بڑا گناہ ہے جس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کسی آدمی کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنابہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا کنتی سخت ہے تو وہ چالیں برس یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق ایک سو برس تک اپنی جگہ پر مستقلًا کھڑے رہنا زیادہ بہتر سمجھئے گا بہ نسبت اُس کے کوہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نمازی کو نماز پڑھتے وقت دیوار یا ستون کو سترہ بنا کر نماز (سننیں وغیرہ) پڑھنی چاہیے، اگر نماز انفرادی ہوتی بھی۔ اور اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو مسجد یا غیر مسجد، ہر جگہ اپنے آگے تین ہاتھ یا مزید ایک بالشت زیادہ کے فاصلے پر سترہ کر کے اس فاصلے کے درمیان سے گزرنابہ نہ اور اس سے زیادہ فاصلے سے گزرنابہ ہوگا۔ اور ایسا شخص گزرنے کی وعیداً کا متحقق نہیں ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



MOHRA KOR CHISHAM

مسجد کے آداب و احکام

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ
الْبِلَادِ إِلَيْهِ الْمَسَاجِدُ هَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادَ إِلَيْهِ اللَّهُ أَسْوَاقُهَا.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہروں میں سب سے پیاری جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجدیں ہیں اور سب سے بری جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بازار ہیں۔“ اس حدیث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پرندیدہ اور فضل و شرف کی حامل چیزیں مساجد ہیں؛ اس لیے کہ ان مساجد میں نماز میں قائم کی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے، علم کی مخلوقوں کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے اور لوگوں کو ان کے دینی امور سے متعلق علم و آگی بھم پہنچائی جاتی ہے۔ اس کے عرکش، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بازاروں سے بڑھ کر بدتر اور ناپرندیدہ مقامات کوئی اور نہیں؛ یکوں کہ یہاں لاکھ تارہنگا مدد خیری کا ماحول قائم رہتا ہے، فضول و بے معنی کام کیے جاتے ہیں، قسمیں کھانے، دھوکہ بازیاں کرنے اور جھوٹ بولنے کا چلن۔ بہت زیادہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و یاد سے لا پرواہی و غلطت عام ہوتی ہے۔

مساجد روئے زمین پر زمین کا سب سے بہتر حصہ ہیں احترازاً مانیں بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر بھی کہا جاتا ہے اسلام اور مسلمانوں کا مرکزی مقام یہی مسجدیں ہیں اور مسجد اللہ کا وہ گھر ہے جس میں مسلمان دن اور رات میں کم از کم پانچ مرتبہ جمع ہوتے ہیں اور اسلام کا سب اہم فریضہ ادا کر کے اپنے دلوں کو سکون پہنچاتے ہیں، مسجد وہ بگہ ہے جہاں مختلف طبقات سے تعاف رکھنے والے لاگ ایک ہی صفت میں کھڑے ہو کر ایک ہی قبڈ کی طرف رخ کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے بندگی کا اٹھا رکرتے ہیں، اور مسجد یہی زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے پا کیرو متبرک اور بہترین جگہ ہے۔ قرآن مجید میں اور احادیث نبویہ ﷺ میں بے شمار مقامات پر مسجد کی اہمیت اور قدِ منزلت کو بے بیان کیا ہے۔

مسجدوں میں سب سے افضل مسجد ملکہ معظمہ کی مسجد ہے جس کو مسجد الحرام کہتے ہیں یہو نکہ اس میں خانہ کعبہ ہے، اس کے بعد مسجد نبوی علی صاحبہا اصلو؎ و السلام ہے پھر بیت المقدس کی مسجد ہے جس کو

مسجد قدس مجھی کہتے ہیں پھر مسجد قبا پھر اس کے بعد ہر شہر کی جامع مسجدیں پھر محلے کی مسجدیں پھر راستے کی مسجد، اپنی محلے کی مسجدیں پچھوئے نماز پڑھنا اگرچہ وہاں جماعت تھوڑی ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں جماعت بڑی ہو بلکہ اگر محلے کی مسجدیں جماعت نہ ہوئی ہو تو وہاں تنہا جائے اور اذان واقامت کہے اور نماز پڑھے خواہ وہ اکیلا ہی ہواں کی یہ نماز جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔

مسلمانوں کی پہچان ان کی عبادت گاہوں سے ہے اور ان کی عبادت گاہیں مساجد ہیں ان ہی کی برکت سے ہمارے ہر کام میں برکت ہوتی ہے آداب مساجد قرآن و سنت میں موجود ہیں ان پر مسلمان عمل کرتے ہوئے اپنی مساجد کا خیال رکھیں مساجد کو آباد کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی (اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کیا کہ) اسے اللہ تعالیٰ کے کسی اور سے نہ ڈرے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں امید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے یعنی اللہ پاک نے انہیں ہدایت دینے کا وعدہ فرمایا ہے (سورہ توبہ)

مسجد کا سب سے پہلا ادب تو یہی ہے کہ اسے صرف ذکر الہی اور عالیٰ دینی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ رسول ﷺ نے اس بارے میں تفصیلی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کے گھروں سے دور رکھو اپنے چھوٹے چھوٹوں کو، دیوانوں کو، اپنے خرید و فروخت کے معاملات کو، اپنے بھگڑوں کو، اپنی آواز بلند کرنے کو، اپنی حدود کی تنقیڈ کو اور اپنی تواریں کھینچنے کو۔ (سنن ابن ماجہ کتاب المساجد باب مایکرہ فی المساجد)

مسجد کا ایک ادب اس کی صفائی اور نظافت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو عظیم نبیوں حضرت ابرہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے گھر کو صاف رکھو طواف کرنے والوں اور اعیان طواف کرنے والوں اور رکوع اور سجده کرنے والوں کے لئے۔ (سورہ البقرہ ۱۲۶)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امت مسلمہ کو گھروں اور محلوں میں مساجد تعمیر کرنے اور انہیں صاف ستر اور خوبصورت رکھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤ دکتاب الصلوٰۃ باب اتخاذ المساجد فی الدور)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے دیواروں پر تھوک کے دھبے تھے۔ آپ ﷺ نے کھجور کی ٹہنی لے کر تمام دھبے اپنے باتح سے مٹائے۔ (بخاری دکتاب الصلوٰۃ)

ایک غاقوں ام حمّن مسجد نبوی کی خدمت کرتی تھیں۔ ایک رات وہ فوت ہو گئیں۔ صحابہ نے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا خیال کر کے آپ کو اطلاع نہ دی اور انہیں فن کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے چند دن اسے نہ دیکھا تو صحابہ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ صحابہ نے واقعہ بتایا تو آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے لئے دعائی۔ (بخاری کتاب الصلوۃ) ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے مسجد کی صفائی کی بدولت اس عورت کو جنت میں دیکھا ہے۔ (التغییب والترحیب کتاب الصلوۃ)

آنحضرت ﷺ اکثر تحریک فرماتے تھے کہ خاص طور پر اجتماعات کے موقع پر مسجدوں کی صفائی کا خاص خیال رکھا کر میں اور ان میں خوشبو جلایا کر میں تاکہ ہوا صاف ہو جائے۔ (مشکوٰۃ المصالح کتاب الصلوۃ) مسجد کا ایک ادب اس کی زینت کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابناۓ آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت ساقھے لے جایا کرو۔ زینت ساقھے لے جانے سے مراد ظاہری پاکیزگی کے علاوہ دل کا تقویٰ اور پاک خیالات بھی میں اور یہ بھی مراد ہے کہ صاف سترے پر پہنوا اور خوشبو وغیرہ لاکر جاؤ اور مساجد کے ماحول کو بھی معطر کرو۔ (سورۃ الاعراف) بنی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجد کے دروازوں کے قریب طہارت خانے بناؤ اور جمعہ وغیرہ کے موقع پر مساجد میں خوشبو کی دھونی دیا کرو۔ (ابن ماجہ کتاب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد) جمعہ اور عیدین وغیرہ کے موقع پر لوگ کثرت سے مساجد اور دیگر مقامات پر جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جمعہ کے دن ضرور غسل کیا جائے۔ دانت صاف کئے جائیں۔ اپنچھے کپڑے پہننے جائیں اور خوشبو لاکی جائے۔ (بخاری کتاب الجمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعة والحدن للجمعة) رسول کریم ﷺ نے مسجد میں آنے سے قبل ان تمام چیزوں کے استعمال سے روک دیا جو بدبو پیدا کرتی ہیں۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص پیاز یا ہسن کھائے وہ ہمارے پاس نہ آئے اور ہمارے ساقھے نماز نہ پڑھے۔ (بخاری کتاب الاطممع باب ما یکرہ ممن الشتم) اور اگر نماز میں تاخیر ہو جائے تو وقار کو مخلوط رکھا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس میں دوڑ کر شامل نہ ہوا کرو بلکہ وقار اور سکینت سے پل کرو۔ نماز کا جو حصہ امام کے ساقھے مل جائے پڑھا اور جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الجموعہ باب الحشی الی الجموعہ)

مسجد کے ماحول کو پھولوں، بکیار یوں اور بزرہ سے خوبصورت رکھنا چاہئے اور اس کے ساقھے مسجد کے اندر کی صفائی کا بھی خاص اہتمام ہونا پاہئے صفين الٹھا کر صفائی کی جائے جاولوں کی صفائی کی جائے پنکھوں

وغیرہ پر میں اپنے آرہی ہوتی ہے وہ صاف ہونے چاہئیں۔ غرض جب آدمی مسجد کے اندر جائے تو اپنا ہمی صفائی کا احساں ہونا چاہئے کہ ایسی جگہ آگھیا ہے جو دوسری جگہوں سے مختلف ہے اور منفرد ہے۔ اور جن مساجد میں قالین وغیرہ بچھے ہوئے ہیں وہاں بھی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے، لمبا عرصہ اگر صفائی نہ کریں تو قالین میں بوآنے لگ جاتی ہے۔ مٹی پلی جاتی ہے۔ خاص طور پر جماعت کے دن تو بہر حال صفائی ہونی چاہئے اور پھر حدیثوں میں میں آیا ہے کہ دھونی وغیرہ دے کر ہوا کو بھی صاف رکھنا چاہئے اس کا بھی باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے۔

مسجد کو بلاعذر است بنا لینا مکروہ ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں سے گزرتا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو چاہئے ہر روز جب وہ ایک یا کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ اس میں تحریکتہ امسجد پڑھ لیا کرے بلاعذر گزرنے کی عادت والا بھی اگر اعکاف کی نیت کر لیا کرے تو گناہ سے نجح جائے گا۔

مسجد کو ہر قسم کی گندگی وغیرابی سے بچانا چاہئے اور نجاست کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے مثلاً ناپاک تیل مسجد کے اندر جلانا یا ناپاک گارے سے لپپنا، لپلی کرنا، خود کرنا، وغیرہ۔ ایسے بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لے جانا مکروہ تحریکی ہے اور اگر یہ گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تحریکی ہے۔ مسجد میں جو تیال اور موزے لے جانے والے کو چاہئے کہ اپنی طرح صاف کر کے لے جائے۔ مسجد میں کچا لہسن یا پیاز یا مولی وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جب تک اس کی بوتاں ہو تو مکروہ تحریکی ہے کوڑھا اور سفید داغ والے اور گندہ دہن، و گندہ بغلی کی یہماری والے اور غربت اور چغلی کرنے والے وغیرہ کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے۔ اگر کوئی اپنے مال سے مسجد میں نقش و نگار بنائے یا پچوناچ کرے اور مسجد کی عظیم کی نیت ہو اور قبلے والی دیوار محراب پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبلے والی دیوار اور محراب پر ہو تو مکروہ تحریکی ہے کیونکہ اس سے نماز یوں اور امام کے دل کو مشغولی ہو گی بلکہ دائیں بائیں کا بھی یہی حکم ہے وقت کے مال سے نقش و نگار کرنا حرام ہے۔ مسجد میں سوال کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس سائل کو دینا ہر حال میں مکروہ ہے۔ گشۂ چیز کے متعلق مسجد میں پوچھ چکھ کرنا مکروہ ہے۔ مسجد میں شعر پڑھنا اگر حمد و نعمت و عظوظ صحت وغیرہ کے لئے ہو تو بہتر ہے اگر گزشتہ زمانوں اور امتوں کا ذکر ہے تو مباح ہے۔ مسجد میں خرید و فروخت کرنا منع و مکروہ ہے البتہ اعکاف کرنے والے کے لئے جائز ہے جبکہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ہو تجارت کے لئے ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو، ضرورت سے زیادہ اس کے لئے بھی جائز نہیں۔ بلند آواز سے ذکر کرنا اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس میں ریاح کا خوف ہو یا نماز یوں یا قاریوں یا سونے والوں کو تکلیف خلیل کا خوف ہو مگر ان باقیوں کا خوف نہ ہو تو مکروہ

نہیں۔ مسجد میں باتوں کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ باتیں مباح ہوں اگر عبادت کے لئے بیٹھنا ہوا اور دنیا کا کلام بھی کر لیا تو مکروہ نہیں۔ انسان کو اپنی ظاہری زینت بھی اختیار کرنی چاہیے پاک صاف کپڑے اور باوضو ہو کر داخل ہونا چاہیے اس سے صفائی پیدا ہوتی ہے خاص طور پر جمود کے دن تو نہ کہ آنے کو پسند کیا گیا ہے۔ ظاہری طور پر صفائی کا خیال رکھنے سے روح کی بھی صفائی کی ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ دل میں پیدا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجد کے آداب پر عمل کرنے کی اور مساجد کو آباد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين



نماز کا بیان بیت نمبر 28:

مسجدہ سہو کب اور کسی؟ اور اس کا طریقہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّفَرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا

أَتَمَ صَلَاةً سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَائِسٌ قَبِيلٌ أَنْ يُسْلِمَ وَسَجَدَ هُمَا

النَّاسُ مَعَهُ مَكَانٌ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ تَابَعَهُ أَبْنُ جُرَنْجِيَّ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ فِي التَّكْبِيرِ.

رسول اللہ ﷺ نے غلہ کی نماز میں قعدہ اولیٰ کے بغیر کھڑے ہو کئے۔ حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کو میٹھا

چاہیے تھا۔ جب آپ ﷺ نے نماز پوری کی تو آپ ﷺ نے میٹھے میٹھے ہی سلام سے پہلے دو سجدے سہو کے کئے

اور ہر سجدے میں اللہ اکبر کہا۔ مقتدیوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ دو سجدے کئے۔ آپ ﷺ میٹھا بھول

گئے تھے، اس لیے یہ سجدے اسی کے بعد میں کئے تھے۔

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ آج اکثر مسلمان نماز کے احکام و مسائل اور ارکان و شرائط وغیرہ

سے ناداقف ہیں، اور انہیں نماز کے اہم مسائل کا بالکل علم نہیں ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر آدمی نماز میں

بھول جائے تو انہیں کب اور کس صورت میں سجدہ سہو کرنا چاہئے، سلام سے پہلے کرنا چاہئے یا سلام کے بعد

کرنا چاہئے۔ یا کن کن امور کی غلطی پر سجدہ سہو کیا جاتا ہے۔

کوئی نماز فرض ہو یا سنت نفل، چاہے وہ نماز و تر ہو سوائے نماز جنازہ کے جس نماز میں بھی نمازی

سے کچھ بھول چوک ہو جائے اور وہ بھول بھی ایسی ہو کہ نماز کا کوئی رکن نہ چھوٹا ہو مثلاً قیام یا رکوع و بخود ہی نہ

چھوٹ جائیں کہ جن کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اور جن کی ادائیگی کے سوا کوئی چارہ کاری نہیں۔ بعض دیگر

امور میں بھول ہو جائیں تو اس کا ازال نماز کے آخر میں 2 سجدے کرنے سے ہو جاتا ہے جنہیں ”سجدہ سہو“ کہا

جاتا ہے۔

نماز کو پوری توجہ سے ادا کرنا اور ادھر ادھر کے خیالات سے بپنایا عاث فضیلت واجر ہے لیکن اس

کے باوجود بھی انسان سے بھول چوک ممکن ہے۔ عام انسان تو بجا خیر البشر حضرت محمد ﷺ سے بھی بعض

وقات نماز میں بھول ہو جایا کرتی تھی جس کا علم صحیح احادیث میں منکور متعدد واقعات سے ہوتا ہے جیسا کہ صحیح

بخاری و مسلم ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشاد بنوی ہے:

”میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور جس طرح تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں لہذا جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد ہانی کر دیا کرو۔“
صحیح مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ”جب کوئی شخص اپنی نماز میں کمی یا زیادتی کر جائے تو اسے چاہئے کہ (نماز کے آخر میں) 2 سجدے کرے۔“

نماز کے آخر میں سجدہ سہو کے وقت اور موقع محل کی تعین اور اس کے طریقہ سے قبل آئئے دیکھیں کہ سجدہ سہو کن صورتوں میں کیا جائے گا؟ (۱) ان میں سے پہلی شکل یہ ہے کہ نمازی بھول کر نماز پوری ہونے سے پہلے ہی سلام پھیر لے اور بعد میں کسی کے بتانے سے پہلا چل جائے کہ نماز پوری نہیں ہوئی بلکہ ایک رکعت یا کم و بیش باقی ہے، ایسی صورت میں فوراً اٹھ کر چھوٹی ہوئی نماز مکمل کر کے سجدہ سہو کرنا چاہئے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم، سنن ار بعہ اور دیگر کتب حدیث میں منذور ہے کہ بنی یهودیوں نے ظہر کی نماز کی امامت کرائی اور صرف 2 رکعتیں پڑھ کر ہی سلام پھیر لیا اور ایک لکڑی کے پاس آگئے جو کہ مسجد میں رجی تھی اور اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے لوگ جلدی جلدی ویں پہنچ گئے مگر کسی کوبات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر ایک صحابی حضرت ذوالیدینؓ (جن کا اصل نام حضرت خرباق سلمانی تھا) نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ بھول گئے میں یا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ نے اس بات کی دوسرے صحابہ سے تصدیق کرائی اور جب بات واضح ہو گئی کہ صرف 2 ہی رکعتیں پڑھی گئی ہیں تو آپ کی جو (2 رکعت) نماز چھوٹی تھی وہ ادا فرمائی پھر سلام پھیرا، پھر سہو کے 2 سجدے کئے اور پھر سلام پھیرا۔

(۲) سہو کی دوسری صورت یہ ہے کہ نماز کی رکعتیں زیادہ پڑھ لی جائیں جیسا کہ بخاری و مسلم، سنن ار بعہ مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں منذور ہے کہ بنی نے ایک مرتب نماز ظہر کی 5 رکعتیں پڑھا دیں۔ آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز زیادہ ہو گئی ہے؟ فرمایا: ”کیا بات ہے؟“

صحابہ نے بتایا کہ آپ ﷺ نے 5 رکعتیں پڑھی ہیں تو آپ نے سہو کے 2 سجدے کئے اور پھر سلام پھیرا۔

(۳) سہو کی تیسرا شکل یہ ہے کہ نمازی قعدہ اول یا شہد اول کیلئے بیٹھنا بھول جائے اور بیٹھنے کی بجائے تیسرا رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے چنانچہ صحاح سنت و مسند احمد، مؤطا امام مالک اور یہتی میں ہے کہ بنی نماز ظہر کی دوسری رکعت کے بعد شہد پڑھے بغیر (تیسرا رکعت کے لئے) کھڑے ہو گئے اور سلام

پھیرنے سے پہلے آپ نے سہو کے 2 سجدے کیئے اور پھر سلام پھیرا جبکہ ابو داؤد ابن ماجہ، مسند احمد و رئیفی اور یہقی میں ارشاد نبوی ﷺ میں اشارہ آیا ہے:

”جب تم میں سے کوئی شخص دوسری رکعت میں قعدہ کئے بغیر کھڑا ہونے لگے لیکن اگر وہ پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہتواسے چاہئے کہ پیٹھ جائے اور کھڑا ہو چکا ہو تو اسے چاہئے کہ پھر نہ بیٹھے بلکہ آخر میں سہو کے 2 سجدے کر لے۔“
(4) سہو کی تجویز شکل یہ ہے کہ کسی کو اس بات میں شک ہو جائے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس شکل کا ذکر صحیح بخاری و مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، ابن حبان، مسند ابریقی میں ہے۔ بنی کارشاد ہے:

”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کی رکعتوں کی تعداد بھول جائے اور اسے شک ہو جائے کہ نہیں معلوم اس نے 3 رکعتیں پڑھی ہیں یا 4 تو اسے چاہئے کہ اپنا شک دور کرے اور یقینی بات پر بنیاد رکھ کر نماز پوری کرے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے 2 سجدے کرے۔ اس طرح اگر اس نے 5 رکعتیں پڑھلی ہوں گی تو (ان 2 سجدوں کی وجہ سے) وہ شفع (جفت یا جوڑی) ہو جائیں گی اور اگر اس نے پوری نماز ہی پڑھی ہو گی تو یہ (2 سجدے) شیطان کی ذلت و رسائی کا باعث بن جائیں گے۔“

ایک دوسری حدیث میں شک زائل اور یقین حاصل کرنے کا طریقہ بھی لکھا ہے۔ ابو داؤد ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور یہقی میں ارشاد نبوی ﷺ میں اشارہ آیا ہے: ”جب تم میں سے کوئی شخص کو نماز میں شک ہو جائے کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا 2 تو اسے چاہئے کہ اپنی ایک ہی رکعت سمجھے اور جب اسے یہ شک ہو جائے کہ کہ اس نے 2 رکعتیں پڑھی ہیں یا 3، تو اسے چاہئے کہ اپنی 2 ہی رکعتیں سمجھے اور جب اسے یہ شک ہو جائے کہ اس نے 3 رکعتیں پڑھیں یا 4 تو اسے چاہئے کہ اپنی 3 ہی رکعتیں سمجھے، پھر نماز کے آخر میں سلام پھیرنے سے پہلے 2 سجدے کر لے۔“

ان دونوں حدیثوں کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ 3 یا 4، 2 یا 3 اور 2 یا ایک میں شک ہو جائے مگر ان دونوں میں سے کوئی ایک پہلوٹن غالب سے راجح ہو تو پھر ٹن غالب پر ہی بنیاد رکھے اور اگر کوئی پہلوٹن غالب سے راجح محوں نہ ہو تو پھر کم پر بنیاد رکھ کر نماز منکل کرے اور سلام پھیرنے سے پہلے 2 سجدے کر لے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ سہو درج ذیل وجوہ کی بناء پر واجب ہوتا ہے: ا نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو بھول کر ترک کر دے، مثلاً سورہ فاتحہ پڑھنا یا اس کے بعد سورت ملانا بھول گیا۔ ۲۔ کسی واجب کو

اُس کے اصل مقام سے موخر کر دے، مثلاً فرض کی پہلی دور رکعت اور باقی تمام نمازوں کی ہر رکعت میں پہلے سورت پڑھ کر پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ ۳۔ کسی فرض یا واجب کے ادا کرنے میں ایک رکن کی مقدار تاخیر کر دی، مثلاً قعدہ اولیٰ میں لتحیات پوری پڑھنے کے بعد ایک رکن کی مقدار ناموش بیٹھا رہا اور تیسرا رکعت کے لئے قیام میں تاخیر ہو گئی۔ ۴۔ کسی واجب کو دو مرتبہ ادا کرے، مثلاً فرض کی پہلی دور رکعتوں میں سے کسی رکعت میں سورۃ فاتحہ مکمل یا اُس کا اکثر حصہ دوبار پڑھ لیا۔ ۵۔ کسی واجب کو تبدیل کر دے، مثلاً ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت جہاً یعنی اوپنجی آواز سے کی یا مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قراءت آہستہ آواز میں کی۔ ۶۔ کسی فرض یا واجب کو اُس کے اصل مقام سے مُقدَّم کر دے، مثلاً رکوع سے پہلے سجدہ کر لے۔ ۷۔ کسی فرض کو بھولے سے دو مرتبہ ادا کرے، مثلاً کسی رکعت میں دو مرتبہ کون کر لے یا تین سجدے کر لے۔

یعنی سجدہ سہو واجب ہونے کا اصول یہ ہے کہ نماز کا کوئی واجب چھوٹ جانے سے، یا فرض کی تاخیر سے، یا واجب کی تاخیر سے یا واجب کے تکرار سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں پوری لتحیات پڑھنے کے بعد (درود شریف اور دعا پڑھے بغیر) دائیں طرف ایک مرتبہ سلام پھیر کر دو سجدے کر لیے جائیں، اور ہر سجدے میں حسب معمول بجان ری ہی الاعلیٰ تین یا پانچ مرتبہ کہے اور سجدے کے بعد پھر بیٹھ کر لتحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر دائیں اور دائیں سلام پھیر دیا جائے۔

سجدہ سہو واجب ہونے کی صورتیں، بہت زیادہ ہیں، یعنی مذاوقات عام آدمی کا خیال ہوتا ہے کہ سجدہ سہو واجب ہے، جب کہ واجب نہیں ہوتا، اور بعض اوقات سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اور عام آدمی کو علم نہیں ہوتا، لہذا منزورہ صورتوں کے علاوہ کسی صورت کے بارے میں سوال کرنا ہو، وہ متعین کر کے مقامی علمائے کرام سے دریافت فرمائیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السُّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَلَسْجُدُ.

حتیٰ مَا يَجِدُ أَحَدٌ قَاتَلَ الْمَوْضِعَ جَهَنَّمَهُ۔ (بخاری، 366، رقم: 1029)

”حضور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سجدہ تلاوت والی سورت کی تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتیٰ کے ہم میں سے بعض کو اپنی بیٹھانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں ملتی تھی۔“
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس حالت میں ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے، لہذا اس میں کشتہ سے دعا کرو۔

اسلام میں سجدے کی بڑی اہمیت ہے، عبادت میں اس کا خاص مقام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اس حالت میں رب کے لئے انتہائی عاجزی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ عبادت کی بیوی وہ اہم کیفیت ہے جس سے بندہ اللہ سے یحد قریب ہوتا ہے، اس سے سرگوشی کرتا ہے اور غوب غوب دعائیں کرتا ہے۔
قرآن حکیم میں چودہ آیات ایسی ہیں جن کی تلاوت کرنے یا کسی سے سننے کے فرائع بعد سجدہ واجب ہو جاتا ہے اسے سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

نماز سے باہر سجدہ تلاوت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر سجدہ تلاوت کی دل سے نیت کرے، بعد ازاں ہاتھ مٹھائے بغیر اللہ اکابر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور کم از کم تین بار سجھان ریٰ الٰ علی ہے پھر اللہ اکابر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ اگر بیٹھنے کی حالت میں سجدہ تلاوت کیا تب بھی ادا ہو جائے گا۔ سجدہ تلاوت سننے یا تلاوت کرنے کے بعد فری ادا کرنا بہتر ہے لیکن تاخیر ہونے کی صورت میں بعد ازاں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔
سجدہ تلاوت آیت سجدہ مکمل پڑھنے سے واجب ہوتا ہے، آجھی آیت یا اکثر حصہ پڑھنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا اور اگر دو آیتیں سجدہ تلاوت سے متعلق ہوں تو دونوں پڑھنے سے سجدہ واجب ہوگا، ایک کے پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ: سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے سننے والا

قرآن شریف کے سننے کی غرض سے بیٹھا ہو یا کمی اور کام میں مشغول ہوا اور بغیر ارادہ کے آیت سجدہ سن لی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھتے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی مگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت ادا نہ کیا تو نماز کے بعد سجدہ کرنے سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا اور وہ شخص گناہ کار ہو گا اب سوائے تو پر استغفار کے اور کوئی صورت نہیں۔

مسئلہ: امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقسمہ دیا اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت کیا تو بس یا ایک سجدہ ہی کافی ہے الگ الگ دو سجدے کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ: نماز میں اگر کوئی شخص آیت سجدہ پڑھے تو فرآسجدہ کرنا واجب ہے اگرچھوئی تین آیتیں یا ایک لمبی آیت پڑھ کے سجدہ تلاوت کیا تو آخر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے اگر تین چھوٹی آیات سے کم تلاوت کر کے ہی سجدہ تلاوت کر لیا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: ترویج میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر اعلان کرے تو منع بھی نہیں لیکن اعلان کرنے کو لازم سمجھا جائے کیونکہ اعلان کرنا ثابت نہیں۔ ہاں اگر مقتدی یوں کی نماز میں تشویش پیدا ہونے کا اندر یہ شہو تو اعلان کر دینا بہتر ہے۔

مسئلہ: جس رکعت میں آیت سجدہ پڑھی ہے اس رکعت میں سجدہ کرنا بھول گیا ہے تو دوسرا یا تیسرا رکعت میں جب بھی یاد آجائے فرآسجدہ کر لے اور آخر میں سجدہ سہو بھی کر لے۔

مسئلہ: بغیر وضو کے سجدہ تلاوت کرنا جائز ہیں۔

مسئلہ: اگر ایک آیت سجدہ تلاوت کی ہے یا سنی ہے تو صرف ایک سجدہ ادا کیا جائے۔ ایک سے زائد نہیں۔

مسئلہ: اگر کئی آیات سجدہ تلاوت کی ہیں یا سنی ہیں تو بتئی تعداد آیات سجدہ کی ہے اتنے ہی سجدے ادا کیے جائیں۔ مثلاً اگر 5 آیات سجدہ تلاوت کی ہیں یا سنی ہیں تو صرف 5 سجدے ہی ادا کیے جائیں۔

مسئلہ: فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں لیکن منتخب یہ ہے کہ وضو ہو تو اس وقت سجدہ کر لے شاید

بعد میں یاد نہ ہے۔

مسئلہ: جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں، مثلاً وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا، وغیرہ

مسئلہ: اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے آیت سجدہ سن لی اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوا اور اگر ایسی حالت میں آیت سجدہ سنی کہ مدت حیض یا مدت نفاس پوری ہو چکی تھی لیکن ابھی غسل نہیں کیا تھا تو اب سجدہ تلاوت اس پر واجب ہو چکا ہے غسل کے بعد ادا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: نماز پڑھنے کے دوران کسی اور شخص سے سجدہ کی آیت سنی تو نماز میں سجدہ نہ کیا جائے بلکہ نماز مکمل کر لینے کے بعد سجدہ ادا کریں۔ اگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت ادا کیا تو وہ سجدہ ادا نہیں ہو گا دوبارہ کرنا پڑے گا اور رکنا ہجھی ہو گا مسئلہ: سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، پھر اسی جگہ نماز کی نیت کی وہی آیت نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدہ تلاوت کیا تو یہی سجدہ تلاوت کافی ہے، دونوں سجدے ادا ہو جائیں گے البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ کرنا واجب ہو گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سننے کے بعد اس کی اقتداء کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: جس رکعت میں امام نے آیت سجدہ تلاوت کی ہو، وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں اس رکعت کے مل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ مل گیا۔
دوسرا صورت: وہ رکعت نہ ملے تو نماز پوری کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ مسئلہ اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے فرائید یاد و تین آیات پڑھ کر رکوع کیا اور اس میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا اور مقتدیوں کی بھی نیت کرنے کی ضرورت ہے بغیر نیت کے ان کے ذمہ سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا اور تین آیات سے زیادہ تلاوت کر لی تو رکوع میں نیت کرنے سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی کے ذمہ میں بہت سارے سجدہ تلاوت باقی رہ گئے اور اب بیماری کی وجہ سے زمین پر سجدہ کرنے پر قادر نہیں رہا تو اب وہ جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتا ہے، سجدہ تلاوت کا سجدہ بھی اسی طرح اشارہ سے کرنے سے ادا ہو جائیگا، اس کے بھائے فرد یہ دینا کافی نہیں اور تاخیر کی وجہ سے تو وہ استغفار لازم ہے مسئلہ: اگر مکروہ اوقات میں یعنی طلوع آفتاب غروب شمس اور زوال کے وقت آیت سجدہ تلاوت کی بھی تو ان اوقات میں سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے مگر مکروہ تتریہ ہے، افضل اور بہتر یہ ہے کہ مکروہ اوقات نکل جانے کے بعد سجدہ کرے اور اگر آیت سجدہ کی تلاوت ان وقوتوں علاوہ کسی اور وقت میں کی بھی تو اس کا سجدہ ان تین مکروہ وقوتوں میں کرنا لٹھیک نہیں بلکہ مکروہ وقت سے پہلے یا بعد میں کیا جائے۔

نماز کا بیان سبق نمبر 30:

تکبیر اویٰ کے ساتھ نماز پڑھنے والے کے لیے خوشخبری

عَنْ أَنَّسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى لِلَّهِ أَزْبَعَيْنَ يَوْمًا فِي جَمَائِعَةِ يُدْرِكُ الْشَّكْبِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ

أنس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضاکے لیے پالیں دن تک تکبیر اویٰ کے ساتھ باجماعت صلاۃ پڑھی تو اس کے لیے دو قسم کی برآت لکھی جائے گی: ایک آگ سے برآت، دوسرا نفاق سے برآت۔

حدیث کامطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو مسلسل چالیس روز تک یہ سعادت حاصل ہو جائے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضاکی غاطر جماعت سے نماز اس طرح پڑھے کہ اس کی تکبیر تحریم موفت نہ ہو یعنی وہ ابتداء سے نماز میں شریک رہے کہ جب امام تکبیر تحریم کہے تو وہ بھی تکبیر کہے یا بعض علماء کے قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ امام کے بھانک اللہم پڑھنے تک جماعت میں شریک ہو جائے تو اس کے لیے بارگاہ رب العزت سے دو چیزوں سے نجات کا پروانہ عنایت فرمادیا جاتا ہے ایک تو دوزخ سے کہ اسے انشاء اللہ دوزخ کی آگ دیکھنا نصیب نہیں ہوگی اور دوسرا نفاق سے۔

نفاق سے نجات کا پروانہ دینے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مردموں کو اس بات سے اپنے حفظ و امان میں رکھے گا کہ اس سے منافقوں جیسے عمل سرزد ہوں جیسے نماز میں کسل و سستی اور ریا، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی وغیرہ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اہل حق اور اہل اخلاص کے سے عمل کرنے کی توفیق دے گا اور آخرت میں اسے اس عذاب سے کہ جس میں منافقین کو مبتلا کیا جائے گا۔ بچائے گا نیز میدان حشر میں اس کے بارے میں یہ گاہی دی جائے گی کہ یہ بندہ منافق نہیں ہے بلکہ بندہ موم و صادق ہے اور رحم و کرم کی یہ بارشیں محض اس وجہ سے ہوں گی کہ یہ آدمی نماز میں اس قدر پہلے آیا کہ تکبیر اویٰ میں شریک ہو سکے نیز دل کے پورے خلوص اور انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز میں بھڑے ہو کر اپنے رب کی خوشنودی اور رشامندی کو حاصل کیا جن تعالیٰ ہم سب کو اس سعادت سے بہرہ مند فرمائے آمین

یعنی جو اس طرح چالیں دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہوا اور نماز شروع کرنے کی تکمیر جب امام کہنے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جنم میں داخل ہو گا منافق وہ لوگ کہلاتا ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کر میں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیں دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیریں چالیں دن کو غاصِ دخل ہے چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیں دن تک نفعہ رہنا پھر گوشت کا بخوا چالیں دن تک اسی طرح چالیں چالیں دن میں اس کا تغیریز کر فرمایا ہے اسی وجہ سے صوفیاء کہ یہاں چلنے بھی ناصِ اہمیت رکھتا ہے کتنے خوش قسمت میں وہ لوگ جن کی بروسی بھی تکمیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

متعدد روایات کی رو سے تکمیر اولیٰ کی بڑی ہی فضیلت معلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اکابر امت اور بزرگانِ دین باجماعت نماز میں تکمیر اولیٰ پانے کی بھرپور کوشش کرتے اور اس کے بد لے دنیا کے قیمتی سے قیمتی مال و ممتاع بلکہ دنیا بھر کی دولت بھی قول کرنے کو تیار رہتے۔ اور پھر بعض روایات سے خصوصاً چالیں دن تک تکمیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔ اقامت کے بعد امام کا ”اللہ اکبر“ کہہ کر نیت باندھنا تکمیر تحریمہ اور تکمیر اولیٰ کہلاتا ہے، ”تکمیر تحریمہ“ بیک وقت نماز کی شرائط میں بھی شامل ہے اور نماز کا کن بھی ہے۔ اسے ”تحریمہ“ اس لیے کہتے ہیں کہ جب بندہ مومن ”اللہ اکبر“ کہہ کر نماز میں داخل ہوتا ہے تو وہ بعض ایسے امور (جیسے کھانا، پینا، کلام کرنا، چلنا پھر ناوجیرہ) جو اس کے لیے عام حالات میں حلال ہوتے ہیں، نماز سے فراغت تک حرام ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ فتنی اعتبار سے پہلی رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہونے پر پوری رکعت مل جاتی ہے اور اس میں معنوی اعتبار سے تکمیر تحریمہ یا تکمیر اولیٰ بھی شامل ہے اور ظاہر ہے پوری رکعت کا ثواب بھی ملے گا لیکن تکمیر اولیٰ سے امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کا اجر یقیناً زائد ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے اور اس کا حقیقت الامکان اعتماد کرنا چاہیے۔

تکمیر اولیٰ کی فضیلت کی خدار کون ہو گا اس سلسلے میں فقهاء احناف کے متعدد اقوال ملنے میں۔ امام ابو عینیہؓ کا قول یہ ہے کہ مقتدی کی تکمیر امام کی تکمیر کے بالکل ساتھ ساتھ ہونی چاہئے۔ حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک امام کی تکمیر تحریمہ کے بعد نماز میں شامل ہونے والے مقتدی کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

البته صاحبین کے نزدیک اس کی تشریح میں درج ذیل اقوال ہیں : ۱) امام کے ساتھ پڑھنے تک۔ ۲) امام کے آہی سورہ فاتحہ پڑھنے تک۔ ۳) پوری سورہ فاتحہ پڑھنے تک۔ ۴) پہلی رکعت ملنے تک۔

إن میں تیسرا قول مختار ہے، جب کہ چوتھے قول میں وسعت و سهولت زیادہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لیے) نماز میں آؤ اور مجھے سجدے کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدے میں چلے جاؤ اور اس سجدے کو کسی حساب میں نہ لگا وہاں جس آدمی نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔ (ابوداؤد)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں آ کر اس حال میں شریک ہو کہ امام سجدے میں ہوا اور وہ بھی سجدے میں چلا جائے تو اس کی پوری رکعت نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی آدمی اس حال میں شریک ہو کہ امام رکوع میں ہوا اور اسے رکوع عمل جائے تو اس کی پوری رکعت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہو جب امام سجدے میں ہو تو وہ سجدے میں چلا جائے مگر اس سجدے کی وجہ سے وہ اس رکعت کا ادا کرنانہ سمجھے کیونکہ جس طرح رکوع میں شریک ہو جانے سے پوری رکعت مل جاتی ہے اسی طرح سجدے میں شریک ہونے پر پوری رکعت نہیں ملتی۔ دوسرے جزو کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) حدیث میں لفظ رکعة سے رکوع مراد ہے اور صلوٰۃ سے رکعت یعنی جس نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ رکوع اس نے بھی پالیا تو اس کو پوری رکعت مل گئی (۲) رکعة اور صلوٰۃ دونوں اپنے حقیقی معنی میں استعمال کئے گئے ہیں اس طرح حدیث کے اس جزو کا مطلب یہ ہو گا کہ جس آدمی نے جماعت میں ایک رکعت بھی پالی تو اس نے امام کے ساتھ پوری نماز کو پالیا لہذا اسے نماز باجماعت کو ثواب بھی ملے گا اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہو گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص حدیث شریف میں منکور تکمیر اولی کی فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہوا سے چاہیے کہ پہلی رکعت میں جلد از جلد امام کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کرے۔۔۔ البته اعلیٰ درجے کی بات یہ ہے کہ مقتدى تکمیر تحریمہ کے وقت حاضر ہوا اور امام کی تکمیر تحریمہ کے فرآبعد مقتدى بھی تکمیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز کا بیان سبق نمبر 31:

جماعت کے چھوڑنے پر وعید میں

عَنْ أَبِي عَبَّاسِ الرَّضِيَّةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْبَيْنَةَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتْبَاِعِهِ عُذْرٌ قَالُوا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ أَوْ مَرْضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى.

بنی اکرم رض کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آوز سنے اور بلا کسی عذر کے نمازوں میں جائے (ویں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی صحابہ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

(رواه ابو دا بن حبان في صحيحه وابن ماجہ: مخواہ کذا فی الترغیب وفي المشكوۃ رواه ابو داؤد والدار طینی)۔

ہر انسان جب کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ایمان کی شہادت دیتا ہے اور جنت کے بد لے اپنی جان و مال کا سودا کرتا ہے، اس وقت سے وہ اللہ تعالیٰ کا غلام ہے اور اس کی جان و مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اب اس پر زندگی کے آخری سانس تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ اس معاملہ کے بعد جو سب سے پہلا حکم اللہ تعالیٰ کا اس پر عائد ہوتا ہے، وہ پانچ وقت کی نمازوں قائم کرنا ہے۔ ایک عاجم اور محتاج بندے کی اس سے بڑی اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ اذان کے ذریعے شہنشاہ کی طرف سے پکارائے اور مالک کائنات اس کو اپنے گھر میں آنے کا شرف بخشنیں اور اس کو اپنا قرب و تعلق عطا فرمائیں؟۔

اسلام خدا کا آخری اور مکمل دین ہے۔ اس کے سارے احکامات بہت گہری حکمتیں اور بے شمار فوائد پر منی ہیں، اس کا ایک حکم بھی بے مقصد اور فضول نہیں ہے۔ پھر نماز تو اسلام کا اتنا اہم فریضہ ہے کہ اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا نہایت ضروری ہے، بغیر عذر و شرعی کے جماعت کو ترک کرنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں آیات میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں اس کی ادائیگی اور پابندی کا حکم دیا ہے اور جماعت کا اہتمام نہ کرنے والوں کے لئے بڑی سخت و عدید میں قدر آن پا کے

واحدیت میں صراحتاً مذکور ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

سورہ بقرہ میں ہے: قاتم کھونماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو (نماز میں) جھکنے والوں کے ساتھ۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فرماتے ہیں:

”یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو۔ پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہیں تھی اور یہود کی نماز میں روئے تھے۔ غالباً آیت کا یہ ہوا کہ صرف امور مذکورہ بالانجات کے لئے تم کو کافی نہیں، بلکہ تمام اصول میں نبی آنحضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو اور نماز بھی ان کے طور پر پڑھو۔ جس میں جماعت بھی ہو اور روئے بھی۔“ (تفسیر عثمانی، ج: ۱، ص: ۸۵)

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعییں نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے یہ اللہ کا فضل ہے کہ تعییں میں بہ انعامات کا وعدہ ہے ورنہ عدم بندگی کا مقتضا صرف عتاب ہی ہونا چاہتے تھا کہ کہ بندگی کا فصل ہے تعییں ارشاد پھر اس پر انعام کے کیا معنی اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب و عذاب ہو وہ بدل کر آتا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے پس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی اللہ علیٰ شانہ اور اس کے پاک رسول نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متتبہ فرمایا اس کے نقصانات بتائے مختلف طور سے سمجھایا پھر بھی ہم سمجھیں تو اپنی ہی نقصان ہے۔

حدیث میں قول نہ ہونے کے معنی میں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے ہوتا ہے نہ ہو گا کو فرض ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی اس لئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام و اکرام نہ ہو ایہ ہمارے امام کے نزدیک ہے ورنہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بناء پر بلاذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا جرم تو ہو ہی جائے گا حضرت ابن عباس سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول کی نافرمانی کی حضرت ابن عباس کا یہی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی اوز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اس نے بھالی کا رادہ کیا۔

اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پھلے ہوئے سیسے سے بھردیتے جاویں یہ بہتر ہے۔

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر قلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی موذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ (رواہ احمد والطبرانی)

کتنی سخت وعید اور ڈانت ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کو یا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بد بخشی اور بد نصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ موذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے سلیمان بن ابی حمزة جلیل القدر لوگوں میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی حضرت عمر نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود تھے حضرت عمر اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا گیا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے والدہ نے کہا کہ رات بھرنفلوں میں مشغول رہا یہند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی آپ نے فرمایا میں صبح کی جمعہ میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھرنفلیں پڑھوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کھوں کہ بہت سا ایندھن اٹھا کر کے لا میں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلاندر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (رواہ مسلم ابو داود وابن ماجہۃ والتزمدی)

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو امت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنی سی تکلیف بھی گوارا نہیں ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگادینے کو بھی آمادہ ہیں۔

حضرت سید نا ابن عباس اور حضرت سید نا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مردی ہے کہ ہم نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے تھا: لوگ جماعت چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ عز وجل اُن کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگ میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اسلئے جماعت کو نصر و ریسم جھوہ بھیریا کسی بکری کو کھا جاتا ہے اور

آدمیوں کا بھیری یا شیطان ہے۔ (رواه احمد و ابو داود ولسانی و ابن حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو ان کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولی ہے کسان عام طور سے اول نماز پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے لئے کھتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں حالانکہ اگر چند کھتی والے یاد فتو والے یا کسی اور ادارے والے بھی ایک بلگہ جمع ہو کر پڑھیں تو جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کر میں چار پیسے کے واسطے سردی گرمی دھوپ بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ یہ لوگ اگر جنگ میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب ہے حق تعالیٰ بل شانہ کا سبب ہوتا ہے حقی کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پھاڑ کی جڑ میں (یا جنگ میں) آذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ بل شانہ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تقاضر سے فرشتوں فرماتے ہیں دیکھو جی میرابنہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا یعنی معاش کے دھنے سے ان کو اللہ کی یاد اور حکام الہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے، بڑے سے بڑے ایوپاریا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی صحابہ کرام ربِ العینِ ہم کی یہی شان تھی۔

نماز با جماعت کے لیے احادیث میں جس قدر تاکید ہے اس کی بنا پر صحابہ کرام اور علمائے سلف نے نماز با جماعت کو واجب بلکہ فرض لکھا ہے۔ اس لیے ہمیں یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ جماعت چھوٹ جانے سے صرف اتنا ہی نہیں کہ ایک خوبی اور سنت سے نمازی معروف ہو گیا بلکہ ترک واجب سے ایک معصیت کا مرتكب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و شریعت کے تمام احکامات کو سمجھنے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز کا بیان سبق نمبر 32:

نماز میں خشوع و خضوع کی اہمیت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصْلِي

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے نماز ادا کرو جیسے مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔

رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا جوانہ از اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھایا وہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تابعین حمد اللہ تو سکھایا۔ یوں کئی طبقات سے ہوتا ہو انماز کا دبی طریقہ آج ہم تک پہنچا۔ سری اور جھری نمازوں کی مصلحت ہماری سمجھ آئے یاد آئے، ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہی ہے۔ **صَلُّوا كَمَارَأَيْتُمُونِي أَصْلِي** ایسے پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو۔ یہ صرف صحابہ کی آنکھوں کو شرف حاصل ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں پایا ہے۔ صحابہ کے علاوہ کون ہے جس نے پیغمبر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو، خواہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا امام ابو حنیف رحمۃ اللہ علیہ ہوں کسی کو یہ شرف حاصل نہیں۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قسم تھی جنہوں نے کمراً^{آیتِ مُتَّمُونِی} اصلی کا مقام پایا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ جیسا تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہوں اس کی نقل کر دو، اس کی صورت بنا لو۔ نبوت کی نماز کی باطنی کیفیت تمہیں کہاں حاصل ہو سکتی ہے، مقام نبوت کی طرح تمہاری نماز کہاں ہو سکتی ہے۔ بس تم میری نقل کرو۔ جیسے میں نماز میں اٹھتا بیٹھتا ہوں جیسے رکوع اور سجده کرتا ہوں، تم میرے قیام و قعود و رکوع و سجود کی نقل کر لو تو نقل کی برکت سے تمہیں سب انعام مل جائے گا، تمہاری نماز قبول ہو جائے گی۔ **صَلُّوا كَمَارَأَيْتُمُونِي أَصْلِي** جیسا تم مجھے دیکھتے ہو کہ میں نماز پڑھتا ہوں تم اس کی نقل کر دو، وہ دل کہاں سے پاؤ گے جو پیغمبر کے سینے میں ہے، وہ مقام نبوت کہاں سے پاؤ گے، لہذا تمہارا کام نقل سے بنے گا۔

نماز میں بندہ مومن اپنے خالق و مالک سے سرگوشیاں کرتا ہے، اس کی حمد و شناختیاں کرتا ہے، اس سے پدایت طلب کرتا ہے، اس کے سامنے اپنی جیہیں نیا زخم کر کے عبدیت کا اظہار کرتا ہے اور اس کی خالقیت و معبدیت کو تسلیم کرتا ہے۔ نماز کے ان فوائد و اثرات کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب اس کو اس کی شان کے مطابق اخلاص و لہبیت کے سانچے میں حل کرنہ بایت خشوع و خضوع اور تمام شرائط و اركان کی

کامل رعایت سے ساتھ ادا کیا جائے، یعنی نماز کے وہ ثمرات و فوائد، جو قرآن کریم اور آحادیث صحیح میں بیان کئے گئے ہیں، اس وقت ملتے اور مل سکتے ہیں جب نماز کو سنتِ نبویؐ کے مطابق الْمُنَّان و سکون کے ساتھ ادا کیا جائے۔

خنوع و خضوع کی دو قسمیں ہیں: دل کا خنوع اور جسم کا خنوع۔ دل کا خنوع یہ ہے کہ نمازی کو اس بات کا احساس ہو کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے دل میں اللہ کی عظمت و کسریاً کا خیال ہو، جو کچھ پڑھ رہا ہو اس کے مفہوم و معانی پر غور کرے۔ قرآن کی آیتوں کو تصحیح کر پڑھنے سے نماز کے ارکان کی حکمت و غایت تصحیح کرنا نہیں ادا کرے۔ اور جسم کا خنوع یہ ہے کہ نماز کے دوران ادھر ادھر نکاہ نہ دوڑائے، بچوں جیسی حرکتیں نہ کرے، ایسی حرکتیں نہ کرے جو نماز کے منافی ہیں، بلکہ نہایت باوقار انداز میں اور عاجزانہ کیفیت کے ساتھ اللہ کے خنور کھڑا ہو۔ جسم کا خنوع اسی وقت ممکن ہے جب دل کا خنوع موجود ہو۔ ایک بزرگ عالم حاتم الاصم سے دریافت کیا گیا کہ آپ نماز کی طرح ادا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ”میں تکبیر کرتا ہوں پھر ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرتا ہوں۔ خنوع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں۔ عاجزانہ انداز میں سجدے کرتا ہوں جنت کو اپنے دامن طرف اور دوزخ کو بامن طرف محسوس کرتا ہوں۔ کعبے کو اپنی بیٹھانی کے سامنے تصور کرتا ہوں۔ ملک الموت کو اپنے سر کے اوپر تصور کرتا ہوں۔ اپنے آپ کو گناہوں میں گھرا ہوا سمجھتا ہوں۔ اس حال میں کہ اللہ کی آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں۔ یہ سمجھتا ہوں کہ میری عمر کی یہ آخری نماز ہے۔ اس لیے حتی الامکان خلوص کے ساتھ نماز ادا کرتا ہوں۔ اس کے بعد سلام پھیرتا ہوں۔ اس کے باوجود مجھے اندیشہ ہے کہ میری نماز قبول بھی ہوتی یا نہیں۔“

نماز کے دوران ایسی حرکتیں کچھ زیادہ سرزد ہوں جو نماز کے منافی ہیں۔ مثلاً بدن کھجانا، ادھر ادھر دیکھنا، بار بار اپنے کپڑوں کو درست کرنا وغیرہ غیرہ۔ اس طرح حرکتیں اگر کثرت سے سرزد ہوں تو نماز باطل کر دیتی ہیں یعنی نماز ادا نہیں ہوتی۔ 2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نماز کے دوران ذہن کھینچیں اور مشغول ہو، نماز کی طرف دل حاضر نہ ہو یا چھوٹی موٹی نماز کے منافی حرکتیں بہت کم مقدار میں سرزد ہوں تو ان کی وجہ سے نماز اگرچہ باطل نہیں ہوتی لیکن نماز کا مقصد جاتا رہتا ہے اور نماز کی روح محفوظ ہو جاتی ہے۔ نماز کی روح یہ ہے کہ نمازی زیادہ سے زیادہ خنوع و خضوع کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاةٍ هُمْ خَشِيعُونَ﴾ ۲۰۰... سوراً ۲۰۰ المؤمنون

”یقیناً فلا حِلْمَانِ لَا نَوْلَ نَعْلَمُ جَوَابَنِي نَمَازٍ مِّنْ خَشْوَعٍ اغْتِيَارٌ كَرِتَتِي مِنْ -“

”بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے وقت دل کا لگ جانا یا بارگاہِ الٰہی میں دلوں کو جھکادیں خشوع کہلاتا ہے خشوع یعنی دل کا حاضر ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے خشوع رضاۓ الٰہی پانے نجات دلانے اور جنت میں لے جانے والا عمل ہے جسے اپنے اعمال میں خشوع حاصل ہو جائے گویا اسے اخلاص نصیب ہو گیا۔

آج ہمدردی تھتے ہیں کہ ایک بڑی تعداد پاندی کے ساتھ نماز پڑھتی ہے؛ لیکن ساتھ ساتھ دوسراے منکرات اور معصیات میں مبتلا بھی ہوتی ہے؛ حالانکہ نماز کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ بے حیاتی اور برے کاموں سے روکی والی ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ نماز پڑھنے کے باوجود گناہوں میں ملوث رہتے ہیں؟

اس کا جواب بالکل صاف ہے کہ ایسے لوگوں کی نماز خشوع و خضوع سے غالی ہوتی ہے وہ نمازو تو پڑھ رہے ہوتے ہیں اس کا جسم تو مسجد میں ہوتا ہے؛ لیکن اس کا ذہن و دل کی اور وادی میں بھٹک رہا ہوتا ہے، ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہیں کہ ادب و احترام اور حضور قبیل کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے؛ بلکہ اس کے ذہن میں مختلف خیالات و وساوس گردش کر رہے ہوتے ہیں، زندہ ٹھیک سے ارکان ادا کرتے ہیں، نسبیجات کو طینان سے پڑھتے ہیں، نہ قرأت قرآن کو بغور سماعت کرتے ہیں اور نہ ٹھیک سے رکوع و سجده کرتے ہیں؛ بلکہ رسمی طور پر جھٹ پٹ نماز پڑھ کر مسجد سے نکل جاتے ہیں، بھلا ایسی نماز میں اس قابل کیوں کر ہو سکتی ہیں کہ وہ برا یوں اور بے حیائیوں سے روکیں۔

خشوع و خضوع نماز بھی کی نہیں؛ بلکہ تمام عبادات کی روح ہے، اگر عبادات اس سے غالی ہوں تو وہ محض برائے نام عبادت ہے، اس کی کوئی خاص فضیلت اور مقام نہیں ہے، عبادات کے فضائل و فوائد کا مدار اس بات پر ہے کہ اس کوئی طریقے سے انجام دیا گیا ہے اور اس میں اخلاص اور خشوع و خضوع کس قدر موجود ہے، معمولی سے معمولی عمل بھی خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیجے جانے پر فضائل کے معاملے میں بڑے سے بڑے عمل پر فوقيت حاصل کر لیتا ہے۔

یعنی نماز کی ادائیگی یقیناً گراں اور دشوار گزار ہے؛ لیکن یہ دشواری ان لوگوں کو درپیش ہوتی ہے جن کی نمازوں میں اخلاص و للہت اور خشوع و خضوع کا فقدان ہوتا ہے؛ ورنہ اللہ کے وہ بندے جو حقیقتہ اس کی

طرف جھکنے والے اور نمازوں میں خشوع و خضوع اختیار کرنے والے یہ نماز کی ادائیگی میں کمی قسم کی دشواری اور مشقت کا احساس نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ وہ اس سے لذت یا بُر لطف اندوڑ ہوتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کے پچھلے تمام صغيرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور جب بھی وہ اس طریقے پر نماز پڑھے گا اسے یہ فضیلت حاصل ہو گی، یعنی یہ فضیلت فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کے دور کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ تائیح قیامت جو بھی بندہ مومن ایسا کرے گا وہ اس فضیلت سے بہرہ یا بُر لطف ہو گا۔

ساتھ ساتھ حدیث پاک میں خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کا طریقہ بھی بیان کردیا گیا کہ نمازوں اس کے متحب وقت پر ادا کرے، اچھی طرح وضو کرے یعنی وضو میں جتنی چیزیں سنت ہیں ان تمام کی کامل رعایت کے ساتھ وضو کرے، پھر نہایت سکون و الطینان اور دل و دماغ کو حاضر کر نماز ادا کرے کمی قسم کی جلد بازی نہ کرے، پھر نماز کے تمام ارکان مثلاً قیام و قعود، رکوع سجدہ وغیرہ سب کو اچھی طرح سنت طریقے سے ادا کرے، جب انسان اس طرح نماز ادا کرے گا تب اس کی نماز گناہوں کا کفارہ بنے گی اور برائیوں اور بے حیائیوں سے روکے گی۔

عدم خشوع نہایت ہی مہلک مرض اور عبادات کے ثواب میں کمی کا باعث ہے شیطان اپنی ذریت کے ساتھ عبادات میں خشوع کو اولاداً کم کرتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ختم کر دیتا ہے یوں عبادت برائے نام رہ جاتی ہے۔ اللہ کریم ہمیں نماز کے ساتھ ساتھ تمام اعمال میں خشوع و خضوع نصیب فرمائے (آمین)

نماز کا بیان سبق نمبر: 33

فرض نمازوں کی انفرادی فضیلت و اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصَّلَاةُ الْحَبْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَارَةٌ لِمَا تَعْשَ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْتَّمِذِينُ وَابْنُ مَاجَهَ

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں میں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے، جب تک انسان گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔“ اس حدیث کو امام مسلم، بتمندی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی بارگاہ صمدیت میں اس کے بے پایاں جود و کرم اور فضل و رحمت کی خیرات طلب کرنے کے لئے کمال خشوع و خصوع کے ساتھ سراپا التحابنے رہنے اور اس کے حق بندگی بجالانے کو صلاحت سے تعمیر کیا جاتا ہے۔

نماز دین اسلام کے بنیادی اركان میں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ اس کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ یہ شب معراج کے موقع پر فرض کی گئی۔ قرآن و سنت اور اجماع کی رو سے اس کی ادائیگی کے پانچ اوقات ہیں۔ حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اوقات میں فرد اور دو اپاٹخوں نمازوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

1- فجر اور عشاء کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْبَرَّدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

بخاری، اصح، بتاب موقیت اصلوٰۃ، باب فضل صلاۃ الغھر، رقم: 548، قم: 210: 1

”جب شخص نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازوں میں ادا کیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔“

اوّاً فجر کی نماز کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ اس وقت انسان پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ ہوا کے خوشگوار جھونکے اسے تھپکیاں دے دے کر خواب شیریں کی آنکھوں میں لے جاتے ہیں اور شیطان ہر رہبے سے اسے غفلت کی نیند پڑا رہنے پر اک ساتارہتا ہے۔ ایک بندۂ خدا میلٹھی نیند اور آرام کو ترک کر کے بتر

سے نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو شیطان کی ساری محنت اکارت جاتی ہے۔
دوسراعشاء کا وقت ہے جب انسان دن بھر کی تھنکن سے چور، کھانا کھاتے ہی بتر راحت پر دراز ہونا
چاہتا ہے اور شیطان حیلوں بہانوں سے اسے عشاء کی نماز پڑھنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن بندہ نہ خدا
نہانی خواہشات اور شیطان کے ہر بول کے باوجود بارگاہ ایزدی میں نماز کے لیے حاضر ہو کر شیطان کے
سارے عرائم خاک میں ملا دیتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان دو اوقات کے عبادت گزار بندوں کو جنت کی بشارت دیا
اس حکمت کی بناء پر ہے کہ جو شخص فجر اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی کو اپنا معمول بنایتا ہے، اس کے لیے باقی
تین نمازوں کو ادا کرنا گراں نہیں ہوتا۔

2- نمازِ عصر کی فضیلت کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقُدْ حَبِطَ عَمَلُهُ.

بخاری، اصح، کتاب مواقيت الصلوٰۃ، باب إثْمٍ مِنْ تَرْكِ الْعَصْرِ، رقم: 528، قم: 1: 203.

”جس نے نمازِ عصر چھوڑی اس کے عمل باطل ہو گئے۔“

قرآن حکیم میں اس نماز کی محافظت کی خوبی تلقین کی گئی ہے:

حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوةِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى. البقرة: 2: 238

”سب نمازوں کی محافظت کیا کرو اور بالخصوص درمیانی نماز کی۔“

3- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل حدیث مبارکہ میں فجر اور عصر کی نمازوں کو

پابندی کے ساتھ ادا کرنے والوں کو نادر دوزخ سے رہائی کی بشارت عطا فرمائی:

لَنْ يَلْجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوهَا يَعْنِي الْفَجْرِ

وَالْعَصْرِ.

مسلم، اصح، کتاب المساجد و موضع الصلوٰۃ، باب فضل صلاتی اصح والعصر والمحافظۃ علی ۱: 440، رقم: 634.

”جس نے سورج کے طلوع ہونے سے قبل اور اس کے غروب ہونے سے قبل یعنی فجر اور عصر کی

نماز ادا کی وہ ہرگز آگ میں داخل نہیں ہو گا۔“

4- اسی طرح پنجگانہ نماز کی فضیلت کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تم گناہ کرتے رہتے ہو اور جب صحیح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر گناہ کرتے رہتے ہو اور جب نماز ظہر پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر گناہ کرتے رہتے ہو اور جب نمازِ عشاء پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر گناہ کرتے رہتے ہو جب نمازِ عشاء پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر تم سو جاتے ہو اور بیدار ہونے تک تمہارا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔“ طبرانی، الحجۃ الصغیر، 91: 1، رقم: 121

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا نماز کی بروقت ادائیگی ہر مسلمان کے لیے فرض لازم ہے۔ یہ تمام نیک اعمال میں سب سے زیادہ متحسن اور بابرکت عمل ہے۔ جیسا کہ صادق و مصدق پیغمبر ﷺ نے فرمایا: نمازوہ بنیاد ہے کہ جب یہ صحیح ہو گی تو بندے کے تمام اعمال ٹھیک ہو جائیں گے، بصورت دیگر تمام اعمال میں خرابی آئے گی۔“ (جامع الترمذی، رقم: 413)

ان احادیث مبارکہ کے مطابع سے یہ آجی نصیب ہوتی ہے کہ نمازو نہ صرف خود ایک عظیم الشان عبادت ہے بلکہ یہ تمام اعمال کی درگی کا مؤثر ترین ذریعہ بھی ہے۔ یہ تجوہ ہر شخص کر کے دیکھ لے کہ اگر وہ باقاعدگی سے نماز باجماعت ادا کرے گا اور خشوع و خضوع سے ادا کرے گا تو اس کے تمام اعمال ٹھیک ہوتے چلے جائیں گے اس کی عقل آسے صراط مستقیم پر لے جائے گی اور وہ برائیوں سے بچ جائے گا۔ بجانب اللہ! نماز واقعی اتنی مبارک چیز ہے جو انسان کی سیرت سازی میں بہترین کردار ادا کرتی ہے۔ جو لوگ اپنے بچوں کو اعلیٰ کر کیکٹ کا مامل دیکھنا چاہتے ہیں اُنھیں چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو نماز باجماعت کا مادی بنائیں۔ اس طرح ان کے بچوں کی تقدیر کے کواڑھل جائیں گے اور وہ ہر بخارا سے مایہ نما مسلمان بنیں گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت میخی بن سعید فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہئے کہ نماز اس طرح پڑھا کرے کہ اس کا وقت فوت نہ ہو اور نماز کے وقت کا وقت ہو جانا گھر اور مال دو لے سے زیادہ عظیم چیز ہے۔ (موطا امام مالک) مطلب یہ تھا کہ گھر اور مال کی اتنی اہمیت نہیں بنتی کہ نمازو کو وقت پر پڑھنے کی ہے، لہذا گھر بار اور مال و دولت میں لگ کر نمازو کو فقا کرنا درست نہیں۔“

مختلف احادیث سے نماز کی فضیلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی معلوم ہوتی ہے: نماز

دین کا ستون ہے، نماز مون کی معراج ہے، نماز ایمان کی نشانی ہے، نماز ٹھکر گزاری کا بہترین ذریعہ ہے، نماز میزان عمل ہے،

ہر عمل نماز کا تابع ہے، روز قیامت پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا، نمازی کے ساتھ ہر چیز غدائی عبادت کرتی ہے،

نمازی کا گھر آسمان والوں کے لئے نور ہے، نماز کے اثرات اور فوائد گناہوں سے دوری کا ذریعہ ہے، نماز بیٹھانے کو دفع کرنے کا وسیدہ ہے، نماز بلا ووں سے دوری کا ذریعہ ہے، نمازوں کو چھوڑ دینا بہت ہی شدید گناہ کبیرہ اور جننم میں لے جانے والا کام ہے۔ اس لئے ابھی بھی وقت ہے، ہوش کے ناخن لیں اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں سواریں۔

اللہ کریم ہمیں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے والا بنائے اور اہتمام نصیب فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام اعمال میں خنوع و خضوع نصیب فرمائے (آمین)



نماز کا بیان بیت نمبر 34:

نمازو تر کی فضیلت و اہمیت (1)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمَدَ كُمْ بِصَلَاةٍ وَهِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ التَّعْمِ، وَهِيَ الْوُتُورُ، فَبَعْلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعَشَاءِ إِلَى طَلُوعِ الْفَجْرِ۔
رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اللہ نے ایک ایسی نماز کے ذریعے تمہاری مدد کی ہے جو سرخ اوٹووں سے بھی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور وہ وتر ہے، اس کا وقت اس نے تمہارے لیے عشاء سے طلوع فجر تک مقرر کیا ہے۔

عبادت قرب الہی کا ذریعہ ہے اور وتر عبادتوں میں سے قرب الہی کا عظیم ذریعہ ہے۔ یہ ایک مستقل نماز ہے جو رات میں عشاء اور فجر کے درمیان ادا کی جاتی ہے۔ اس کی فضیلت میں متعدد احادیث ملتی ہیں مثلاً:

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کورات کے آخری حصے میں قیام نہ کر سکنے کا اندر یہ ہو، وہ رات کے شروع میں وتر پڑھ لے اور جو شخص رات کے آخری حصے میں قیام کرنے کے متعلق پر امید ہو تو وہ رات کے آخری حصے میں وتر ادا کرے یہونکہ رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں اور یہ (وقت عبادت کے لیے) افضل ہے۔“ اس حدیث کو امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ وتر فرض نمازوں کی طرح فرض نہیں لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک طریقہ جاری فرمایا اور ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے، پس اے اہل قرآن (مسلمانو!) تم بھی وتر پڑھا کرو۔“ اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور ابو داود نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت علی کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وتر کے معنی طاق کے ہیں۔ احادیث نبوی کی روشنی میں امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ ہمیں نماز وتر کی خاص پابندی کرنی چاہیے؛ یہونکہ نبی اکرم ﷺ سفر و حضر میں ہمیشہ نمازو تر کا اہتمام فرماتے تھے، نیز نبی اکرم ﷺ نے نمازو تر پڑھنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص وقت پر وتر نہ پڑھ

سکت تو وہ بعد میں اس کی قضا کرے۔ آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو وتر کی ادائیگی کا حکم متعدد مرتبہ دیا ہے۔ نماز و تر
کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صحیح ہونے تک رہتا ہے۔ رات کے آخری حصہ میں نماز تجد پڑھ کر نماز و تر کی
ادائیگی افضل ہے، بنی اکرم ﷺ کا متفق معمول بھی یہی تھا۔ البتہ وہ حضرات جورات کے آخری حصہ میں نماز تجد
اور نماز و تر کا اہتمام نہیں کر سکتے ہیں میں تو وہ سونے سے قبل ہی وترادا کر لیں۔

حضرت بریہؓؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز و ترحق ہے، جو وترادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ نماز و ترحق ہے،
جو وترادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ نماز و ترحق ہے، جو وترادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں بعض روایت میں یہ
حدیث ”الوتر واجب“ کے لفظ سے مردی ہے۔

نماز و تر کا وقت:

نماز و تر کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صحیح ہونے تک رہتا ہے۔ بعض علماء نے نماز فجر کی ادائیگی تک
نماز و تر کا وقت تحریر کیا ہے، مگر جمہور علماء کے نزد یہ کچھ ہونے کے بعد وترادا نہ کیے جائیں؛ بلکہ طوع آفتاب
کے بعد نماز و تر کی قضا کی جائے؛ یوں نہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہونے کے
بعد سے طوع آفتاب تک صرف دور رکعت سنت موکدہ اور دور رکعت فرض ادا کی جائیں۔

رات کے آخری حصہ میں نماز تجد پڑھ کر نماز و تر کی ادائیگی افضل ہے، بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا متفق
معمول بھی یہی تھا؛ البتہ وہ حضرات جورات کے آخری حصہ میں نماز تجد اور نماز و تر کا اہتمام نہیں کر سکتے ہیں تو وہ
سونے سے قبل ہی وترادا کر لیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو
خوف ہے کہ وہ آخری رات میں اٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو وہ رات کے شروع حصہ میں ہی وترادا کر لے؛
البتہ جس کو غبہت ہے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نماز و تردا کرے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے؛ یوں نہ رات
کے آخری حصہ میں ادا کی گئی نماز کے وقت فرشتے حاضر رہتے ہیں اور یہی افضل ہے۔

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں تمام فقہاء و علماء نماز و تر کی قضا کی مشروعیت پر
تو متفق ہیں لیکن قضا کے وقت میں ان کی آراء مختلف ہیں، اگرچہ تقریباً تمام ہی فقہاء و علماء طوع آفتاب سے
زوال آفتاب تک کے وقت کو نماز و تر کی قضا کا بہترین وقت قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وتر سے سوتارہ جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے (یادہ جاگے) تو اسی وقت پڑھ لے۔ سن یہیقی میں یہ حدیث قدرے وضاحت کے ساتھ وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وتر پڑھے بغیر سو گیا، وہ صحیح کو پڑھے اور جو بھول گیا وہ یاد آنے پر پڑھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت عبادہ بن صامت وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فخر کے بعد وتر پڑھے (یعنی بروقت نہ پڑھ سکتے تو بعد میں بطور قضاپڑھے)

وضاحت: جو حضرات رات کے آخری حصہ میں نماز وتر کا اہتمام کرتے ہیں تو کبھی کبھی بشری تقاضے کی وجہ سے وہ نماز وتر وقت پر ادا نہیں کر پاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سننا: جس شخص کا رات کا کوئی معمول سونے کی وجہ سے رہ جائے اور وہ فخر کے بعد ظہر سے قبل ادا کر لے تو اس کے لیے ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس نے اس کو معمول کے مطابق ادا کیا۔
وتر کی تعداد رکعت:

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد طریقوں سے یہ وتر ادا کیے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ طریقے آج تک امت مسلمہ میں زندہ رکھے ہیں، مندرجہ ذیل دو طریقے امت مسلمہ میں زیادہ راجح ہیں:

(1) ایک سلام اور وقاعدوں کے ساتھ نمازِ مغرب کی طرح وتر کی تین رکعت ادا کی جائیں۔

(2) وتر کی ۳ رکعت اس طرح ادا کی جائیں کہ ۲ رکعت پر سلام پھیر دیا جائے اور پھر ایک رکعت ادا کی جائے، یعنی ۳ رکعت دو شہد اور ۲ سلام کے ساتھ۔

نٹ: کچھ حضرات نے ہمہ لوت پر عمل کرنے کا کچھ زیادہ ہی مرا� بنا لیا ہے؛ چنانچہ وہ صرف ایک ہی رکعت وتر ادا کر لیتے ہیں، صرف ایک رکعت وتر ادا کرنے سے پہنچا چاہیے، کیونکہ فقہاء و علماء کی ایک جماعت کی رائے میں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

اُن مذکورہ دونوں شکلوں میں وتر کی ادائیگی صحیح ہے؛ البتہ فقہاء و علماء کرام نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے وتر کی کسی ایک شکل کو راجح قرار دیا ہے، مثلاً سعودی عرب کے علماء نے پہلی صورت کو راجح قرار دیا ہے؛ جب کہ

دیگر فقہاء و علماء مثلاً شیخ نعمان بن شابت یعنی امام ابو حنین رحمۃ اللہ علیہ (۸۰-۱۵۰ھ) نے پہلی شکل کو مندرجہ ذیل احادیث شریفہ کی روشنی میں راجح قرار دیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور "سُبْحَانَ رَبِّكَ الْأَعْلَى"، دوسری رکعت میں "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ" اور تیسرا رکعت میں "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" پڑھتے تھے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ رات میں تہجد کی ۸ رکعت پڑھتے، پھر تین وتر پڑھتے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (۱۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز و تر تین رکعت ہے، نیز تین رکعت وتر کے جواز پر تمام علماء امت کا اجماع ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرام کو بھی تین وتر پسند تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعد میں آنے والے جمہور اہل علم کا پسندیدہ عمل بھی یہی ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سُبْحَانَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، دوسری رکعت میں سورہ الکافر و ان اور تیسرا رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی جائے۔

ایک رکعت وتر پڑھنے میں علماء امت کا اختلاف ہے: بعض کے نزد یہک یہ صحیح نہیں ہے، لہذا وقت دلائل کے ساتھ اختیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وتر میں تین رکعت ہی پڑھی جائیں۔

نماز کا بیان بیان نمبر: 35

نمازو توڑ کی رکعات اور پڑھنے کا طریقہ (2)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا

أَهْلَ الْقُرْآنِ أَوْ تَرْوُا فِي إِنَّ اللَّهَ وَتَرْبِيْجُ الْوَتْرِ.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مسلمانو!

وترا پڑھو: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بھی وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

وترا کی تین رکعات ہوتی ہیں۔ وتر کے معنی طاق کے ہیں اور تین رکعات طاق عد کو ظاہر کرتی ہیں جس

کی بنا پر نمازو توڑ کہتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وِتُرُ اللَّيْلِ ثَلَاثٌ، كَوِتُرِ التَّهَارِ صَلَاتَةُ الْمَغْرِبِ۔ دارقطنی، السنن، 27: 2

”دن کے وتروں یعنی نمازو مغرب کی طرح رات کے وتروں کی بھی تین رکعات ہیں۔“

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ اپنا قول یوں بیان کرتے

میں:

وَرَأَيْنَا أُفَالِسًا مُنْذُ آدْرَكَنَا يُوْتَرُونَ بِشَلَاثٍ.

”جب سے میں نے ہوش بھالا تو ہم نے لوگوں کو تین وتر پڑھتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔“

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی

الله تعالیٰ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نمازو کی طرح تیسرا رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا جماع ہے کہ وتر کی تین رکعت میں اور آخر میں ہی

سلام پھیرا جائے۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعیتیں ایک سلام سے ہیں، رہاد و سری رکعت کے بعد

قدہ کرنے کا ثبوت تو ایک صحیح حدیث بھی ایسی نہیں ملتی، جس میں یہ ذکر ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت

وڑا ایک سلام سے پڑھتے تھے اور دوسرا رکعت کے بعد قاعدہ کرنے سے منع کرتے تھے اس کے عکس

متعدد ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن رات کی ہر نماز میں ہر دوسری رکعت پر قعدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ وتر کا اس عموم سے مستثنی ہونا کسی ایک حدیث میں نہیں ملتا، اگر ایسا ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بیان فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہتمام سے امت تک پہنچاتے۔

نمازو تراللہ تعالیٰ جل شانہ کے قرب کے لیے سب سے افضل اور عظیم عبادات میں شامل ہوتی ہے، علماء احتجاف تو اسے واجبات میں شمار کرتے ہیں، جس کی ہر مسلمان شخص کو ضرور حافظت کرنی چاہیے، اور اسے ترک نہیں کرنا چاہیے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

”نمازو ترچھوڑنے والا شخص برا آدمی ہے، اس کی گواہی قول نہیں کرنی چاہیے“

دعاۓ قوت خواہ رکوع سے قبل یا رکوع کے بعد پڑھی جائے، دونوں شکلوں میں نماز ادا ہو جائے گی؛ البتہ افضل وقت کے متعلق فقہاء و علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ ہے کہ دعاۓ قوت پورے سال رکوع سے قبل پڑھی جائے۔ حضرت عاصم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قوت کے متعلق سوال کیا؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قوت ثابت ہے۔ میں نے عرض کیا: رکوع سے قبل یا بعد؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رکوع سے قبل۔ میں نے کہا کہ فلاں نے مجھے آپ کی بابت بتایا ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد پڑھی ہے؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس نے جھوٹ کہا ہے۔ رکوع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ دعاۓ قوت پڑھی ہے۔

بخاری شریف کی سب سے زیادہ مشہور شرح الحسن و اعلیٰ علامہ ابن حجر عسقلانیؑ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام روایات کو پیش نظر کھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دعاۓ قوت کسی خاص وجہ سے (دعا وغیرہ کے لیے) پڑھی جائے تو بالاتفاق وہ رکوع کے بعد ہے اور جو قوت عام حالات میں پڑھی جائے تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح طور پر دیکھی ثابت ہے کہ وہ رکوع سے پہلے ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قوت پڑھتے تھے۔

حضرت اسود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ وتر کی آخری رکعت میں ”قل ہو اللہ احد“ پڑھتے، پھر دونوں باتوں کو اٹھاتے اور اس کے بعد رکوع سے پہلے دعاۓ قوت پڑھتے تھے۔

نمازِ عشاء کے فرض، سنتیں اور نوافل ادا کرنے کے بعد تین رکعت و تر واجب ادا کریں۔ نماز و تر کی

نیت بھی عام نمازوں کی طرح ہے۔ وتر پڑھنے کا طریقہ تھوڑے سے فرق کے ساتھ وہی ہے جو نماز مغرب کا ہے۔ یعنی دور کعت پر تشهد کے لیے بیٹھیں، البتہ قعدہ میں تشهد کے بعد درود وغیرہ منپڑھے؛ بلکہ اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے، اس کے بعد فاتحہ پڑھے پھر سورت ملائے، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک پاٹھ اٹھائے پھر راتھ حسب سابق باندھ لے، اس کے بعد عاشرے قوت پڑھے پھر رکوع سجدہ کر کے قعدہ آخرہ (جس میں تشهد کے ساتھ درود اور دعا بھی پڑھے گا) کرے پھر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

اللَّهُمَّ إِنَا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْحَمْدُ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكُفُرُكَ وَنَخْلُعُ وَنَتَرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ。اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِلَيْكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نُسْلِي وَنَخْفِدُ وَنَرْجُوا رَحْمَتَكَ وَنَخْشِي عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ إِلَى الْكُفَّارِ مُلِحٌّ۔ (ابن ابی شیبہ، المصنف، 2: 95، رقم: 6893)

”اے اللہ! ہم تجوہ سے مدد مانگتے ہیں اور تجوہ سے بخش چاہتے ہیں، تجوہ پر ایمان لاتے ہیں اور تجوہ پر بھروسہ کرتے ہیں، ہم تیری اپنی تعریف کرتے ہیں، تیر انکھ کرتے ہیں اور تیری ناٹکری نہیں کرتے، اور جو تیری نافرمانی کرے اس سے مکمل طور پر عینہ دیگی اختیار کرتے ہیں۔ اے اللہ، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے، تجوہ ہی سجدہ کرتے ہیں، تیری ہی طرف دوڑتے اور حاضری دیتے ہیں، ہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے غذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیر اذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔“

فرض نمازوں کے ساتھ یہیں نماز و تر کا غاص اہتمام کرنا چاہیے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سن و نوافل کا بھی اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہو جائے، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ نیز اگر خدا نو اسٹرے قیمت کے دن فرض نمازوں میں کچھ کمی نکلے تو سن و نوافل سے اس کی تکمیل کر دی جائے، جیسا کہ احادیث میں ذکر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نمازوں کا اہتمام کرنے والا بناتے اور ہماری نمازوں میں خشوع و خصوص پیدا فرمائے؛ تاکہ ہماری نمازوں میں دنیا میں ہمیں برائیوں سے روکنے کا ذریعہ نہیں اور قیامت کے دن جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ نہیں۔

نماز کا بیان بیان نمبر 36:

فرائض نماز سے پہلے اور بعد سنتوں کی اہمیت و فضیلت

عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثَنَتَيْ عَشْرَةَ رَجُلَةً يُبَيِّثُ فِي الْجَنَّةِ إِلَيْهِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظَّهَرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ۔ (ترمذی، السنن، کتاب الصلاۃ، 1: 440، رقم: 415)

ام المؤمنین ام حبیبہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات اور دن میں بارہ رکعت سنت پڑھے گا، اس کے لیے جنت میں ایک گھن بنا جائے گا: چار رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں اس کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔

احادیث مبارکہ میں فرائض کے علاوہ دیگر نمازوں کی ترغیب دی گئی ہے، اور بنی کریم ﷺ کا اس سلسلہ میں متواتر عمل بھی ثابت ہے۔ یعنی حنماز میں نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے تو اترا اکثر پابندی کے ساتھ ادا کی ہوں؛ وہ سنت مؤکدہ کی ذیل میں آتی ہیں۔ امت محمدیہ کے لیے ان نمازوں کے ترک کو لائق ملامت قرار دیا گیا ہے۔ سنت مؤکدہ کا چھوڑنے کی عادت بنا لینا گھنہ میں شمار ہے۔ سفر، مریض یا وقت کی شرگی کے باعث نہ پڑھ سکے تو ملامت نہیں ہے۔ اور دوسری وہ نمازوں میں جو بنی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرش نمازوں کے علاوہ پڑھیں لیکن ان کی پابندی نہیں کی۔ جن نمازوں کی ترغیب دی گئی ہو مگر ان کے چھوڑنے پر ملامت نہ کی گئی ہو، وہ سنت غیر مؤکدہ ہیں اور اسی کو تمحب اور مندوب بھی کہا جاتا ہے۔ سنت غیر مؤکدہ اور نوافل میں اختیار ہے، خواہ پڑھے یا چھوڑ دے۔ وقت گزرنے کے بعد سنت کی قضا نہیں ہو سکتی اور فجر کی سنتیں نصف النہار سے پہلے پہلے پڑھ لینی چاہتیں۔

گھر پر سنتیں پڑھنا افضل ہے، مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ گھر کا ماحول پر سکون ہو اور اس کو گھر جاتے ہی گھر بلو کاموں کی تشویش لاحق نہ ہو جائے، اگر اسی اندیشہ ہو تو مسجد میں سنتیں پڑھنا افضل ہے۔ سنت و نقش کے لیے مطلق نماز کی نیت کافی ہے، اس میں وقت اور رکعات کی نیت کرنا لازم اور ضروری نہیں۔

نماز سے پہلے اور بعد کی جو سنتیں ہیں ان کی اہمیت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ ﷺ ان

ستنوں کو نہایت اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے، عام طور پر جو کوتاہی اور لاپرواہی اس حوالہ سے بر قی جباری ہے، وہ بہت ہی تکلیف دہ ہے، بالخصوص نوجوان طبقہ اس کا زیادہ شکار ہے، اس باب میں ہر نماز کے سنن سے متعلق مسئلہ فضائل ہیں، مجموعی لحاظ سے بھی ان سنن کی فضیلت آئی ہے، جو ہمیں عمل پر ابھارنے کے لیے کافی ہے؛ چنانچہ جو بندہ دن میں بارہ رکعتیں اہتمام سے ادا کرتا ہے اس کے لیے جنت میں ایک محل اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو دیا جائے گا، قال رسول اللہ امن صلی فی یوم ولیلۃ الشّعیرۃ رکعۃ بنی لهبیت فی الجنة (ترمذی) وہ کوئی بارہ رکعتیں ہیں۔ دو فجر سے پہلے کی، چار ظہر سے قبل اور دو بعد ظہر کے، دو مغرب بعد کی، اور عشاء کے بعد کی دو رکعتیں۔ ان میں سے ہر نماز کی ستون کی علیحدہ فضیلت ہے، جس کا عملًا التزام ہم پر ضروری ہے۔

فخر کی ستون کے متعلق فضائل؛ دن کے آغاز میں جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ فخر کہ سلامی جاتی ہے، اس کی ستون کے متعلق بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے جامع فضائل ارشاد فرمائے ہیں بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فخر کی دو رکعت سنت نہ چھوڑوا گر چہ تمہاری یہ حالت ہو کہ گھوڑ سے تم کو دوڑا رہے ہوں، (ابوداؤد۔ روایت ابوہریرہ ^{رض}) مطلب یہ کہ تم کہیں سفر پر تیزی سے جا رہے اور گھوڑوں کی پیٹ پر سوار ہو تو بھی اس سنت کو ترک نہ کرو، ایک مقام پر سنت فخر کی فضیلت یوں بیان فرمائی صلی اللہ علیہ وسلم نے فراہمی نوافل میں سب سے زیادہ فخر کی دو رکعت سنت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، ستون میں سے کسی سنت کی قضا نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم بحوالہ مذکورہ۔ روایت عائشہ ^{رض}) مگر فخر کی سنت کی قضا احادیث سے ثابت ہے بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فخر کی ستیں نہ پڑھی ہوں اس کو چاہیے وہ سورج لکنے کے بعد ادا کرے۔ (ترمذی، معارف الحدیث۔ راوی ابوہریرہ ^{رض}) ان روایات کی روشنی میں حضرت حسن بصری ^{رض} کے نزدیک اور امام ابو عینہ ^{رض} کے ایک قول کے مطابق فخر کی سنت واجب ہے، (تحفۃ القاری، محدث پالنپوری) علاوہ ازاں یہ حکم بھی فخر کی سنت کے ساتھ ناصی ہے کہ جب کوئی آدمی نماز فخر کے لیے مسجد میں داخل ہو اور فرض نماز شروع ہو چکی ہو، اس نووارد کو یہ گمان غالب ہو کہ اس کو کم از کم دوسری رکعت یا قعدہ اخیرہ مل جائے گا، تو اس کو چاہیے کہ اول سنت ادا کرے، پھر نماز میں شامل ہو جائے، اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود ^{رض} ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے، نماز شروع ہو چکی تھی، تو آپ ^{رض} نے پہلے سنت ادا کی، پھر جماعت میں شامل ہوئے، (شرح معانی الاشار) دوسری روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام ^{رض} کے نزدیک فخر کی سنت کی کس قدر اہمیت تھی، اور انہوں نے اس سنت کا کس طرح اہتمام کیا

ظہر کی سنتوں کے متعلق فضائل؛ زوال شمس کے بعد پڑھی جانے والی نماز ظہر کہلاتی ہے، اس کی سنت کے فضائل بھی قریب قریب فجر کی سنت کے میں، آپ ﷺ ارشاد فرمایا جو ان سنتوں کی حفاظت کرے گا، (یعنی روزانہ ادا کرے گا) اللہ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے گا۔ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔ برداشت ام حبیب) ایک دوسری روایت میں حدیث کا مضمون آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں جن کے درمیان سلام نہ پھیرا جائے، ان کے لیے آسمان کے دروازے (یعنی جنت کے دروازے) کھل جاتے ہیں، (سنن ابو داؤد۔ ابن ماجہ، راوی ابو یوب الانصاری[ؓ])

عصر کی سنتوں کے فضائل؛ نماز عصر جو دون کے درمیانی حصہ میں ادا کی جاتی ہے، اس نماز کی سنت کے سلسلہ میں صرف آپ ﷺ کا ترغیبی ارشاد ملتا ہے، جس کا اہتمام کرنے پر بندہ مستحقِ ثواب ہوتا ہے، آقا ﷺ کا فرمان ہے اللہ کی رحمت ہوا سبندے پر جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔ (منڈ احمد بن حکوالم معارف الحدیث، راوی ابن عمر[ؓ]) اگرچہ اس سنت کا حکم کوئی تاکیدی نہیں ہے، مگر طالب آخرت کے لیے اعمال صالحہ بہترین سرمایہ ہے، جو اسی دنیا میں وہ کر سکتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ سے عصر سے پہلے دو گانہ نماز ادا فرمانا بھی ثابت ہے، (ابوداؤد، مشکاة، برداشت حضرت علی[ؓ]) چونکہ یہ سنت غیر مولکہ ہے، اس سلسلہ میں اس سنت کا حکم یہ کہ اس کے پڑھنے والے کو ثواب، اور نہ پڑھنے والے کو کوئی گناہ نہیں؛ البتہ سنت مولکہ باصرار چھوڑنے والا گنہگار ہو گا، اگر ہم ایسے وقت مسجد پہنچاوے اور کچھ وقت جماعت کے لیے باقی ہو، تو بجائے قیل و قال یعنی باتیں کرنے کے کے دو یا پار کعت پڑھ کر اس فضیلت کو حاصل کریں۔ جیسا کہ روایات سے معلوم ہوا۔

مغرب کی سنتوں کے فضائل؛ نماز مغرب غروب آفتاب کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے، اس کی سنتوں کی بھی بڑی فضیلت احادیث میں واضح طور پر آئی ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے بعد نماز مغرب بات کرنے سے پہلے دو یا چار رکعات نماز پڑھی، اللہ اس کی نماز کو جنت کے اعلیٰ مقام علمیں تک اٹھائے گا، (مشکاة) مطلب یہ ہے کہ اس کے اس عمل کو ساتویں آسمان تک اٹھایا جائے گا، ایک دوسراؤں یہ بھی ہے کہ آخرت میں اس کا عمل اللہ سے قرب کا ذریعہ بنے گا (باب السنن و فضلها، ص ۲۹۸ المعاشر شرح مشکاة)۔ آپ ﷺ فرماتے تھے جو بندہ مغرب کے بعد چھر کعت سنت پڑھے اس کے گناہ بخشن دئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے کاف کے برابر ہوں۔ (طرانی) اللہ کی رحمت اپنے بندوں پر کس طرح مہسر بان ہے، ذرا سی کوشش سے بندہ اپنی ڈھیر سارے گناہ بخشن والے، اور پاک ہو جائے، درحقیقت یہ فضائل ہمارے لیے میں، دن رات

آدمی اللہ کی کتنی نافرمانی کرتا ہے، پھر بھی اللہ ہمارے لینے خش کے دروازے کھولے ہوتے ہے۔ عشاء کی سنتوں کے فضائل؛ دن کی آخری نماز عشاء کی نماز ہے، اس کے سنن کا اہتمام بھی نبی علیہ اصول و السلام سے ثابت ہے، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے گھر میں عشاء کے بعد دور کعت نماز پڑھی (بخاری و مسلم) اور ابو داؤد کی روایت میں نبی ﷺ کا یہ عمل منکور ہے کہ آپ ﷺ جب بھی حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لاتے چار یا چھ رکعات ضرور ادا فرماتے۔ (ابوداؤد، معارف الحدیث، برداشت عائشہؓ) اس حدیث کے ذیل میں محدثین فرماتے ہیں: جہاں ائمہ کے نزدیک تو وہی دور کعت سنت مولکہ ہیں جو ابن عمرؓ کی روایت سے منقول ہے، البتہ ان دور کعت کے علاوہ آرام فرمانے سے پہلے مرید دو یا پار کعت آپ ﷺ پڑھتے تھے۔ ان فضائل کے ہوتے ہوئے بھی سنتوں کے سلسلہ میں اگر ہمارا معاملہ کوتا ہی والا ہے تو سمجھو بہت بڑی محرومی ہم اپنے سر لے رہے ہیں، جس کا اندازہ ہمیں کل قیامت میں ہو گا۔

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں جس میں آپ نے فرمایا کہ فرض نماز کے ادا کرنے والے کے فرض میں بوجض او رکی رہ جاتی ہے اسے سنتوں اور نفلوں کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے۔ اور ہم میں سے کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے فرض کامل اور مکمل ہیں اور فرض وکی سے خالی ہیں؟ ہم میں سے ہر ایک اس کمی کو پورا کرنے کا محتاج ہے اور اگر وہ سنن و نوافل سے بھی محروم ہو گیا تو پھر اس کی یہ کمی کیسے پوری ہو گی؟ اس لئے بہتر اور افضل یہ ہے کہ ان سنن کا اہتمام کیا جائے تاکہ یہ نقصان اسے گناہ کے قریب نہ لے جائے۔

اس لئے ان سنن کو تحریر اور معمولی سمجھ کر ترک کر دینا اور کہنا کیا ہوا سنتیں ہی تو تھیں۔ ان کی کیا حیثیت ہے؟ سنت کی تحریر و اتحاف جرم ہے اور ایسا شخص یقیناً گناہ کامر ترک ہو گا بلکہ سنت کو غاطر میں نہ لانے والا یا اس کا منداق اڑانے والا کفر تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ اسلئے جو شخص نماز کی ان سنتوں کو تحریر و معمولی سمجھ کر ان کی ناقدری کرتا ہے اور انہیں ترک کر دیتا ہے ایسا شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نار اُنکی مولیٰ لیتا ہے۔ اس حد تک جانے سے احتراز کرنا چاہئے اور معصیت سے پہنچا ہئے۔

نوافل کی تعریف اور ان کا اہتمام

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحْمَ اللَّهُ رَجْلًا قَاتَمَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيَقْظَلَ امْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبْتَأَتْ نَضَاحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحْمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَاتَمَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَإِنْ أَبْتَأَتْ نَضَاحَ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ.

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جورات کو اٹھے اور نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے، اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جورات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی جھکائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔

فرائض کے بارے میں توہر مسلمان آگاہ ہے کہ دن رات میں پانچ نمازوں کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اور یہ پانچ نماز میں اسلام کا اولین رکن ہیں، یہ بات بھی ہر مسلمان کے علم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی شب نبی کریم ﷺ کو اس امت کے لیے پہچاس نماز میں عطا فرمائی تھیں، پھر ان میں تخفیف ہوتی رہی، یہاں تک کہ پانچ باقی رہ گئیں، ساتھ ہی یہ ارشاد ہوا ”آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی امت کے لیے یہ عمل کے اعتبار سے پانچ نماز میں ہیں، البتہ ان کی ادائیگی پر ثواب پہچاس نمازوں کا ہی ملے گا“ یہ اللہ کی خومی رحمت ہے، اس امت کے لیے۔

ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے ان نمازوں کو انسانوں کے گناہوں کا سفارہ بھی قرار دیا ہے، ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: پانچ نماز میں اسی طرح ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کی نماز اس درمیان میں ہونے والے گناہوں کے لیے سفارہ بن جاتی ہیں، جب تک کہ مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے، یعنی نمازوں کی ادائیگی سے ہی اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں کو معاف فرماتا رہتا ہے، یہ بھی اللہ کی عنایت ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی پر ایک فریشے کی ادائیگی بھی ہو جاتی ہے، ثواب بھی مل جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ عبادت گناہوں کا سفارہ بھی بن جاتی ہے۔

فرائض کے ساتھ ساتھ ان سے پہلے یا بعد کچھ سنتیں اور نوافل مقرر کیے گیے ہیں، اسی طرح بعض نوافل کے لیے غاص (اوقات) احادیث میں ذکر کیے گئے ہیں، ان سنتوں اور نوافل کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

فرض نمازوں کے علاوہ جن نمازوں کا نبی کریم ﷺ نے خود اہتمام فرمایا، تغییر دی، تاکہ مدد فرمائی، وہ سنتیں کہلاتی ہیں، پھر علمائے کرام نے ان میں دو اقسام ذکر کی ہیں، ایک کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور دوسرا کو سنت غیر مؤکدہ کہتے ہیں۔

سنت مؤکدہ وہ نمازوں کہلاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے پڑھنے کا بڑا اہتمام فرمایا، شدید کسی غدر کے بغیر بھی بھی انہیں ترک نہیں فرمایا، یہ سنت مؤکدہ ہے، ان کی حدیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، ان سنتوں کا بغیر کسی غدر کے چھوڑنا گناہ ہے، ان کا اہتمام کرنا ہر مسلمان کے ذمہ دری ہے، ہر مسلمان کو یہ باتیں سمجھنی چاہئیں، یاد رکھنی چاہئیں اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔

نفل کے لغوی معنی زائد چیز کے ہیں۔ نفل نماز ایک ثواب میں اضافہ کے لیے ایک زائد نماز ہے۔ سنت غیر مؤکدہ کی طرح اس کو پڑھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا لیکن ان نمازوں کو پڑھ کر انسان اپنے ثواب میں اضافہ کر سکتا ہے۔ نفل نماز میں دو طرح کی ہیں۔ اول وہ نفل نماز جن کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ جب چاہو اور حتیٰ چاہو پڑھلو۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے گواہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نفل کیا ہے کہ ستر نوافل ایک فریضہ کی برابری کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کو لکھنے اہتمام سے ادا کرنا چاہیے، کیوں کہ فرآض میں کوتاہی کی تلافی کے لیے نوافل کا بہت بڑا ذخیرہ درکار ہوگا۔ لہذا ہر مسلمان کو فرض کی ادائیگی کے ساتھ کچھ اوقات نوافل کے لیے بھی نکلنے چاہئیں۔ اکابر کی زندگی کو ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ علمی کاموں و دینگردی نی مشاغل کے باوجود نوافل بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ دو سور کعت نوافل روزانہ پڑھتے تھے، سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے منقول ہے کہ چالیس برس عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تین سور کعت میں روزانہ پڑھتے تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعین سے قواتر کے طریق سے ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ اگر کسی کے پاس وقت فارغ ہو تو نماز اس کے لیے بہترین مشغله ہے۔ فرآض اور سنن مؤکدہ کے علاوہ جس قدر ہو سکے نوافل کے شغل رکھے مگر شوہر یا اولاد یا مال باپ کے حقوق میں رخمنہ ڈالے اور مرد ہو تو وہ بھی یہوی پچوں اور والدین کے حقوق نوافل کی مشغولیت میں تلف نہ کرے کیوں کہ شریعت پر چنان مقصود ہے نہ کہ اپنی طبیعت اور خواہش پر۔ ہمارے یقین مجبور

اعظم مدرس رسول اللہ ﷺ فرض نمازوں کے ساتھ ساتھی نمازوں کا بھی بکثرت اہتمام کیا کرتے تھے نفل نماز بہت اہمیت کی حامل ہے حدیث نبوی ﷺ کی رو سے روز قیامت اگر فراپس میں کی ہوئی تو وہ نوافل سے پوری کردی جائے گی۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا کہ "جب تک میرابندہ نوافل کے قریب رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُفنا ہے اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکوتا ہے اور اسکا پاؤں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسکو دیت ہوں۔ اور اگر مدد طلب کرے تو میں مدد کرتا ہوں۔" [اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے]

سیدنا ابو موسی اشعری بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا وہ نوں کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ یعنی جس گھر میں اللہ رب العزت کا ذکر اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے اصل میں اسی گھر کے مکین حیات سعیدہ گزار رہے ہیں جبکہ اس کے برعکس وہ مکاں جس کے باسی ذکر اللہ کا اہتمام نہیں کرتے وہ زندگی کی حقیقی لذتوں سے نا آشنا ہیں، ذکر اللہ سے مراد نماز بھی ہے، یکونکہ قرآن حکیم نے نمازوں کی ذکر قرار دیا ہے۔

ایک تابعی جن کا اسم گرامی حیریث بن قیصہ ہے، وہ فرماتے ہیں، میں مدینہ منورہ آیا، اور میں نے اس موقع پر اللہ سے دعا کی کہ: اے اللہ! مجھے کسی نیک صالح آدمی کا ساتھ نصیب فرمانا، چنانچہ چہ ہوایہ کہ اللہ نے مجھے سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی دولت نصیب فرمائی، میں ان کے پاس بیٹھ گیا، اور میں نے ان سے کہا کہ میں اللہ سے یہ دعا کر کے آیا تھا کہ مجھے کسی نیک صالح آدمی کی رفاقت ملے، چنانچہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں، سو میری گزارش یہ ہے کہ: مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے فردا میں میں سے کچھ سنا کیں، جو آپ نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنے ہوں، اللہ مجھے ان سے نفع دے گا۔

حضرت حیریث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے جو حدیث اس موقع پر سنائی وہ تھی کہ انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنایا ہے: قیامت میں سب سے پہلے اعمال میں سے نماز کا حساب ہوگا، اگر نماز صحیح اور کامل نکلی تو یہ آدمی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو گیا، اور اگر نماز میں کمی کو تباہی ہوئی، تو یہ آدمی کی اخسارہ اٹھاتے گا، البتہ کسی آدمی کی فرض نماز میں کچھ کمی نکلی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا۔

میرے اس بندے کے اعمال میں سے فرائض کے علاوہ نمازوں میں دیکھو یعنی سنن و نوافل دیکھو، اگر اس کے اعمال میں سنتیں ہیں نوافل ہیں تو ان سنتوں اور نوافل سے فرائض میں جو کمی ہے، اسے پورا کر دیا جائے گا اور یہ آدمی نجات پا جائے گا۔ پھر نماز کے بعد تمام اعمال میں اسی طرح کا حساب ہو گا کہ فرض میں جو کمی ہو گی، اسے فرض کے علاوہ سے پورا کیا جائے گا: مثلاً زکوٰۃ فرض تھی، اس میں کمی ہوتی تو ایسے شخص نے جو صدقہ خیرات کیا ہوا گا، اس سے زکوٰۃ کی کمی کو پورا کیا جائے گا۔ اسی طرح تمام فرائض کی کمی کو اس عمل میں فرض کے علاوہ جو آدمی نے انجام دیا ہوا گا، اسے فرض کی کمی کو مکمل کر دیا جائے گا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیے کہ اگر فضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میراں پوری ہو جائے، فرض روزوں میں جو کمی ہو گی وہ نفل روزوں اور فرض زکوٰۃ میں جو کمی ہو گی وہ دیگر صدقات سے پوری ہو جائے گی۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائے گا، ورنہ جہنم میں چینک دیا جائے گا۔ (فضائل ذکر، ص: 75)

یہ روایت ہم سب کے لیے ایک بڑا بین اور تعلیم ہے کہ ہم سنتوں اور نوافل کا بھی اہتمام کرنے والے بن جائیں، خاص طور پر سنت مؤکدہ تو کسی صورت نہ چھوڑی جائے، تاکہ قیامت میں ہمارے نامہ اعمال میں فرائض کی کمی کو پڑ کرنے کے لیے ہمارے اعمال میں سنتوں اور نوافل کی صورت میں ایسا ذخیرہ موجود ہو جو ہماری کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ بن سکے۔ اللہ ہم سب کو نوافل کی پابندی کی تو فین نصیب فرمائے اور جو فضیلیتیں رسول اللہ ﷺ نے سنتوں کے اہتمام پر بیان فرمائی ہیں، وہ ہمیں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آئین)

نماز کا بیان بیان نمبر 38:

نماز تہجد، قرب الٰہی کا وسیلہ

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ الَّلَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَ كُلِّ مُنْفَعٍ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ، وَمَكْفُرٌ لِلَّهَ يَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ
لِلْإِثْمِ.

”حضرت ابو امام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: رات کا قیام اپنے اوپر لازم کر لو کہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے لیے قرب خداوندی کا باعث ہے، برائیوں کو مٹانے والا اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔“ اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی اور امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
أَفَضْلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفُرِيْضَةِ صَلَاةُ الَّلَّيْلِ. (جامع الترمذی ج 1 ص 99)
فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

اگرچہ نمازوں میں نوافل کا درجہ آخر کا ہے؛ تاہم اگر اس کو خلوص و لبیثت اور حضور قبی کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کی فضیلتیں اس قدر ہو جاتی ہیں کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، بہت سی احادیث مبارکہ میں نوافل کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے، پھر نوافل میں جو مقام و مرتبہ نماز تہجد کو حاصل ہے وہ کسی اور کوئی نہیں ہے، تہجد کی نماز قبولیت کی ضامن ہے، نماز تہجد قربت الٰہی کا ذریعہ ہے، یہ نماز خوشنودی رب کا باعث ہے، اس سے حنات میں اضافہ ہوتا ہے، سنتیات معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں، نماز تہجد سے محبت الٰہی کا حصول ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی توفیق ان ہی چندہ افراد کے دامن میں آتی ہے جو اللہ کے لاڈے ہوں، جن کا دل محبت الٰہی سے بہریز اور باطنِ تقوی و طہارت کے نور سے منور ہو، اور یہ یقینی بات ہے کہ شب کی مہیب تاریکی میں جب پوری دنیا آغوش خواب میں محسوس تراحت ہو، ہر سو نشان ہوا اور فنا میں غاموش ہوں ایسے وقت میں نیمند کی مٹھاں کو قربان کر کے زم و گداز اور آرام دہ بستر سے اٹھ کر سخت سردی کے عالم میں وضو کر کے حضور الٰہی میں سر پہ سجدہ ہو کر رب سے سرو گشائیں کرنے والا رب کا لاڈا اور پیارا نہ ہو گا تو کون ہو گا؟

تجدد سے مراد رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اللہ کے حضور جھک جانا اور نوافل ادا کرنا ہے۔ تجد و نفل نماز ہے جس کے لئے حکم الٰہی موجود ہے۔ امت مسلمہ کو اس کا حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کو اس کی تلقین بھی کی اور ترغیب بھی دی۔ قرآن کریم میں آپ کو اس طرح حکم دیا گیا:

”اور رات کے پچھے حصہ میں تجد کرو یہ خاص تحرارے لئے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمھیں تحرار رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تحراری حمد کریں“

تجدد کی نماز سنت ہے۔ یہ نفل نماز ہے جو تمام نفلی نمازوں پر بھاری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین اور ترغیب دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس مرد پر حرم فرمائے جورات کو (تجدد کے لیے) اٹھا اور اس نے تجد کی نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جھکایا، پھر اس نے بھی یہ نماز پڑھلی۔ اگر شوہر کے جھکانے پر اس نے انکار کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نیند لٹوٹ جائے اور بیدار ہو کر کچھ رکھتیں پڑھ لے) پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس عورت پر حرم فرمائے جورات کو (تجدد کے لیے) اٹھی اور اس نے نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو بھی جھکایا (تاکہ وہ تجد کی نماز پڑھ لے) اگر بیوی کے جھکانے پر شوہر نے انکار کیا تو اس کے چہرہ پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نیند کا غلبہ دور ہو جائے اور بیدار ہو کر نماز پڑھ سکے)۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۹، بخواہ ابو داؤنسانی)

اس حدیث میں نماز تجد پڑھنے والوں کو دعا دی گئی ہے۔ یہ اللہ کے پیارے نبی حضرت خاتم النبیین ﷺ کی دعا ہے جو ضرور لگ کر رہ ہے گی۔ نماز تجد بہت بڑی دولت ہے، بس ذرا اٹھنے کی تکلیف ہے اور عادت ہو جانے سے وہ بھی جاتی رہتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ہر رات وجب تہائی رات رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے، میں اس کی دعا قبول کروں۔ کیا کوئی ہے جو مجھ سے معافی طلب کرے، میں اسے معاف کر دوں؟ کون ہے جو ایسے کو قرض دے جس کے پاس سب کچھ ہے اور وہ ظلم کرنے والا نہیں (جو اس کی راہ میں دو گے اسے قرض شمار فرمائے گا، حالاں کہ مال اسی کا دیا ہوا ہے۔ پھر اس کا بدلہ دے گا تو خوب دے گا۔ کم از کم ایک کے دس تو کہیں بھی ہی نہیں، اس سے بھی زیادہ اللہ جس کو چاہے گا۔ بہت زیادہ بڑھ کر اجر عطا فرمائے گا) یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔

حضرت ابو مالک الشعراًیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، بلاشبہ جنت میں بالا گانے ہیں، جن کے شفاف ہونے کا یہ عالم ہے کہ ظاہر والا حصہ اندر سے اور اندر والا حصہ باہر سے نظر آتا ہے، یہ بالا خانے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے تیار فرمائے ہیں جو زمی سے بات کرتے ہیں اور (ضورت مندوں) کو کھانا کھلاتے ہیں اور جورات کو ایسے وقت نماز پڑھتے ہیں جب کہ لوگ سورہ ہے ہوں۔ یعنی تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: "تم تہجد ضرور پڑھا کرو، کیوں کہ وہ تم سے پہلے صاحبین کا طریقہ اور شعار ہا ہے۔ یہ تمہارے رب کا قرب حاصل کرنے کا خاص ویلہ ہے۔ یہ گناہوں کے برے اثرات کو منٹانے والی اور گناہوں کو روکنے والی ہے" (ترمذی شریف)

نماز تہجد دراصل قبولیت دعا کا وقت ہے، اس لئے اس وقت جو بھی مانگا جائے وہ دنیا و آخرت میں ضرور ملے گا۔ آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کی رو سے نماز تہجد، نفلی عبادات ہے اور دیگر نفلی عبادات میں افضل ترین ہے۔ اس کا درجہ فضل نماز کے بعد سب سے افضل ہے، اس لئے اس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

نماز تہجد کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے۔ اس میں ازم کم و درکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ادا کی جاتی ہیں۔ (بخاری) اگر رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کی ہمت نہ ہو تو عشاء کی نماز کے بعد بھی چند رکعت تہجد کی نیت سے پڑھی جاسکتی ہے مگر اس سے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔ دیگر نفل نمازوں کی طرح نماز تہجد بھی گھر ہی میں پڑھنی افضل ہے۔ رات کی نفل نمازوں میں افضل یہ کہ دو درکعت کر کے پڑھی جائیں۔ تہجد کی رکعت بھی دو درکعت کے پڑھی جاتی ہیں۔

تہجد کی نماز نصف شب کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جاتی ہے۔ بنی کریمؓ کی نصف رات کے کچھ دیر بعد یا کبھی رات کے پچھلے پھر اٹھتے، اللہ کی تعریف پیان کرتے ہو سواک کرتے پھر وضو کرتے اور نماز تہجد میں مشغول ہو جاتے تھے نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے طویل صحیح صادق تک ہے، حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ بنی کریمؓ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے شب، درمیان شب اور آخر شب میں تہجد کی نماز پڑھی ہے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول آخر شب میں پڑھنے کا تھا، اور یہی افضل ہے؛ کیوں کہ جس قدر رات کا وقت گزرتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی الاطاف و عنایات اور رحمت میں اسی قدر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، رات کے آخری چھٹے حصے میں تہجد کا ثواب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگر اس کی رکعات کی بات کریں تو احادیث مبارکہ میں درکعت سے لسیکر بارہ

رکعت تک کا ثبوت ملتا ہے؛ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اکثر آٹھ رکعات پڑھنے کا تھا؛ چنانچہ علمائے احناف نے آٹھ رکعت تہجد کو فضل قرار دیا ہے۔

حضرت ابو مامد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ قبول ہونے والی ہے؟ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جَوْفَ الْلَّيْلِ الْأَخِرِ وَدُبُرِ الصَّلَواتِ الْمَكْتُوبَاتِ. (ترمذی، حدیث نمبر ۳۴۹۹)

چھل راتوں کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز (تہجد) کی فضیلت دن کی نماز (نافل) پر ایسی ہے جیسی پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے کی

فضیلت علانية صدقہ کرنے پر۔

اس عظیم فضیلت کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے میں خلوص ولہیت ہوتی ہے اور نمودور یا کی آمیزش بالکل بھی نہیں ہوتی ہے یہی حال تہجد کا ہے اس وقت بندے کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا ہے وہ صرف خالص اللہ کی محبت سے سرشار ہو کر اس عبادت کو انجام دیتا ہے۔



نماز کا بیان بیان نمبر 39:

نمازِ اشراق کی فضیلت و اہمیت

عَنْ أَنَّىٰ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَائِعَةٍ ثُمَّ قَدَّمَ يَدَيْهِ كَذَرَ اللَّهِ حَتَّى تَقْطُلَعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرٍ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٌ تَامَّةٌ تَامَّةٌ (سنن الترمذی ج 1 ص 1130)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر وہیں اللہ کا ذکر کرنے بیٹھ گیا یہاں تک کہ سورج بکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے لئے ایک مکمل حج اور عمرہ کا ثواب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ”مکمل“ کا لفظ تین بار ارشاد فرمایا۔ یعنی جو شخص فجر کی نماز جماعت سے ادا کرے پھر اپنی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے یہاں تک

کہ سورج طلوع ہو جائے، پھر اس کے بعد درکعت پڑھے تو اس کو مکمل حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔ بعض نوافل کا تعلق مختلف اوقات سے ہے، جیسے اشراق، چاشت، اذابن، تہجد، تحریۃ الوضو، تحریۃ المسجد۔ اور بعض کا تعلق خاص حالات اور احوال کے ساتھ ہے۔ جیسے صلوٰۃ الحاجات، نماز قوبہ، نماز استغراہ وغیرہ۔ حدیث شریف میں اس طرح کی مختلف حاجات و احوال سے متعلق بیس قسم کے نوافل کا ذکر ملتا ہے۔ ان نوافل کو بھی اپنے موقع پر پڑھنے کا اہتمام کرنا پایہ یے۔ حدیث شریف میں آتا ہے بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لیے نوافل ادا کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہے تو اسے قبول کرتا ہوں۔ آج کے سبق میں نمازِ اشراق کی فضیلت کے بارے میں پڑھتے ہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز پڑھی پھر اپنی بگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگا یہاں تک کہ سورج بکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ آگ پر حرام کر دیں گے کہ اسے کھاتے۔

حضرت ابو امام رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی روایت مروی ہے:

ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ۔

پھر وہ دو رکعتیں پڑھے یا پار رکعات۔ (التزغیب والترہیب للمندری ج 1 ص)

”جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی پھر بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہتا آنکہ سورج طلوع ہو گیا، پھر اس

نے درجعات ادا کیں تو اس کے لیے ایک حج اور عمرہ کے بقدر اجر ہے۔“

علمائے کرام کے نزدیک طلوع آفتاب کے 12 منٹ بعد اشراق کا وقت شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے پندرہ منٹ بعد پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے، اور بعض علماء نے اختیاطاً سورج طلوع ہونے کے میں منٹ بعد پڑھنے کو زیادہ بہتر کہا ہے۔ اور اس کامدار وہ روایت ہے جس میں سورج طلوع ہو جانے کے بعد ایک یادو نیزے بلند ہونے کا ذکر ہے، اور سورج طلوع ہو کر ترقی بیاوس منٹ میں ایک نیزہ بلند ہو جاتا ہے، اور نیس منٹ میں دو نیزہ کی مقدار لہذا جن اہل علم نے دس منٹ مقدار لکھی ہے وہ کم سے کم وقت ہے، اور جنہوں نے بیس منٹ لکھا انہوں نے دو نیزے کی مقدار لے کر اختیاط والا قول لیا ہے۔

حدیث مبارکہ میں حج و عمرہ کے ثواب کی فضیلت بظاہر دو شرطوں پر موقوف معلوم ہوتی ہے: نماز فخر جماعت سے پڑھنے کا ذکر نہیں ادا کرنے والا یہ فضیلت نہیں پائے گا۔ سورج طلوع ہونے کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے تک نماز کی جگہ پر ہی بیٹھا اللہ کا ذکر، تلاوت، درود شریف اور استغفار و غصیرہ کرتا رہے اگر فرض نماز پڑھ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا سو گیا پھر اشراق کی نماز ادا کی تو منکورہ فضیلت نہیں ملے گی۔

محمد شین کرام نے اس حدیث کی تشریح میں یہ بات فرمائی ہے کہ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے کسی ضرورت درپیش ہوتے ہوئے اپنی جگہ بیٹھنے رہنا ضروری نہیں۔ بلکہ اس مخصوص وقت کو اللہ کے ذکر کے ساتھ گزارنا کافی ہے لہذا الطاف کے لیے، علی مذاکرہ کے لیے یا واعظ و نصیحت کی مجلس میں شامل ہونے کے لیے نماز کی جگہ سے اٹھ کر مسجد میں ہی دوسری جگہ یہ کام کیسے جائیں یا مسجد سے اٹھ کر اپنے گھر یا چیل قدی کے لیے کسی جگہ جایا جائے اور اس حالت میں مسلسل ذکر میں مشغول رہے پھر اشراق کی نماز ادا کرے تب بھی اس فضیلت کو حاصل کرنے والا شمار ہو گا۔

البتہ اگر اس مخصوص وقت میں اللہ کے ذکر کے بجائے کوئی اور کام کیا گیا سو گیا پھر اشراق کی نماز ادا کی تو اب حج و عمرہ کی فضیلت پانے والا تو شمار نہ ہو گا۔ البتہ اس صورت میں اشراق کی مستقل فضیلت کو پائے گا۔ اشراق کی نماز ادا کرنے کی حدیث مبارک میں مستقل فضیلت وارد ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اے آدم کے بیٹے! تو میرے لیے دن کی ابتداء میں چار رکعات پڑھنے سے عاجز نہ ہو۔ میں دن

بھر تیرے لیے کافی ہو جاؤں گا“ (دن بھر کی حاجتوں اور ضروریات میں کافی ہو جاؤں گا)۔ (سنن الترمذی)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے فرزند آدم! تو دن کے ابتدائی حصے میں چار

رکعتیں میرے لیے پڑھا کر میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کروں گا۔“

حضرت ابو زریضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بنی کریم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

واصحابہ و بارک وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ: (تم میں سے ہر ایک کے ہر ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب

ہے، چنانچہ ” سبحان اللہ“ کہنا (بھی) صدقہ ہے، ”الحمد لله“ کہنا (بھی) صدقہ ہے، ”لا الہ الا اللہ“ کہنا (بھی)

صدقہ ہے، ”اللہ اکبر“ کہنا (بھی) صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا (بھی) صدقہ ہے، برائی سے روکنا (بھی) صدقہ ہے

اور اس صدقے سے (نماز) اشراق کی 2 رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں) (مسلم: 1181)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص صحیح کی نماز

پڑھنے کے بعد اپنی نماز کی بگہ پر بیٹھتا ہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے اور روشن ہونے کے بعد درکعت

پڑھے اور اس دوران صرف خیر ہی کہے تو اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اگرچہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ

کے برابر ہوں۔

اور اشراق کی نماز کی مذکورہ مخصوص فضیلت اور مکمل ثواب کا مستحق و شخص ہے جو فجر کی نماز جماعت

کے ساتھ ادا کرے یا غدر کی وجہ سے گھر میں ادا کر کے ویں ذکر و آذکار میں مشغول رہے، اور اس درمیان کسی

دنیاوی کام میں مصروف نہ ہو، یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہو جائے تو اشراق کی نماز ادا کر لے۔

ان نوافل کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ کیوں کنوافل کے ذریعے قرب خداوندی، تکمیل فرائض،

قبویت دعا اور درجات کی بلندی جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پیغام و قسم نماز کے پابند حضرات بھی صرف فرائض،

واجبات اور سنن مؤکدہ پر اکتفا کرتے ہیں، اللہ کا مزید قرب اور درجات کی بلندی کے لیے نوافل کا بھی اہتمام کرنا

چاہیے۔

نماز کا بیان بیان نمبر: 40

نماز چاشت کی فضیلت

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصَّفَّةَ بِحِلْكَةٍ لَمْ يُكْثِرْ بِمِنَ الْغَافِلِيَّينَ وَمَنْ صَلَّى آرْبَعًا كُتُبَ وَمِنَ الْعَابِدِيَّينَ وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كُفِيًّا ذِلِكَ الْيَوْمُ وَمَنْ صَلَّى ثَمَانِيًّا كَتَبَهُ اللَّهُ مِنَ الْقَانِتِيَّينَ وَمَنْ صَلَّى ثُلُثَتِيْنِ عَشَرَ قَبَّيَ اللَّهُ بَيْتَهُ فِي الْجَنَّةِ تَقَدُّمَ الْأَوَانِدِ حِلْمِي ج 2 ص 494 باب صلوٰۃ الحجی، رقم المحدث

(3419)

حضرت ابو الدرداء رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے چاشت کی دو رکعتات پڑھیں تو اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا۔ جس نے چھر رکعتات پڑھیں تو اس کا نام عابدین میں لکھا جائے گا۔ جس نے چھر رکعتات پڑھیں اس دن اس کی کفایت کی جائے گی۔ جس نے آٹھ پڑھیں اسے اللہ تعالیٰ طاعت شعاروں میں لکھ دیں گے اور جس نے بارہ رکعتات پڑھیں تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنادیں گے

اللہ پاک کا بہت بڑا حسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا اور ہر مسلمان اللہ پاک کا محبوب اور مقرب بندہ بننا چاہتا ہے۔ اللہ پاک نے بخی آدم کو اپنا محبوب و مقرب بندہ بننے کے بہت سے ذرائع بیان فرماتے ہیں جن کے ذریعے بندہ اللہ پاک کا محبوب و مقرب بندہ بن سکتا ہے۔ ان میں سے ایک ذریعہ لفظی نماز میں بھی ہے۔ بندہ لفظی نماز میں پڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ پاک اس کو اپنا محبوب و مقرب بندہ بنالیتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے فرمایا: میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتے کرتے اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک نے ارشاد فرمایا: جو چاشت کی دو رکعتیں پابندی سے ادا کرتا رہے اس کے گناہ معاف کر دئیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (ابن ماجہ، 2/153، حدیث: 1382)

نمازِ خجی جس کے معنی میں آفتاب کا بلند ہونا، دن کا چڑھنا، چاشت کا وقت، چناچہ آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھی جانے والی نمازوں نمازِ خجی کہتے ہیں۔ خجی کی دو نمازوں میں ایک کو نمازوں اشراق کہتے ہیں اور دوسرا نمازوں کا شرط کہلاتی ہے یعنی بقدر ایک یادو نیز تک آفتاب بلند ہونے کے بعد، جب کہ وقت مکروہ ختم ہو جاتا ہے اور نمازوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو پہلے پہر تک خجی کی جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے اصطلاح میں نمازوں اشراق کہتے ہیں اور جب آفتاب خوب بلند ہو جائے، فضاء میں اچھی طرح گرمی پیدا ہو جائے اور دھوپ اتنی زیادہ پھیل جائے کہ دوسرا پہر شروع ہو جائے تو زوال سے پہلے پہلے خجی کی نماز پڑھی جاتی ہے وہ اصطلاح میں نمازوں چاشت کہلاتی ہے

چاشت کا اصل وقت جس وقت دھوپ تیز ہو، جیسے دس یا گمراہ بجے کا وقت ہے یہ چاشت کا اصل وقت ہے، اور آفتاب طلوع ہونے سے زوال تک باقی رہتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ ایک پوچھائی دن گزرنے کے بعد چاشت کی نماز پڑھی جائے۔ نمازوں کی کم از کم چار (4) اور زیادہ سے زیادہ بارہ (12) رکعت ہیں۔ لیکن اگر آپ طلوع آفتاب کے بعد درکعت اشراق اور درکعت چاشت پڑھ لیں تو بھی بہتر ہے۔ اس کو بھی یہی فضیلت عطا کی جائے گی۔

حضرت معاذہ العدویہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ أَزْبَعًا وَيُزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی (عموماً) چار رکعت پڑھتے تھے اور (بھی) اس سے زیادہ بھی پڑھتے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 249 باب احتجاب صلوٰۃ الصبح الیخ)

حضرت ام حانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے، غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ میں نے بھی اس سے ہلکی چکلی نمازوں میں دیکھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نمازوں میں بھی رکوع و بجود پورا کر رہے تھے۔ ام حانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔ (مشکوٰۃ المصائب ج 1 ص 115 باب صلوٰۃ الصبح، صحیح مسلم ج 1 ص 249 باب احتجاب صلوٰۃ الصبح الیخ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی کریمہ رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے ہر شخص کے ذمہ اس کے جسم کے ایک ایک جوڑ کی سلامتی کے شکرانے میں روزانہ ایک صدقہ ہوتا ہے، ہر بار بجان اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار لا اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار اللہ اکبر کہنا ایک صدقہ ہے، بجلائی کا حکم کرنا

صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ہر جوڑ کے شکر کی ادائیگی کیلئے چاشت کے وقت دو رکعتیں پڑھنا کافی ہو جاتا ہے۔ (مسلم)۔

حضرت ابو یحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سننا: آدمی میں تین سو سالہ جوڑ ہیں۔ اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی سلامتی کے شکرانہ میں ایک صدقہ ادا کیا کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرش کیا، یا رسول اللہ ﷺ اتنے صدقے کو ان ادا کر سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: مسجد میں اگر تھوک پڑا ہو تو اسے دفن کر دینا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے، راستے سے تکلیف دینے والی چیز نہ ہٹھا دینا بھی صدقہ ہے۔ اگر ان عملوں کا موقع نہ ملے تو چاشت کی دور رکعت نماز پڑھنا ان سب مددقات کے بد لے تمہارے لیے کافی ہے۔ (ابوداؤد)۔

حضرت ابو دراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو چاشت کی ود رکعت پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (ابن ماجہ)۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو عیید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق بنی کریم ﷺ کی نماز کا چاشت کی نماز اتنے اہتمام اور پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب (غالباً) وہ اس نمازو کو بھی نہیں چھوڑ سکے۔

اور کبھی اس نمازو کو اتنے دن تک چھوڑے رکھتے کہ ایسا گمان ہونے لگتا جیسے اب وہ اس نمازو کو بھی نہیں پڑھ سکے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اس بات کا خیال ہوا کہ آپ ﷺ کی یہ نماز متواتر پڑھنے سے کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے۔

اشراق اور چاشت کی نیت سے جو نماز میں ادا کی جاتی ہیں، ان میں رکعتات کے بارے میں کوئی مدد بندی نہیں کی گئی۔ جو بتی رکعتات پڑھنا چاہے اسی اختیار ہے، لیکن متعدد روایت کے مطابق کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتات ہیں، اگر کوئی شخص بارہ رکعتات سے بھی زیادہ پڑھنا چاہے تو اسے اس کا اختیار ہے، لیکن متعدد روایت کے مطابق اشراق کی دو یا چار رکعتات اور چاشت کی دو سے آخر رکعتات تک معلوم ہوتی ہیں۔ صحیح مسلم میں صحابیہ حضرت معاذہ عدو یہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی ہے کہ بنی کریم ﷺ چاشت میں چار رکعتیں اور اس سے زیادہ بُلْتَنی اللہ چاہتا ادا کر لیا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا عمل بنائے گا۔” (صحیح مسلم)
 ان نوافل کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ کیوں کنوافل کے ذریعے قرب خداوندی، تکمیل فرائض،
 قبولیت دعا اور درجات کی بلندی جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پنج وقت نماز کے پابند حضرات بھی صرف فرائض،
 واجبات اور سنن مؤکدہ پر اکتفا کرتے ہیں، اللہ کا مزید قرب اور درجات کی بلندی کے لیے نوافل کا بھی اہتمام کرنا
 چاہیے۔



نماز کا بیان بیان نمبر 41:

تجیة الوضوء و تجیة المسجد کی فضیلت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ ثُمَّ وُضُوئِ هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحِدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غَيْرُهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (صحیح البخاری: 159)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر درکعت پڑے ہے، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے تو اس کے لگنڈہ شہادت معاون کردے یہی جاتے ہیں۔

وضو کرنے کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے درکعت نماز پڑھنا منتخب ہے، اس نمازو کو اصطلاح میں تجیة الوضوء کہا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص وضو کرنے کے بعد کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھ لے تو بھی کافی ہے تجیة الوضوء کا ثواب مل جائے گا۔ نیز اسے بھی عامنوائل کی طرح ادا کیا جائے گا، اس کا الگ سے کوئی مخصوص طریقہ نہیں۔ ان درکعتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاغراض پڑھنا منتخب ہے۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم لوگوں کو اونٹ چرانے کا کام تھا، میری باری آئی تو میں اونٹوں کو چرا کر شام کو ان کے رہنے کی جگہ لے کر آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کو عطا سنارہ ہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مسلمان اچھی طرح سے وضو کرے، پھر کھڑا ہو کر درکعتیں پڑھے، اپنے دل کو اور منہ کو لکا کر (یعنی ظاہر اور باطنًا متوجہ ہے)، نہ دل میں اور کوئی دنیا کا خیال لائے، نہ منہ ادھر ادھر پھرائے) اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔“ میں نے کہا: کیا عمدہ بات فرمائی (جس کا ثواب اس قدر پڑا ہے اور محنت بہت کم ہے) ایک شخص میرے سامنے تھا، وہ بولا پہلی بات اس سے بھی عمدہ تھی۔ میں نے دیکھا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کہا: میں سمجھتا ہوں تو بھی آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی تم میں سے وضو کرے اچھی طرح پورا وضو، پھر کہے: «أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ« (یعنی گوایی دیتا ہوں میں کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور بیحیج ہوئے ہیں۔ کھولے جائیں گے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے جس میں سے چاہے جائے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو

کے لیے پانی منگوایا اور وضو کرنا شروع کیا، پہلے اپنی ہتھیلوں کو تین مرتبہ دھویا، پھر گلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا، پھر دایاں ہاتھ کھنی تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کھنی تک تین بار دھویا، پھر اپنے سر کا سمح کیا، پھر دایاں پیرخونوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پاؤں تین بار دھویا، پھر انہوں نے کہا جس طرح میں نے وضو کیا ہے اس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وضو کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے پھر دور کعت نماز پڑھے اور دوران نماز سوچ بچارہ کرے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔" (صحیح مسلم)

ہر وضو کے بعد دور کعت تجیہ الوضو کے طور پر پڑھنا منتخب ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ جو شخص بھی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دور کعتیں اس طرح پڑھے کہ اپنے ظاہر و باطن سے نماز ہی کی طرف متوجہ رہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

تجیہۃ الوضو و تجیہۃ المسجد نماز پڑھنے میں وقت کی پابندی نہیں ہے، لیکن اوقات مکروہ میں پڑھنا جائز نہیں (۱) احادیث میں اس سلسلہ میں ممانعت آئی ہے۔ تمذی اور بخاری میں بھی وہ احادیث مذکور ہیں جن میں اوقات مکروہ میں مثلاً بعد نماز فجر و بعد نماز عصر نماز پڑھنا منع ہے۔

شرعی لحاظ سے کوئی شخص بھی نماز مغرب سے قبل تجیہ الوضو و تجیہۃ المسجد کی نماز ادا نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ جس نے وضو کے بعد فرض نماز ادا کی گویا اس کے تجیہۃ الوضو کے نفل بھی ہو گئے۔

ان اوقات میں اگر کوئی مسلمان مسجد میں داخل ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد نماز عصر و تجیہۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تخلیل و درود شریف میں مشغول ہو جن وضو ادا ہو جائے گا۔

اسی طرح "طلوع و غروب و نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں" فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا، یوں سجدہ تلاوت و سجدہ سہو بھی ناجائز ہے، البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں میں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام و ناجائز ہے۔

تجیہۃ المسجد

مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دورکعت نماز نفل ادا کرنے کو تجیہ اُس مسجد کہتے ہیں۔ اوقات مکروہ ہے کہ سواہر وقت پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت قادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مسجد میں داخل ہوتا ہے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دورکعت نماز پڑھ لے۔“ بخاری، صحیح، حتحاب المساجد، باب اذا دخل المسجد فلیم کع رعنین، 170، رقم: 433.

تجیہ اُس مسجد پڑھنے سے دل میں مسجد کا احترام پیدا ہوتا ہے، یہ بمنزلہ سلام کے ہے کہ آدمی جب کسی کے گھر جاتا ہے تو گھر والے کو ملتے وقت سلام کہتا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بعض نے تجیہ اُس مسجد کو مسجد کے رب کو سلام قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا مقصد حصول قرب الہی ہے نکہ حصول قرب مسجد، جیسا کہ بادشاہ کے گھر میں داخل ہونے والا بادشاہ کو سلام عرض کرتا ہے نکہ اس کے گھر کو نماز تجیہ اُس مسجد ایک نفلی نماز ہے۔ جو شخص مسجد میں درس و ذکر وغیرہ کے لیے آئے اور وقت مکروہ نہ ہوا سے دورکعت پڑھنا سنت ہے اورفرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھ لیا فرض یا اقتداء کی نیت سے مسجد میں گھیا تو تجیہ اُس مسجد ادا ہو گئی۔ جب آدمی مسجد میں داخل ہوا ور مؤذن اذان دے رہا ہو تو بہتر یہی ہے کہ پہلے اذان کا جواب دیا جائے پھر تجیہ اُس مسجد ادا کی جائے تاکہ اذان کے جواب کی فضیلت کو بھی حاصل کیا جاسکے۔ فجر اور مغرب کے علاوہ دیگر نمازوں میں گھر میں سنت پڑھ کے مسجد جائیں تو مسجد میں بیٹھنے کے تجیہ اُس مسجد پڑھ سکتے ہیں۔ اگر مسجد ہی میں سنت پڑھی تو بعد میں تجیہ اُس مسجد نہیں ہو گی۔ بلکہ عام نفل کی ادائیگی ہو جائے گی، اگر مسجد میں داخل ہوتے ہی سنت پڑھ لی تھی تو امید ہے کہ تجیہ اُس مسجد کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔ اگر مسجد میں جا کے بیٹھنے گئے پھر بیاد آیا تو بھی یہ نماز پڑھ سکتے ہیں، بیاد ہوتے تو بیٹھنے سے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔

نمازوں سے پہلے کی سنن تجیہ اُس مسجد سے کفایت کر جائیں گی، کیونکہ تجیہ اُس مسجد کا مقصود مسجد میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلا کام نماز ادا کرنا ہے، جوان سنن کی ادائیگی سے پورا ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص سنن یا فرض کے ساتھ ساتھ تجیہ اُس مسجد کی بھی نیت کر لیتا ہے تو دونوں ہی حاصل ہو جائیں گی۔

نماز اداوبین کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهَا إِبْيَانٌ بِسُوءِ عُدْلٍ لَهُ بِعِبَادَةٍ ثُنْجَى عَشْرَ كَسْنَةً
(جامع الترمذی 435)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بربادی نہیں کی تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں تو اس کے بھتیجا معاف کردیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

نماز مغرب کے فرض پڑھ کر چھ رکعتیں پڑھنا منتخب ہیں، ان کو صلوٰۃ الاواہین اور نماز اداوبین بھی کہتے ہیں خواہ ایک سلام سے پڑھے یادو سے یا تین سے اور تین سے اور تین سلام سے پڑھنا یعنی ہر دو رکعت پر سلام پچھرنا افضل ہے اور اگر ایک ہی نیت سے چھ رکعتیں پڑھیں تو ان میں پہلی دو منت موقودہ ہوں گی۔ باقی چار نفل علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر (نماز مغرب کے) فرض پڑھ کر چھ رکعتیں ایک ہی نیت سے پڑھے تو ہر دو رکعت پر احتیات یعنی قعده کرے درود و دعا اور پہلی، تیسری، پانچویں رکعت میں بحانک للہم“ سے شروع کرے، ان میں پہلی دو منت موقودہ ہوں گی، باقی چار نفل، یہ صلوٰۃ الاواہین ہے اور نماز اداوبین (اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں) کے لیے غفور (بخشنش فرمانے والا) ہے۔ یہ حال عام طور پر مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد جو نافل پڑھے جاتے ہیں، انہیں ”صلوٰۃ الاواہین“ کہتے ہیں، ان کی کم تعداد چھ اور زیادہ سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ نماز منتخب ہے۔ مفہوم بقول کے مطابق یہ چھ رکعت مغرب کے بعد کی دو رکعتیں موقودہ کے علاوہ ہیں۔ البتہ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ منت موقودہ کو ملا کر چھ رکعت ادا کرنے سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتے گی۔

اداوبین کی نماز کا طریقہ وہی طریقہ ہے جو عام نافل کا ہے، اور اداوبین کی چھ رکعت، درود، دو رکعتات

کر کے پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”صلوٰۃ الاوایں“ کا وقت اس وقت سے ہے کہ جب نمازِ مغرب پڑھ کر فارغ ہوں اور عشاء کا وقت آنے تک رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ ”صلوٰۃ الاوایں“ ہے۔

اوایں کی چھر کعت ہوتی ہیں۔ اگر نمازِ مغرب کے بعد و سنت پڑھ کر چار کعت پڑھ لی جائیں تو اس طرح چھر کعت بھی اوایں کھلاتی ہیں۔ اور اوایں کی بیس رکعت پڑھنا بھی منقول ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھ لیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیں گے۔ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے بھی اوایں کی بیس رکعت بھی پڑھ لینی چاہیے۔

صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نمازو کو اوایں کی نماز فرمایا ہے، بلکہ ایک حدیث میں سورج گرم ہو جانے کے بعد چاشت پڑھنے والوں کی نمازو ”صلوٰۃ الاوایں“ فرمایا ہے،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول چار کعت نماز چاشت ادا کرنے کا تھا، اس لیے کم از کم چار کعت نماز چاشت ادا کرنا چاہیے، اور آخر کعتیں پڑھنا افضل ہے۔

صلوٰۃ الاوایں بعد نمازِ مغرب پڑھی جاتی ہے یہ دو کعتیں ہیں اور چار بھی ہیں اور چھر بھی دور کعت کی فضیلت حضرت سیدنا امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد بات چیت کرنے سے پہلے دور کعت نماز پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کو حظیرہ القدر (جنت) میں رہنے کے لئے جگہ عطا فرماتے گا چار کی فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے روایت ہے کہ اگر کوئی بندہ چار کعت پڑھے تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ ایسا ہو جاتا ہے کو یا اس نے حج پر حج کیا یعنی ہر دور کعت پر ایک ایک حج کا ثواب پائے گا چھر کعت کی فضیلت یہ روایت بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اگر کوئی بندہ چھر کعت پڑھ لے تو اس پر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے ہمکا بخش دیتا ہے (نزہۃ المجالس) تنبیہ اور چھر کعونوں کے تعلق سے ایک اور روایت میں حضرت سیدنا عمر بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سر کار مدد یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

عالیشان ہے جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اس کے سارے گناہ بخشن دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برادر ہو (طبرانی) تنبیہ جو صاحب ترتیب ہے یعنی اسکے ذمہ قضا نماز نہیں ہے وہ صلوٰۃ الاواہین پڑھے اور جسکے ذمہ قضا نماز باقی ہے وہ صلوٰۃ الاواہین کے بجائے عمر قضا پڑھے کیونکہ فرض باقی ہو تو نفل قبول نہیں ہوتا اور صلوٰۃ الاواہین نفل ہی ہے

حضرت محمد بن المندک رحمہ اللہ سے مرسل راویت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نماز پڑھی تو وہ نماز اوایں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز ہے)۔

مَنْ صَلَّى بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ عَشْرَ رَكْعَةً بَنِيَ اللَّهِ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔
جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعت نماز ادا کی اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر

بنائے گا۔

ان نوافل کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ کیوں کہ نوافل کے ذریعے قرب خداوندی، تکمیل فرائض، قبولیت دعا اور درجات کی بلندی جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پنج وقت نماز کے پابند حضرات بھی صرف فرائض، واجبات اور سنن مؤکدہ پر اتفاق کرتے ہیں، اللہ کا مزید قرب اور درجات کی بلندی کے لیے نوافل کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت و اہمیت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ إِنِّي عَبْدٌ
الْمُكَلِّبِ: "يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّا، أَلَا أَعْطِيَكَ، أَلَا أَمْتَحِنُكَ، أَلَا أَغْبِرُكَ، أَلَا أَفْعُلُ بِكَ عَشْرَ
خَصَالٍ، إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ، حَطَأَهُ
وَعَمَدَهُ، صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ، سَرَّهُ وَعَلَانِيَّتَهُ: أَنْ تُصْلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَجْعَةٍ
فَاتِّحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَجْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ، قُلْتَ:
سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ سَعْرَةٌ مَرَّةٌ، ثُمَّ تَرْكُعٌ، فَتَقُولُهَا
وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَثْبِتُ وَيْ سَاجِدًا،
فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ،
فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْقَعُ رَأْسَكَ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، فَذَلِكَ ثَمَّ سَعْرَةٌ مَرَّةٌ وَسَبْعُونَ، فِي كُلِّ رَجْعَةٍ
تَفْعُلُ ذَلِكَ فِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، إِنِّي أَسْتَنْظِعُتُ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعُلْ، فَإِنْ لَمْ
تَفْعُلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعُلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعُلْ، فَفِي عُمُرِكَ
مَرَّةً" (رواہ ابو داؤد وابن ماجہ والبیہقی)

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ اے چچا! کیا میں آپ کو ایک پری، تخفہ اور ایک خبر نہ دوں؟ کیا
میں آپ کو دس باتیں نہ بتاؤں کہ جب آپ انہیں کر لیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے نئے پرانے بھول کرنے اور جان
بو جھ کرنے ہوئے، چھوٹے بڑے، چھپ کرنے یا ظاہر سب گناہ معاف فرمادیں۔ وہ دس خصلتیں (باتیں) یہ
ہیں کہ آپ چار رکعت پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں۔ جب پہلی رکعت میں قرات سے
فارغ ہوں تو قیام ہی کی حالت میں یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا اللہ الا اللہ و الا کبیر پندرہ بار
پڑھیں، جب رکوع کریں تو حالت رکوع میں دس بار پڑھیں، پھر رکوع سے سراٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ
کے لئے جھک جائیں تو سجدہ میں دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ سے سراٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ کریں تو دس

مرتبہ کہیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں (پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں) ہر رکعت میں یک پچھر بار ہو گئے۔ آپ چار رکعت میں ایسا ہی کریں۔ اگر ہر دن پڑھنے کی طاقت ہو تو ہر دن پڑھیں، اگر ایسا نہ کر سکیں تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھیں، ہر جمعہ کی طاقت نہ ہو تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھیں، اگر ہر مہینہ میں نہ پڑھ سکیں تو سال میں ایک بار پڑھیں اور اگر سال میں بھی نہ پڑھ سکیں تو عمر بھر میں ایک بار ضرور پڑھیں۔

ایک بہت اہم اور عظیم نماز جس کی احادیث میں بڑے فضائل وارد ہوتے ہیں۔ اس نماز کی ادائیگی میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگتا ہے لیکن فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر پورا دن بھی لگ جائے تو زیادہ نہیں۔ اس نماز میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کثرت سے بیان کی جاتی ہے اس لئے اس نمازو صلاۃ التسبیح کہا جاتا ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَأَلْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَلَّهُ أَكْبَرُ کہنا اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں یہ کلمات 75 مرتبہ پڑھے جاتے ہیں، اس طرح چار رکعت پر مشتمل اس نماز میں 300 مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

نماز کے ذریعہ گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا: "وَلَمْ يَرْجِعُوا مِنَ الظُّلَمَاتِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَّ السَّيِّئَاتِ"۔ (ہود: ۱۱۳) لیکن اس تاثیر میں "صلوٰۃ التسبیح" کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی یہ کہ اس کی برکت سے بندہ کے الگ، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے اور سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی (عبد اللہ بن عمروؓ) کو "صلوٰۃ التسبیح" کی تلقین کرنے کے بعد ان سے فرمایا: "فَإِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَعْظَمَ أَهْلِ الْأَرْضِ ذَنْبًاً غُفِرَ لَكَ بِذَلِكَ"۔ (سنن ابی داؤد، باب صلاۃ التسبیح، حدیث نمبر: ۱۱۰۵)

"تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گناہ کا رہو گے تو بھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے گا"۔ اور بعض تابعین اور تبع تابعین حضرات سے (جن میں عبد اللہ بن مبارکؓ جیسے علیل القدر امام بھی شامل ہیں) صلوٰۃ التسبیح کا پڑھنا اور اس کی فضیلت بیان کر کے لوگوں کو اس کی ترغیب دینا بھی ثابت ہے اور یہ اس کا واضح ثبوت ہے کہ ان حضرات کے نزد یک بھی "صلوٰۃ التسبیح" کی تلقین اور ترغیب کی حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت تھی اور زمانہ مابعد میں تو صلوٰۃ التسبیح اکثر صاحبین امت کا معمول رہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس نماز کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ رسول

اللہ تعالیٰ نے سے نمازوں میں (خاص کرنے کی نمازوں میں) بہت سے اذ کار اور دعا میں ثابت ہیں۔ اللہ کے جو بندے ان اذ کار اور دعاؤں پر ایسے قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کر سکیں اور اس وجہ سے ان اذ کار اور دعاؤں والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں ان کیلئے یہی صلاۃ التبعیج اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہو جاتی ہے، یونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح و تحمدی کی بہت بڑی مقدار شامل کردی گئی ہے اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے عوام کیلئے بھی اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

قارئین! جب شیطان ذہن پر حاوی ہوتا ہے پھر میاں یوہی کے جھگڑے، اولاد کی نافرمانیاں، نماز میں دل نہ لگنا، کاروبار میں بے برکتی، شادی و زناح میں رکاوٹ، صحت کی خرابی، دماغی کیفیت میں ردو بدل اور بہت کچھ۔ جب کسی کے دل سے رحمت الہ جاتے، احکام الہیہ کی غلاف ورزی شروع ہو جاتے تو پھر شیطان اپنے راستے ہموار کر لیتا ہے۔ صلاۃ التبعیج سے جنت ملتی ہے، معافی ہوتی ہے، مغفرت ملتی ہے...! یہ بات تو سمجھ آتی ہے، مرنے کے بعد کی کھربوں سال کی زندگی جس کو اللہ کہتا ہے ابداً ابداً! ابda الاباد کی زندگی جس کی کوئی limit نہیں ہے۔ جو عمل مرنے کے بعد ہمیشہ کے نظام کو کامیاب کر سکتا ہے، کیا وہ مرنے سے پہلے کے پچاس سال یا تر سال کے نظام کی اصلاح کے لئے اور ان مسائل کے حل کیلئے کافی نہیں ہے؟ ذرا سوچیں!۔

صلاۃ التبعیج کا وقت: اس نماز کے لئے کوئی وقت نہیں ہے، دن یا رات میں جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں سوائے ان اوقات کے جن میں حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔☆..... یعنی صلاۃ التبعیج مکروہ وقت (یعنی صحیح صادق سے لیکر طوعِ آفتاب تک، زوالِ آفتاب کے وقت اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک، ان اوقات) کے علاوہ ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔ (درختر: 2/27)☆..... اگر تسبیح کے کلمات بھول کر کسی بجہ 10 سے کم پڑھ جائیں یا بالکل نہ پڑھ جائیں تو اس کو دوسرا جگہ یعنی اس سے آگے والے رکن میں پڑھ لیا جاتے تاکہ تعداد پوری ہو جائے لیکن رکون میں بھولے ہوئے کلمات تسبیح و قمر میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدے میں پڑھے کیونکہ قمہ اور جلسہ کا رکون و سجدے سے طویل کرنا مکروہ ہے۔

☆..... کلمات تسبیح کو انگلیوں پر شمار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اگر دل کے ساتھ شمار کر سکتا ہو اس طرح کہ نماز کی حضوری میں فرق نہ آئے تو یہی بہتر ہے ورنہ انگلیاں دبا کر شمار کرے۔ (زبدۃ الفقہ: 285) (درختر: 2/2)

صلاۃ التبعیج پڑھنے کا طریقہ: جس طرح چار رکعت ادا کی جاتی ہے اسی طرح چار رکعت نماز ادا کریں۔

جب آپ پہلی رکعت میں قراءت سے فارغ ہو جائیں تو رکوع میں جانے سے قبل قیام ہی کی حالت میں پسند رہ مرتبہ یعنی تسبیح پڑھیں (سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَر) پھر رکوع کریں، (سُجَاجَانَ رَبِّ الْعَظَمَیْمَ کہنے کے بعد) رکوع ہی میں دس مرتبہ یعنی تسبیح پڑھیں۔ پھر رکوع سے سراٹھائیں اور (قوم کے کلمات ادا کرنے کے بعد پھر) دس مرتبہ تسبیح پڑھیں۔ اس کے بعد سجدہ کریں (مسجدہ میں سُجَاجَانَ رَبِّ الْأَعْلَیْ کہنے کے بعد) دس مرتبہ پھر یعنی تسبیح پڑھیں۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر دس مرتبہ یعنی تسبیح پڑھیں۔ دوسرے سجدہ میں جا کر (سُجَاجَانَ رَبِّ الْأَعْلَیْ کہنے کے بعد) دس مرتبہ تسبیح پڑھیں۔ پھر سجدہ سے سراٹھائیں اور دس مرتبہ تسبیح پڑھیں۔ اس طرح ایک رکعت میں تسبیحات کی کل تعداد پچھتر (۷۵) ہو گئی۔ چاروں رکعتوں میں آپ یعنی عمل دہرائیں۔ دوسری طریقہ: ختماء پڑھنے کے بعد منذکورہ تسبیح پندرہ مرتبہ پڑھی جائے، پھر رکوع سے پہلے، رکوع کی حالت میں، رکوع کے بعد سجدہ اولیٰ میں، پہلی سجدہ کے بعد بیٹھنے کی حالت میں، پھر دوسرے سجدہ میں دس بار پڑھی جائے۔ پھر دوسرے سجدہ کے بعد نہیں بلکہ کھڑے ہو جائیں۔ باقی ترتیب وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے احکام و حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے

والا بنائے۔ آمین۔



صلوٰۃ الحاجۃ کی فضیلت و اہمیت (حصہ اول)

إِنَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ

ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُتْمِهَا أَعْطَاهُ اللَّهُ مَا سَأَلَ مُعْجَلًاً أَوْ مُؤَخِّرًا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعتیں خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے سوال کو جلدی یاد یر سے ضرور پورا کرے گا۔ (مند احمد بن حنبل ح 18 ص 568 رقم الحدیث 27370، غایۃ المقصود فی زوائد المسند للشیخی ح 1 ص 1362 باب صلوٰۃ الحاجۃ)

حضرت عبد اللہ بن ابی او فی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ کی طرف یا مخلوق کی طرف کوئی ضرورت ہوتا ہے چاہئے کہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعتیں پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکار کرے اور بنی اسرائیل صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجئے، پھر یہ دعا پڑھے: (ترجمہ یہ ہے) اللہ یہ ہے جل جلیل و کریم کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے، عرش عظیم کامال ک ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے میں جو تمام علمین کا رب ہے۔ (اے اللہ!) میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی رحمت کو وابہب کرنے اور بخشش کو لازم کرنے والی چیزوں کا، اور ہر نیکی سے حصہ اور ہر گناہ سے سلامتی کا میرے کسی گناہ کو معاف کئے بغیر نہ چھوڑ، کسی نمودر کئے بغیر نہ چھوڑ، اور کوئی حاجت جو آپ کی رضا کا سبب ہو پورا کئے بغیر نہ چھوڑ۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والی ذات!

جب کسی شخص کو کوئی ضرورت پیش آئے، یا کوئی کام کرنا چاہتا ہے؛ لیکن وہ کام ہوتا ہو انکل نہیں آ رہا ہے، یا اس کام کے ہونے میں رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آ رہی میں، یا کوئی پریشانی، مصائب اور آفات لاحق ہو جائیں، تو دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر جو دعا حدیث میں آئی ہے، اس کے معنی کو تصحیح کر پڑھے اور اپنی زبان میں بھی خوب گڑگڑا کر دعا کرے۔ ان شاء اللہ۔ اس کی خصوصیتیں پوری ہوں گی، رکاوٹیں دور ہوں گی، دشواریاں آسان ہوں گی اور پریشانیاں رفع ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہی تعمیہ دی اور صحابہ کی تربیت فرمائی کے جب کوئی ضرورت

، پریشانی اور دشواریاں پیش آئیں تو خدا کی طرف رجوع کرو اور صلوٰۃ الحاجت پڑھو یا کم از کم اس سلسلہ کی دعاؤں کا اہتمام کرو۔

انسان کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے، تو وہ ظاہری اسباب اختیار کرتا ہے، ظاہری اسباب اختیار کرنا اور مقدور بھروسہ شکن کرنا چاہئے ہے، لیکن ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری اسباب ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لے؛ بلکہ وہ ظاہری اسباب کو اختیار کرے اور ان اسباب میں تاثیر اور کامیابی کے سلسلہ میں اللہ سے مدد طلب کرے اور اسی کو کار ساز سمجھے، بے ایمان کی طرح نہ ہو کہ صرف ظاہری اسباب ہی پر کامیابی کو مختص سمجھتا ہے اور خدا کی طرف جو کہ مسبب الاسباب، قادر مطلق اور کار ساز ہے بالکل متوجہ نہیں ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ظاہری اسباب ضرور اختیار کرو، لیکن تمہارا تعلیم اور بھروسہ اللہ جل شانہ کی ذات پر ہونا چاہئے، اسباب اختیار کرنے کے بعد عاکر و کارے اللہ میرے اختیار اور بس میں جو تھا اس کو کر لیا، آپ ہی اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والے اور ان تدبیروں کو کامیاب بنانے والے ہیں، لہذا میری تدبیروں کو کامیاب فرماد تھے۔

اسی کی تعلیم دی ہے، حدیث شریف اللهم هذا الجهد وعليك التكلاں۔ اے اللہ میری طاقت میں جو کچھ (تدبیر میں اور اسباب) تھا، میں نے اختیار کیا، آپ ہی پر بھروسہ ہے، آپ ہی اپنی رحمت سے اس مقصد میں کامیاب عطا فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ نے اسباب اور تدابیر اختیار کرنے کی اجازت؛ بلکہ حکم دیا ہے؛ لیکن اسباب کی تاثیر اور تدبیر کی کامیابی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے، لہذا انسان کی نگاہ صرف اسباب تک محدود نہ رہے؛ بلکہ اسباب کے پیدا کرنے والی ذات پر جو نیچی چاہئے، ان اسباب میں تاثیر اور تدبیر میں کامیابی کی دعا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کی تربیت اسی طرح فرمائی تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کی نگاہ ہمیشہ مسبب الاسباب پر رہتی تھی، اس سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام کے بے شمار واقعات کتب سیرت میں منذور ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو شخص کوئی حاجت پیش آئے، خواہ اللہ سے یا کسی انسان سے یعنی وہ کسی اہم معاملہ میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہتا ہے، یا کسی بندے سے کوئی چیز طلب کرنا چاہتا ہے، مثلاً قرض لینا چاہتا ہے، خیال ہے کہ اللہ جانے وہ دے گا یا نہیں، تو خوب اچھی طرح

و شوکرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ کی حمد و شکر کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجئے، پھر یہ دعا پڑھئے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجَبَاتَ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَيْمَةَ مِنْ كُلِّ
وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدْعُ لِذَنبٍ إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًا إِلَّا فَرَجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هَيَّا لَكَ
رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (رواه الترمذی عن عبد الله بن ابی او فی ۱/۱۸۰، ۲۹۷)۔

کوئی معبد نہیں ہے سواتے اللہ کے جو بدار ہے، پاک ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا پروردگار ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے میں جو سارے جہاںوں کا پانہار ہے۔

اے اللہ! میں تجوہ سے تیری مہربانی کو واجب کرنے والے، تیری بخشش کو مؤکد کرنے والے اعمال کی توفیق اور ہر نیکی سے بلا مشقت کی کمائی اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں۔

اے اللہ میرے ہر گناہ کو بخش دے، اے نہایت رحم و مہربانی فرمانے والے! میری ہر فکر و ٹینشن کو درکر کے اور میری ہر ضرورت و حاجت کو جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہو پوری فرمادے۔

یہ دعا اللہ کی وحدانیت، پاکی و تقدیس، عظمت اور قدرت، رب بیت، گناہ پر فری گرفتہ کرنا اور بغیر احتراق کے نوازنا اور احسان نہ جتلانے والے اسمائے حسنی پر مشتمل ہے لہذا ان اسماء کی برکت سے ضرورتیں پوری ہوں گی، رکاوٹیں دور ہوں گی، دشواریاں آسان ہوں گی اور پریشانیاں زائل ہوں۔

منکورہ طریقہ پر نماز پڑھ کر اپنی ضرورت خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مانگے اور یہ عمل برا برکتار ہے، یہاں تک کہ ضرورت پوری ہو جائے، یاد مولیٰ مرضی اور قیامت پر راضی ہو جائے، یہ سب سے بڑی دولت ہے۔

بندہ کی دعا ہر حال میں بول ہوتی ہے، یا اسی کے مثل کوئی دوسرا چیز دے دی جاتی ہے یا عبادت بنا کر نامہ میں لکھ دیا جاتا ہے اور بندہ کے دل کو مطلوب چیز کے نہ ملنے پر مطمئن کر دیا جاتا ہے۔

اگر حاجت و ضرورت کی بندے سے متعلق ہو تو بھی منکورہ عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی کے ساتھ دعا کرے، اے اللہ! اس بندے کے دل کو میری ضرورت پوری کرنے پر آمادہ فرمادے۔ یک یونکہ تمام بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے دو انگلیوں کے درمیان میں، وہ حب صدقہ ہتھی میں

بھیر دیتے ہیں، پھر دعا سے فارغ ہو کر اس بندہ کے پاس جائے اور اپنی ضرورت پیش کرے، اگر ضرورت پوری ہو جائے تو اس بندہ کا بھی شکر ادا کرے اور اللہ کا بھی شکر ادا کرے، اگر ضرورت پوری نہ ہو تو سمجھے کہ اللہ کی مرثی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ حاجت روائی کا کوئی دوسرا انتظام فرمائیں گے۔ اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو، اپنی زبان میں دعاماً لگے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاماً لگنے سے پہلے نماز پڑھنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، نماز اور خدا کی حمد و شنا کے بعد دعا کرے گا تو ضرور کامیابی ملے گی اور ضرورت پوری ہو گی۔
 ان نوافل کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ کیوں کنوافل کے ذریعے قرب خداوندی، تکمیل فرائض،
 قبولیت دعا اور درجات کی بلندی جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پنج وقت نماز کے پابند حضرات بھی صرف فرائض،
 واجبات اور سنن مؤکدہ پر اکتفا کرتے ہیں، اللہ کا مزید قرب اور درجات کی بلندی کے لیے نوافل کا بھی اہتمام کرنا
 چاہیے۔



نماز کا بیان بیت نمبر 45:

صلوٰۃ الحاجۃ کی حقیقت اور فضیلت (حصہ دوم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُ عِنْدَ الْكَرْبَلَةِ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غم ہیش اور پریشانیوں کے موقع پر یہ دعا پڑھتے تھے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔

نسائی شریف کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جب تم پر کوئی مصیبت یا پریشانی آئے تو مذکورہ دعا پڑھو، علامہ طبریؓ فرماتے ہیں: اکابر اس دعا کو ”دعا الکرب“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یا مخلوق میں سے کسی سے کوئی حاجت در پیش آئے تو وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر یہ دعا پڑھیں:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوْجَبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَّائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ إِيَّٰ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدْعُ لِذَنْبٍ إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هُمَا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضاً إِلَّا قَضَيْتَهَا، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

کسی ضرورت، حاجت، پریشانی، آفت یا مصیبت کے وقت ادا کی جانے والی نفل نماز کو صلاۃ الحاجۃ یعنی نماز حاجت کہا جاتا ہے۔ واضح ہے کہ حاجت چاہے دینی ہو یا دینی اور اسی طرح چاہے اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہو یا کسی بندے سے، ہر جائز اور دینی حاجت کے لیے یہ نماز ادا کی جاسکتی ہے، بلکہ شریعت میں اس کی ترغیب بھی موجود ہے۔ اس نماز سے مقصود اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور اپنی پریشانی دو کرنا ہوتا ہے۔ اس نماز کے بہت سے فائدے ہیں جن کی وجہ سے اس نماز کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

نماز بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے کا ہمت بڑا ذریعہ ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے، پر بیشتریاں دور ہو جاتی ہیں اور اللہ کی جانب سے مدد اترتی ہے۔

حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضور اقدس ﷺ کو کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز ادا

فرماتے *

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب انبیاء کرام علیہم السلام کو کسی گھبراہٹ کا سامنا ہوتا تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے“

اگر حاجت و ضرورت کسی بندہ سے متعلق ہو تو، نماز اور دعا کے بعد اس کے پاس جانے کی دو حکمیتیں ہیں: پہلی حکمت: کسی بندہ سے ضرورت پوری کرنے کی درخواست کرنا غیر اللہ سے مدد اور استعانت ہے، مدد اور استعانت صرف اللہ سے طلب کرنا چاہئے، جب بندہ کسی بندہ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرے گا تو گویا وہ غیر اللہ سے مدد طلب کر رہا ہے۔

اس لئے شریعت نے صلوٰۃ الحاجت اور اس کی دعا کی تعلیم دی تاکہ بندہ کے عقیدہ کی حفاظت ہو سکے، اس لئے کہ اگر اس بندہ نے اس کی ضرورت پوری کر دی تو یہ سمجھے گا کہ اسی نے میری ضرورت پوری کی ہے؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی شریعت کو پورا کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی نے اس بندہ کے دل کو اس کی طرف متوجہ کیا اور اس کی حاجت روائی پر آمادہ کیا ہے، یہ یقین کی کمی اور فداء عقیدہ ہے۔

اگر بندہ نماز و دعا کے بعد کسی بندے کے پاس جائے گا اور وہ اس کی ضرورت کو پورا بھی کر دے تو ذہن نماز، دعا اور اللہ کی توفیق اور اس کی آسانی کی طرف متوجہ ہو گا، کہ اللہ نے اپنے فضل و مہربانی، نماز و دعا کی برکت سے میری ضرورت پوری فرمادی اور اس کے دل کو زخم اور میری طرف متوجہ کیا ہے۔

اگر وہ بندہ اس کی ضرورت پوری نہ کرے، تو یہ سمجھے گا شاید ضرورت پوری نہ ہونے میں مسیری کوئی مصلحت ہے، یہ یقین اور عقیدہ کی حفاظت ہے۔

دوسری حکمت: کسی ضرورت کا پیش آتا اور کسی کے پاس جانیہ دنیوی معاملہ ہے، شریعت چاہتی ہے کہ دنیوی معاملہ بھی عبادت بن جائے، اس لئے صلوٰۃ الحاجت کو مشروع کیا ہے۔ نوٹ: ائمہ اربعہ کے نزدیک صلوٰۃ الحاجت منتخب ہے۔

ہر ضرورت کے لئے صلوٰۃ الحاجت پڑھی جائے، ہر ضرورت اور پر بیشتری کے وقت صلوٰۃ الحاجت

پڑھنا اور اللہ سے مدد طلب کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَخْيَرِ حُذَيْفَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ اللَّهُ يُعِظُّ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى.

(سنن ابن داود باب قیام النبي من اللیل ۱/۱۸)

اس حدیث سے بھی صلاۃ الحاجۃ کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے۔ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تشویش کا معاملہ پیش آتا کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو آپ سب سے پہلے نماز کی طرف دوڑتے۔ یہی صلوٰۃ الحاجۃ سے پھر دعا کرے: اے اللہ یہ مشکل آگئی ہے، آپ اس کو دور فرمادیجئے، ہندا یمان والوں کو پاہنے کرو وہ اپنے مقاصد میں کامیابی اور اسباب کے بجائے محبب الاصباب پر یقین دایمان کی زیادتی کے لئے صلوٰۃ الحاجۃ کا خوب اہتمام کریں۔

اگر نماز کا موقع یا وقت نہ ہو، تو دعا کرے اور حدیث میں منکور دعا بھی پڑھے، اپنی ہر ضرورت کو اللہ کے بارگاہ میں پیش کرے، وہ ضرورت چھوٹی ہو یا بڑی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ہر ضرورت کو اللہ سے مانگو، یہاں تک کہ نمک کی ضرورت پیش آئے تو وہ بھی اللہ سے مانگو، اگر تمہارے جو تے کا تمہیٹ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ (ترمذی ابواب الدعوات ۲۰۱)

چھوٹی ضرورت، بڑی ضرورت بندوں کے نزدیک ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب برابر ہیں، اللہ کے نزدیک ہر کام چھوٹا اور اس کے لئے ہر کام آسان ہے۔

آج ہم میں سے ہر شخص پریشان ہے، ہر گھر میں پریشانی ہے، کوئی اندریوں کا شکار ہے، کسی کی جان، مال اور آبر و محفوظ نہیں، زمینی آسمانی مصائب و شدائد کا بتلاء ہے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ صحیح سے شام تک بہاں دو چار آدمی جمع ہوئے، تبصرے شروع کر دے، فلاں نے اس طرح کیا، فلاں سے کوتاہی ہوئی، حکومت نے یہ غلطی کی، ان تدابیر میں کمی ہو گئی، ذراائع ابلاغ، واتساب اور یو ٹیوب پر لگا جماعتے رہتے ہیں؟ خدا کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے اور غفلت میں وقت گزارا کرتے ہیں، تبصروں میں لکنوں کی غیبت ہوتی ہے، لکنوں پر بہتان لگایا جاتا ہے۔

کاش ہم پریشانیوں کے وقت خدا کی طرف رجوع کرتے، تبصروں سے وقت کے ضائع ہونے کے

علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا بصر وہ سے ہماری مجلسیں آباد رہتی ہیں، اللہ کی طرف رجوع اور گڑ گزارنے کا سلسلہ ختم ہو گیا، کاش ہم دو دور کرعت صلوٰۃ الحاجہ پڑھ کرامت کے لئے، انسانیت کے لئے توبہ کر مصائب و شاداب اور پریشانیوں کے رفع و ازالہ کی دعائیں کرتے اور جو مناسب تدبیس مریں ہوں؟ ان کو اختیار کرتے اور جن تدبیروں کو اختیار کیا جائے؟ ان کی کامیابی کی دعا کرتے۔

ہم میں سے کتنے لوگ میں جن کو ضرروتوں اور پریشانیوں کے موقع پر خدا کی طرف رجوع کرنے اور تضرع و عاجزی کرنے کی توفیق ملتی ہے اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہماری ضرروتوں کو پورا کر دیجے، اے اللہ! مصیبتیں ہم پر مسلط ہیں، ہمارے گھناتہوں کا وباں ہیں، اے اللہ اپنی رحمت سے دور فر ماد تکھنے۔

اس لئے مشکل اور پریشانیوں میں ہمیں چاہئے کہ بار بار دو دور کرعت سورتوں کی تعین کے بغیر صلوٰۃ الحاجہ پڑھیں، پوری انسانیت بطور خاص امت مسلمہ کے لئے گڑا گڑ کر دعائیں کریں اور چلتے پھرتے دعاء کرب کا خوب اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو، ساری انسانیت کو بطور خاص امت مسلمہ کو تمام دنیوی دینی پریشانیوں اور آفتوں سے عافیت و سلامتی نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے آمین۔



نماز کا بیان بیان نمبر: 46

صلوٰۃ استخارہ کی حقیقت اور فضیلت (حصہ اول)

عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُعِينُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعِينُنَا السُّوَرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ۔

سیدنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارہ کرنے سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے۔ (صحیح البخاری ج 1 ص 155 باب لا جاء في انطهاع مشی مثلث، سنن ابو داؤد ج 1 ص 222 باب فی الاستخارۃ، جامع الترمذی ج 1 ص 109 باب ما جاء في صلوٰۃ الاستخارۃ)

استخارہ کا مطلب ہے کسی معاملے میں خیر اور بھلائی کا طلب کرنا، یعنی روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے اپنے ہر جائز کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اللہ سے اس کام میں خیر، بھلائی اور رہنمائی طلب کرنا، استخارہ ایک منسون عمل ہے، جس کا طریقہ اور دعا نبی ﷺ سے احادیث میں منقول ہے، حضور اکرم ﷺ کی ایشیاء میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم السلام یعنی کوہر کام سے پہلے اہمیت کے ساتھ استخارے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ استخارہ کے لفظی معنی میں: خیر طلب کرنا، اور اس کا شرعی مفہوم یہ ہے: ایسا معاملہ جس کے دونوں پہلو شرعاً جائز ہیں، یعنی شرعاً آپ آپ سے اختیار بھی کر سکتے ہیں اور ترک بھی کر سکتے ہیں لیکن انجام کارفاندہ اسے اختیار کرنے میں ہے یا ترک کرنے میں، اس کے بارے میں آپ کو تردد ہے، آپ متذبذب ہیں، اپنی عقل کی روشنی میں آپ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کروں یا نہ کروں اور آپ کا دل اس طرف مائل بھی ہو رہا ہے، آپ اس خیال کوڑہن سے جھٹک کر نکال بھی نہیں سکتے، گویا کیفیت یہ ہے: کہیں ایسا نہ ہو جائے، ویسا نہ ہو جائے، پس عاقب اور نتائج کے اعتبار سے دونوں پہلوؤں میں صاحب معاملہ کے حق میں خیر کس میں ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی انجام کرنا۔

جس کام کے کرنے کا شریعت میں حکم ہے، اس کے لیے استخارہ، نہیں کیا جاتا، وہ تو ویسے بھی شریعت کا مطلوب ہے، فارسی کا مقولہ ہے: در کار خیر حاجت استخارہ نیست، یعنی نیک کام میں استخارے کی کوئی حاجت نہیں ہے، استخارہ گز شدہ امور کے بارے میں بھی نہیں کیا جاتا کوئی آکر آپ کو بتائے: آپ پر جادو ہو گیا

ہے یا بندش کر دی گئی ہے اور اب اس کا توڑ کیا جائے گا۔ جو کام شرعاً حرام ہے اس کے لیے استخارہ کرنا بھی حرام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑی جمارت ہے اور اس کے عینظ و غصب کو دعوت دینے کے متراود ہے۔ استخارہ صرف مباح امور میں ہوتا ہے کہ: فلا شخص کے ساتھ اپنے پچے کارشہ قبول کریں یا نہ کریں، کبھی شخص کے ساتھ کاروباری شرائکت کریں یا نہ کریں، آپ کو ایک سے زائد مقامات سے ملازمت کی پیشکش آتی ہے، آپ تذبذب میں پڑ جاتے ہیں کہ کسے قبول کریں اور کسے رد کریں وغیرہ۔ فرض، واجب اور سنت منتخب کام کے کرنے کے بارے میں بھی استخارہ نہیں کیا جائے گا (کیونکہ اسے کنایت ہے) اور حرام اور مکروہ کے ترک کرنے کے بارے میں بھی استخارہ نہیں کیا جائے گا (کیونکہ شرعاً اسے ترک کرنا لازم ہے)، پس استخارہ صرف مباح کام میں کیا جائے گا، البتہ اگر منتخب کام میں دوام متعارض ہوں کہ وہ کس کام سے ابتداء کرے تو اس میں بھی استخارہ کیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری، ج: 7، ص: 433 تا 434)۔

اسی طرح ایک حدیث میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: انسان کی سعادت اور نیک بخشی یہ ہے کہ اپنے کاموں میں استخارہ کرے اور بد نصیبی یہ ہے کہ استخارہ کو چھوڑ بیٹھے، اور انسان کی خوش نصیبی اس میں ہے کہ اس کے بارے میں کیئے گئے اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہے اور بد بخشی یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر تاریخی کا اٹھاہ کرے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یعنی جو آدمی اپنے معاملات میں استخارہ کرتا ہو وہ بکھی ناکام نہیں ہو گا اور جو شخص اپنے کاموں میں مشورہ کرتا ہو اس کو بکھی شرمندگی یا پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے گا کہ میں نے یہ کام کیوں کیا؟ یا میں نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ اس لیے کہ جو کام کیا وہ مشورہ کے بعد کیا اور اگر نہیں کیا تو مشورہ کے بعد نہیں کیا، اس وجہ سے وہ شرمندہ نہیں ہو گا۔

اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہو گا، مطلب اس کا یہ کہ انجام کے اعتبار سے استخارہ کرنے والے کو ضرور کامیابی ہو گی، چاہے کسی موقع پر اس کے دل میں یہ خیال بھی آجائے کہ جو کام ہوا وہ اچھا نہیں ہوا، لیکن اس خیال کے آنے کے باوجود کامیابی اسی شخص کو ہو گی جو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے، اسی طرح جو شخص مشورہ کر کے کام کرے گا وہ بکھی پچھتاے گا نہیں، اس لیے کہ خدا خواستہ اگر وہ کام خراب بھی ہو گیا تو اس کے دل میں اس بات کی تسلی ہو گی کہ میں نے یہ کام اپنی خود رائی اور اپنے بل بوتے پر نہیں کیا تھا بلکہ

اپنے دوستوں اور بڑوں سے مشورہ کے بعد کیا تھا، اب آگے اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے کہ وہ جیسا چاہیں فیصلہ فرمادیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے دوستوں کا مشورہ دیا ہے کہ جب بھی کسی کام میں کشمکش ہو تو ووکام کر لیا کرو، ایک استخارہ اور دوسرے استشارہ یعنی مشورہ۔

جب کسی کو کوئی کام پیش آئے اور اس کے کرنے کے لئے میں تردہ ہو رہا ہو اور یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ کروں یا نہ کروں؟ جلدی کروں یا دیرے سے؟ تو اسے چاہیے کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھ کر دعا اسے استخارہ مانے، پھر جس طرف دل کا میلان ہو جائے اسی کو اختیار کرے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ
الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْبِرُ وَلَا أَقْبِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ
تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ حَيْرَةٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ عَاجِلٌ أَمْرِي وَأَجِلُهُ
فَاقْدِرُهُ لِي وَيَسِّرُهُ لِي شَمَّ بَارِكَ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرُّ لِّي فِي دِينِي
وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلٍ أَمْرِي وَأَجِلُهُ فَاضْرُفْهُ عَيْنِي وَاضْرِفْنِي عَنْهُ
وَاقْدِرْهُ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ ارْضِنِي بِهِ قَالَ وَيُسَيِّرُ حَاجَتَهُ.

اے اللہ! میں تیرے علم کی مدد سے تجوہ سے بھلائی اور تیری قدرت کی مدد سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ یہو نکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو یہ تمام غلبیوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (اس جگہ اپنے کام کا نام لے) میرے دین، زندگی، انجام کا اور میری دنیا و آخرت کے اعتبار سے بہتر ہے تو اسے میری قدرت میں دے دے اور اسے میرے لئے آسان فرمادے اور اگر تو اس کام کو میرے دین، زندگی، انجام کا اور دنیا و آخرت کے لئے برا سمجھتا ہے تو اس کو مجھے سے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور میرے لئے بھلائی عطا فرما جہاں کہیں بھی ہو، پھر مجھے اس کے ساتھ راضی بھی فرم۔

دعا کرتے وقت جب ”ہذا الامر“ پر پہنچ جس کے پیچے لکھا ہے (جس کے پیچے لکھا ہے تو اگر عربی جانتا ہے تو اس جگہ اپنی حاجت کا تذکرہ کرے یعنی ”ہذا الامر“ کی جگہ اپنے کام کا نام لے مثلاً ”ہذا السفر“ یا ”ہذا النکاح“ یا ”ہذا التجار“ یا ”ہذا النیجع“ کہے، اور اگر عربی نہیں جانتا تو ”ہذا الامر“ ہی کہہ کر دل میں اپنے اس کام کے بارے میں سوچے اور دھیان دے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے۔

اسی طرح ایک اور مسنون دعا ہے:

اللَّهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي ۝ (ترمذی)

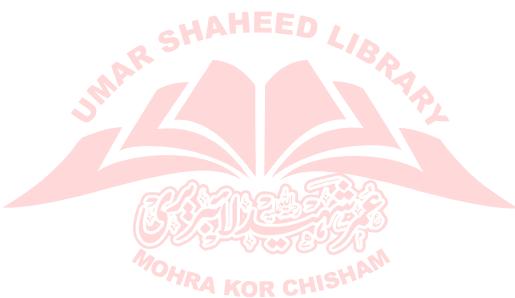
اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے وہ میرے دل پر القافر ماد تبیجھے، ان دعاؤں میں سے جو دعا یاد آجائے اس کو اسی وقت پڑھ لے، اور اگر عربی میں دعا یاد نہ آئے تو اردو ہی میں دعا کرو کہ اے اللہ! مجھے یہ کشمکش پیش آئی ہے، آپ مجھے صحیح راستہ دھکا دتیجھے، اگر زبان سے نہ کہہ سکو تو دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ یا اللہ! یہ مشکل اور یہ پریشانی پیش آئی ہے، آپ صحیح راستے پر ڈال دتیجھے جو راستہ آپ کی رضا کے مطابق ہو اور جس میں میرے لیے خیر ہو۔

مفہوم اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ساری عمر میں یہ معمول رہا کہ جب سمجھ کوئی ایسا معااملہ پیش آتا جس میں فری فیصلہ کرنا ہوتا کہ یہ دور استے ہے میں میں سے ایک راستے کو اختیار کرنا ہے تو آپ اس وقت پنڈجھوں کے لیے آنکھ بند کر لیتے، اب جو شخص آپ کی عادت سے واقف نہیں اس کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ آنکھ بند کر کے کیا کام ہو رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ آنکھ بند کر کے ذرا سی دیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیتے کہ یا اللہ! میرے سامنے یہ کشمکش کی بات پیش آئی ہے، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا فیصلہ کروں، آپ میرے دل میں وہ بات ڈال دتیجھے جو آپ کے نزدیک بہتر ہو، بس دل ہی دل میں یہ چھوٹا سا اور مختصر سایہ استخارہ ہو گیا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحکیم عارفی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ہر کام کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرماتے ہیں، اس لیے کہ تمہیں اس کا اندازہ نہیں کہ تم نے ایک لمحہ کے اندر کیا سے کیا کر لیا، یعنی اس ایک لمحہ کے اندر تم نے اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ لیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیا، اللہ تعالیٰ سے خیر ما نگ لی اور اپنے لیے صحیح راستہ طلب کر لیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تمہیں صحیح راستہ مل گیا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا اجر بھی مل گیا اور دعا کرنے کا بھی اجر و ثواب مل گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بہت پنڈ فرماتے ہیں کہ بندہ ایسے موقع پر محو سے رجوع کرتا ہے اور اس پر غاصب اجر و ثواب بھی عطا فرماتے ہیں، اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے، صحیح سے لے کر شام تک نہ جانے کتنے واقعات ایسے پیش آتے ہیں جس میں آدمی کو کوئی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ یہ کام کروں یا نہ کروں، اس وقت فوراً ایک لمحہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو، یا اللہ! میرے

دل میں وہ بات ڈال دیجئے جو آپ کی رضا کے مطابق ہو۔ (اصلاحی خطبات)

استخارہ اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنے اور بھلائی طلب کرنے کا مسنون ذریعہ ہے لہذا اس بات کی کوشش کی جائے کہ اس کی وہی اصل شکل اور روح برقرار رہے جو شریعت اسلام نے واضح فرمائی ہے، مخفی سنی سنائی باتوں پر کان دھرنے کے بجائے حضرات علماء کرام سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح معنی میں سمجھ، اس پر عمل کرنے والا اور عمل اس کو روئے زمین پر قائم کرنے والا بنائے۔ آمين۔



صلوٰۃ استخارہ کی حقیقت اور فضیلت (حصہ دوم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِلِّمُنَا الْاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ، كَمَا يُعِلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو اپنے معاملات میں استخارہ کرنے کا طریقہ اسی اہتمام سے سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآن کی سورتوں کی تعلیم فرماتے تھے۔
ایک حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من شقوٰۃ ابن آدم تر کہ استخارۃ اللہ (مجمع الاصانید)
یعنی اللہ تعالیٰ سے استخارہ کا چھوڑ دینا اور نہ کرنا انسان کے لیے بدجھی اور بدصیبی میں شمار ہوتا ہے۔
کسی معاملہ میں خیر اور بھلائی طلب کرنے کو استخارہ کہتے ہیں۔ استخارہ ایک نہایت مبارک عمل ہے،
رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس عمل سے انسان کو خیر عطا ہوتی ہے۔ بندوں کا علم باقص ہے بسا اوقات ایسا
ہوتا ہے کہ کوئی بندہ ایک کام کرنا چاہتا ہے اور اس کا انجام اس کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے
اس کے لیے "صلوٰۃ استخارہ" تعلیم فرمائی اور بتایا کہ جب کوئی خاص اور اہم کام درپیش ہو تو دور کعت نماز پڑھ کے
اللہ تعالیٰ سے رہنمائی اور توفیق خیر کی دعا کر لیا کرو۔

دور کعات نماز نفل استخارہ کی نیت سے ادا کریں اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ
الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنَّكَ عَلَامُ الْغُيُوبِ۔ اللَّهُمَّ إِنِّي
كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ... (یہاں اپنی حاجت کا ذکر کرے) ... خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي
وَعَاقِبَةً أَمْرِي، فَاقْدِرْ كُلِّي وَيَسِّرْ كُلِّي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ...
(یہاں اپنی حاجت کا ذکر کرے) ... شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةً أَمْرِي، فَاضْرِفْهُ عَنِّي
وَاضْرِفْ فِينِي عَنِّي، وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ۔ (بخاری)

اے اللہ! میں آپ کے علم کا واسطہ دے کر آپ سے خیر اور بھلائی طلب کرتا ہوں اور آپ کی قدرت کا

واسطہ دے کر میں اچھائی پر قدرت طلب کرتا ہوں، آپ غیب کو جانے والے ہیں۔ اے اللہ! آپ علم رکھتے ہیں میں علم نہیں رکھتا، یعنی یہ معاملہ میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں، اس کا علم آپ کو ہے، مجھے نہیں، اور آپ قدرت رکھتے ہیں اور مجھ میں وقت نہیں۔ یا اللہ! اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ معاملہ (اس موقع پر اس معاملہ کا تصور دل میں لائیں جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے) میرے حق میں بہتر ہے، میرے دین کے لیے بھی بہتر ہے، میری معاش اور دنیا کے اعتبار سے بھی بہتر ہے اور انجام کار کے اعتبار سے بھی بہتر ہے اور میرے فروی نفع کے اعتبار سے اور دیر پافائدے کے اعتبار سے بھی تو اس کو میرے لیے مقدر فرماد تجھے اور اس کو میرے لیے آسان فرماد تجھے اور اس میں میرے لیے برکت پیدا فرماد تجھے۔ اور اگر آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ یہ معاملہ (اس موقع پر اس معاملہ کا تصور دل میں لائیں جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے) میرے حق میں برائے یا میرے دین کے حق میں برائے یا میری دنیا اور معاش کے حق میں برائے یا میرے انجام کار کے اعتبار سے برائے، فروی نفع اور دیر پافائدے کے اعتبار سے بھی بہتر نہیں ہے تو اس کام کو مجھ سے پھیر د تجھے اور مجھے اس سے پھیر د تجھے اور میرے لیے خیر مقدر فرماد تجھے جہاں بھی ہو، یعنی اگر یہ معاملہ میرے لیے بہتر نہیں ہے تو اس کو چھوڑ د تجھے اور اس کے بد لے جو کام میرے لیے بہتر ہو اس کو مقدر فرماد تجھے، پھر مجھے اس پر راضی بھی کر د تجھے اور اس پر مطمئن بھی کر د تجھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سات مرتبہ استخارہ کرو، پھر اس کے بعد (اس کا نتیجہ) دیکھو، تمہارے دل میں جو کچھ ڈالا جائے، یعنی استخارے کے تیجے میں بارگا حق کی جانب سے جو چیز القاء کی جائے اسی کو اغتیار کرو کہ تمہارے لیے وہی بہتر ہے۔

بہتر یہ ہے کہ استخارہ تین سے سات دن تک پابندی کے ساتھ متواتر کیا جائے، اگر اس کے بعد بھی تذبذب اور شک باقی رہے تو استخارہ کا عمل مسلسل جاری رکھے، جب تک کسی ایک طرف رجحان نہ ہو جائے کوئی عملی اقدام نہ کرے، اس موقع پر اتنی بات سمجھنی ضروری ہے کہ استخارہ کرنے کے لیے کوئی مدت متعین نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ایک ماہ تک استخارہ کیا تھا تو ایک ماہ بعد آپ کو شرح صدر ہو گیا تھا اگر شرح صدر نہ ہوتا تو آپ آگے بھی استخارہ جاری رکھتے۔

سنن استخارے کا ایک تفصیلی طریقہ تودہ ہوا جس کو ماقبل میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا لیکن قربان جائیے کہ رسول اللہ ﷺ نے وقت کی کمی اور فروی فیصلے کی صورت میں بھی ایک مختصر سا استخارہ تجویز فرماد یا تاکہ

استخارے سے محرومی نہ ہو جائے، اس سے قبل استخارہ کا جو مسنون طریقہ عرض کیا گیا، یہ تو اس وقت ہے جب آدمی کو استخارہ کرنے کی مہلت اور موقع ہو، اس وقت تو وضو کر کے دور کعت نفل پڑھ کر وہ استخارہ کی مسنون دعا کرے، لیکن بسا اوقات انسان کو اتنی جلدی اور فوری فیصلہ کرنا پڑتا ہے، دور کعت پڑھ کر دعا کرنے کا موقع ہی نہیں ہوتا، اس لیے کہ اپا نک کوئی کام سامنے آگیا اور فوراً اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا ہے، اتنا وقت ہے نہیں کہ دو رکعت نفل پڑھ کر استخارہ کیا جائے تو ایسے موقع کے لیے خود نبی کریم ﷺ نے ایک دعائیں فرمائی، وہ یہ ہے

اللَّهُمَّ خِرْبَىٰ وَاحْتَرْبَىٰ (کنز العمال)

اے اللہ! میرے لیے آپ پسند فرمادیجیکے مجھے کون سارا ستہ اختیار کرنا چاہیے، میں یہ دعا پڑھ لے، اس کے علاوہ ایک اور دعا حضور ﷺ نے تلقین فرمائی ہے، وہ یہ ہے: **اللَّهُمَّ أَهْدِنِي وَسَدِّلْنِي** (صحیح مسلم) اے اللہ! میری صحیح پدایت فرمائی اور مجھے سیدھے راستے پر رکھیے۔

”دعائے استخارہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کرتا رہے، استخارہ کرنے کے بعد نہ امت نہیں ہوتی اور یہ مشورہ کرنا نہیں ہے، یکوئی مشورہ تو وہ متول سے ہوتا ہے، استخارہ منت عمل ہے، اس کی دعا مشہور ہے، اس کے پڑھ لینے سے سات روز کے اندر اندر قلب میں ایک روحانی پیدا ہو جاتا ہے اور یہ خواب میں کچھ نظر آتا، یا یہ برقی روحانی جنت شرعیہ نہیں میں کہ ضرور ایسا کرنا ہی پڑھے گا، اور یہ جو دوسروں سے استخارہ کرایا کرتے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے۔ جتنی خرابی ہمارے معاشرے میں دین کے نام پر ہے شاید یہ کسی اور معاملے میں ایسے اندر حیر نہ گزی پچی ہو نو سر بازی اور فراڈ کو تقدیم کے پردے میں چھپ لیا جاتا ہے اور اور سادہ لوح عموم کو عقامہ کی کمزوری کے سبب لوٹا جاتا ہے۔ لیکن کیا اس خرابی کے ذمے داروہ چالاک نو سر باز اور فراڈ یہی میں یا ہم خود ؟ ظاہر ہے جب دروازہ کھلا ہو گا تو چور آئے گا، جب عقائد میں کمزوری ہو گی تو نقاب لگے گی۔ جب ہم اللہ کو مشکل کشا اور جنت رو سمجھنے کی بجائے، انسانوں کو داتا، مشکل کشا، حاجت روا، غوث، لج پال، بگوی بنانے والا بنالیں کے تو یہی کچھ ہو گا۔ سوجب عقائد کی قیمتی متنازع ہو ہم نے سر باز ارلا رکھا تو لئے کا کیا شکوہ، استخارہ بھی انہی کمزور پہلوؤں میں ایک ہے جس کے نام پر عوام کو لوٹا جاتا ہے۔ انسان کی نظرت ہے اور پرانی خواہش کر آنے والے وقت کے بارے میں جان سکے، وقت اچھا ہے یا بر اعلوم کر سکے۔ اسی لیے وہ استخارے کرنے والوں کے پاس دوڑ دوڑ جاتا ہے اور ایمان گنوتا ہے۔ یاد رکھیں، کبھی ایسے فرد کے سامنے اپنے راز مٹ کھولیں جو کذاب، جاہل اور شریعت سے بگر لینے والا ہو۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ کوئی متعلقہ فریق بھی استخارہ کر سکتا ہے یعنی بچے کا رشتہ

ہے تو کوئی بھی اس کا دارث، والی، دادا نا، مال باپ، بچہ خود کر سکتا ہے۔

جو شخص اپنے درپیش مسئلے میں چند بار عاجزی سے اپنے رب کے حضور التجا اور طلب خیر و دعا کے لیے ذہنی، فنکری اور عملی طور پر آمادہ نہ ہو، وہ استخارے کی روح اور حقیقت کو سمجھاتی نہیں۔ رہے وہ لوگ جو استخارے کے نام پر ماضی کے آحوال بتاتے ہیں کہ کسی پر کالا جادو ہو گیا ہے یا سفی عمل کر دیا گیا ہے، الغرض چند سیکنڈ میں یہ تمام غیبی امور ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ایک ہی لمحے میں ان کا حل بھی ملک آتا ہے، یہ حدیث میں نہیں ہے۔ اس سے لوگ تو تم پرستی اور تشکیل میں بیتلہ ہوتے ہیں، تقدیر الہی پر رضا، جو مومن کا شعار ہو ناچاہیے، اس میں کمزوری واقع ہوتی ہے۔ پھر لوگ کسی مشکل صورت حال میں، جب انہیں کوئی فیصلہ کرنے والا سمجھاتی نہ دے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے برا و راست رجوع کرنے کو ترک کر کے، طرح طرح کے عاملوں سے رجوع کرتے ہیں۔ استخارہ تو مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرنا ہے۔ آج گل اسے کاروبار بنادیا گیا ہے اور کجھ جگہ بورڈ آؤیزاں ہوتے ہیں: استخارہ کر لاؤ، یعنی بندہ اتنا بے نیاز ہو گیا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرنے کے بجائے یہ کام بھی نذر انہیں اور فیں دے کر کسی اور سے کرانا چاہتا ہے۔ الغرض درپیش معاملات اور مباحث امور میں سے کسی ایک کے اختیار کے لیے یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں استخارہ کرنا افضل اور مرتکب ہے، لیکن یہ واجب نہیں ہے، یعنی استخارہ نہ کرنے پر گہرگاہ نہیں ہو گا۔ یہ کمزور انسان کس طرح اپنی محدود عقل سے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کا ادراک کر سکتا ہے، وہی جانتے ہیں کہ کس بندے کے حق میں کیا بہتر ہے؟ انسان صرف ظاہر میں چند چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو برآمانے لگتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا کہ کس کے حق میں کیا اور کب بہتر ہے۔ اسی وجہ سے اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا ہے میں کہ جب تم کسی کام کا استخارہ کر چکو تو اس کے بعد اس پر مطمئن ہو جاؤ کہ اب اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ خیر ہی کا فیصلہ فرمائیں گے، چاہے وہ فیصلہ ظاہر نظر میں تمہیں اچھا نظر نہ آ رہا ہو، لیکن انجام کے اعتبار سے وہی بہتر ہو گا، اور پھر اس کا بہتر ہونا یا تو دنیا یہی میں معلوم ہو جائے گا، ورنہ آخرت میں جا کر تو یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا تھا وہی میرے حق میں بہتر تھا۔

بہر حال یہ صلوٰۃ استغفار، صلوٰۃ حاجت اور صلوٰۃ استخارہ عظیم نعمتیں ہیں جو اس امت کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

صلوٰۃ التوبہ کی حقیقت اور فضیلت

عَنْ أَنَّسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ قَالَ: كُلُّ ابْنٍ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرٌ
أَكْثَرُهُمْ إِنَّمَا يَعْمَلُ مَا جَهَهُ وَأَكْثَرُهُمْ مُذْمُونٌ وَقَالَ أَخْتَارَ كِمْ: هَذَا حَدِيثٌ
صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان خطا کار ہے اور
بہترین خطا کار تو بہ کرنے والے ہیں۔“ (اس حدیث کو امام ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے)
تو بہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزد کیک بہت ہی محبوب عمل ہے، ایک گناہ گار بندے کے لیے بڑی سعادت
اور خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کا منتظر رہتا ہے۔ اس لیے گناہ ہو جانے کے بعد فوری طور پر توبہ کر لینی
چاہیے، کیوں کہ اس میں تاخیر کرنا بہت بڑے خسارے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

بعض احادیث میں گناہ سے توبہ کرتے وقت پہلے دور رکعت نفل نماز ادا کر کے اس کے بعد توبہ
کرنے کا ذکر بلکہ ترغیب موجود ہے، ان احادیث سے صلاۃ التوبہ یعنی نماز توبہ ثابت ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ توبہ
کرنے سے پہلے دور رکعت نماز ادا کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ
ہو جاتی ہے اور توبہ کی قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔

مکروہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت دور رکعت نفل نماز توبہ ادا کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی سے کوئی گناہ سر
زد ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اچھی طرح وضو کرے، دور رکعت نماز پڑھ کر توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں
کی معافی طلب کرے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ وضو کرے اور (دور رکعت) نماز ادا کرے اور اللہ
تعالیٰ سے معافی مانگ کر اسے معاف فرمادیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی
(ترجمہ) اور جب وہ کوئی فخش کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے
گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہے جو گناہوں کو فرش دے اور وہ لوگ اپنے کھنے ہوئے پر

اصر انہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔

تو بہ کا افضل طریقہ یہ ہے کہ درکعت نفل "صلوٰۃ التوبہ" کی نیت سے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اپنے گھناء ہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کریں، حقوق العباد ذمہ میں ہوں تو ان کی جلد اسیکی یا اصحاب حقوق سے معافی کی کوشش کریں، گزشتہ فرائض جو باقی ہیں، جیسے: نماز میں، روزے، زکوٰۃ وغیرہ ان کی ادائیگی کی ترتیب بنائیں، آئندہ کے لیے متعین سنت نیک ا لوگوں کی صحبت اختیار کریں، بری صحبت سے اجتناب کریں۔

اگر کسی کا حق ذمے میں باقی ہے اور اس کا انتقال ہو چکا ہو تو اگر مالی حق ہو تو اس کے ورثاء تک وہ رقم پہنچا یں، اگر کوشش کے باوجود ورثاء ملنے کا مکان نہ ہو تو انی رقم صاحب حق کی طرف سے مدد قے کی نیت سے کسی غریب مسْتَحْقِق کو دے دیں اور اگر مالی حق کے علاوہ کوئی حق ہے، مثلاً: کسی کی غیبت کی یا کسی کا دل دکھایا ہو تو صاحب حق کے لیے استغفار اور دعا کرتے رہیں، حبٗ توفیق کچھ صدقہ کر کے اس کا ثواب اصحاب حقوق تک پہنچا دیں، اس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ کی معافی پیدا کر دیں گے اور وہ روزِ قیامت آپ کو معاف کر دیں گے۔

انسان خطا کا پتلا ہے، بھولنا اس کی فطرت اور دیعت میں شامل ہے، مگر مومن کا شیوه ہے کہ غلطی پر نادم ہو کر اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے، کافر و ظالم کا وظیر ہے کہ وہ گھناء ہوں پر مصروف ہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ لطف و کرم ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کو مغفرت اور معافی کی طرف بلاتا ہے، جو اس کے ذر پر حاضر ہو جائے وہ نہ صرف اسے غفور بلکہ رحیم پاتا ہے، ہمارے اسلاف کی سنت رہی ہے کہ جب ان سے بھول ہوئی، فوراً رجوع الی اللہ کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایسا آدمی تھا کہ جب میں حضور اقدس ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ جتنا پاہتے مجھے اس سے لفظ عطا فرماتے، اور جب صحابہ کرام میں سے کوئی صحابی مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتا تو میں ان سے قسم لیتا، جب وہ قسم اٹھا لیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا، چنانچہ مجھ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور انہوں نے سچ ہی بیان کیا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "جب کوئی بندہ گناہ کر لے، پھر اچھی طرح وضو کر لے، پھر درکعات نماز ادا کر لے، پھر اللہ تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگ تو اللہ تعالیٰ اس کو کوشش دیتا ہے۔" پھر حضور اقدس ﷺ نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَأَسْتَغْفِرُوا
لِلَّذِينَ هُمْ وَمَنْ يَعْفُرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصْرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ (135)

اور یہ [پرہیزگار] وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بھی بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر قلم کر گزرتے ہیں تو فَوْرًا اللَّهُ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا ہے بھی کون جو گناہوں کی معافی دے؟ اور یہ اپنے کیے پر جانتے بوجھتے اسرار نہیں کرتے۔

(آسان ترجمہ قرآن)

سن ابی داؤد میں ہے: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب کوئی مسلمان گناہ کر لے، پھر وہ ضم کر لے، پھر دو یا چار رکعتات نماز ادا کر لے، چاہے فرض نماز ہو یا فرض کے علاوہ (کوئی نفل نماز)، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے تو اللہ تعالیٰ اس تو بخش دیتا ہے۔“

صلوٰۃ التوبہ کے متعدد وائدیں جن کی وجہ سے اس نماز کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے: تو بہ کرنے سے پہلے نماز کی ادائیگی تو بہ کرنے میں اہتمام کی علامت ہے، جس سے تو بہ کرنے والے کے دل میں تو بہ کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے، اور تو بہ کے معاملے میں یہ اہتمام اور اہمیت بہت زیادہ قابل قدر چیزیں ہیں۔

تو بہ کرنے سے پہلے نماز کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے تو بہ میں استھنار اور دُمُغیٰ نصیب ہوتی ہے تو بہ کرنے سے پہلے نماز کی ادائیگی کا اہتمام اپنے گناہ پر قبضی ندامت کی خبر دیتی ہے کہ بنہ اپنے کیسے پر شرمند ہے، جس کے لیے وہ تو بہ کرنے کا خواہشمند ہے، اور تو بہ کو موڑ بنانے اور بہتر طریقے سے تو بہ کرنے کے لیے اس سے پہلے نماز ادا کر رہا ہے تاکہ اللہ کی رحمت متوجہ ہو جائے۔ تو بہ کرنے سے پہلے نماز کی ادائیگی سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ کرنے کا ذریعہ ہے، پھر تو بہ کی برکت سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ نماز میں اپنی ذات میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے گناہوں کے برے اثرات کا بڑی حد تک خاتمہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے تو بہ کی طرف رحمان اور میلان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اعمال میں سے ہے اس لیے تو بہ سے پہلے نماز ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے تو بہ کی قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔

صلوٰۃ التوبہ کا طریقہ: صلوٰۃ التوبہ کا طریقہ یہ ہے کہ سنت کے مطابق وضو یا غسل کر کے پائی حاصل کرے، پھر صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے دو رکعات نفل نماز خشوع و خصوص کے ساتھ ادا کرے، پھر اس کے بعد ندامت اور عاجزی کے ساتھ گڑا کر اللہ کے حضور توپہ واستغفار کرے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ توپہ کی قبولیت اور تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ توپہ کی شرائط پوری کی جائیں۔

صلوٰۃ التوبہ سے متعلق اہم مسائل: صلوٰۃ التوبہ کی نماز منتخب ہے جس پر امت کے جمہور انہ کرام اور حضرات اہل علم کا اتفاق ہے۔ صلوٰۃ التوبہ چوں کنفل نماز ہے اس لیے اس کے وہی احکام ہیں جو کہ عام نفل نماز کے میں صلوٰۃ التوبہ کے لیے کوئی سورت خاص نہیں، بلکہ اس میں کوئی بھی سورت پڑھی جاسکتی ہے۔ صلوٰۃ التوبہ کی نفل نماز مکروہ اوقات میں ادا کرنا جائز نہیں، یہ صرف انھی اوقات میں ادا کرنا جائز ہے جن میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہے۔

صلوٰۃ التوبہ سے متعلق ایک تنبیہ: توپہ کرنے سے پہلے صلوٰۃ التوبہ کی ادائیگی منتخب عمل ہے جو کہ توپہ کی قبولیت اور افادیت کے لیے بہت مفید ہے، جبکہ گناہ سے توپہ کرنا واجب ہے، اس لیے اگر صلوٰۃ التوبہ کی ادائیگی کا موقع نہ ہو تو توپہ کو موخر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ فوری طور پر توپہ کر لینا چاہیے، اس لیے کہ توپہ میں تاخیر بڑے خسارے کا باعث ہے۔

بہر حال یہ صلوٰۃ استغفار، صلوٰۃ حاجت اور صلوٰۃ استخارہ عظیم نعمتیں ہیں جو اس امت کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حکوم اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین یارب العالمین

سفر کے آداب اور مسنون طریقہ

عَنِ الْمُطْعِمِ بْنِ الْبَقَادِيرِ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَفَ عَبْدُ اللَّهِ أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرَى كَعْهَمَا عِنْدَهُمْ حِينَ يُرِيدُ السَّفَرَ .
(مصنف ابن أبي شيبة ج 3 ص 553-552، الرجلي يزيد المغاربي، رقم 4914)

حضرت مطعم بن مقدام رضي اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے مگرداں کے پاس درکعت سے زیادہ افضل شے نہیں چھوڑتا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا خَرَجْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو سفر پر نکلے تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم سفر سے واپسی پر اپنے بھر میں داخل ہو تو رکعتیں ادا کرو تو یہ تمہیں برے داخلے سے روک دیں گی اور جب سفر کے لئے نکلو بھی دو رکعتیں پڑھو یہ تمہیں باہر جانے کی برائی سے روک دیں گی۔ (مجموع الزوائد ج 2 ص 572) **باب اصولِ قاتاً اذ اغل منزلة، رقم الحدیث 3686**

مذہب اسلام میں کوئی شعبہ تشریع نہیں بلکہ زندگی کے جس شعبہ کے متعلق آپ کو اصول و ضوابط اور فوائد معلوم کرنے ہوں آپ کو ضرور مل جائیں گے پیغمبر اسلام محسن انسانیت سید الاولین والآخرین نبی آخر الزمال محدثی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر موڑ کی رہنمائی کی اور اپنی عملی زندگی کے ذریعہ لوگوں کو بتا دیا کہ اس کو کس طرح انجام دیں۔

سفر انسانی زندگی کے لیے بہت ہی ضروری ہے۔ انسان روزمرہ کی ضروریات کی تکمیل، معاش کی حصولیابی اور رشتہ داروں سے ملاقات کی غرض سے نقل مکانی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اس کے لئے بہت سی خصائص دے رکھی ہیں۔ اس سلسلے میں چند آداب درج ذیل ہیں:

☆ مسافر کے لیے منتخب ہے کہ سفر سے پہلے وصیت لکھ لے، جس کے اندر آپسی حقوق و معاملات کی وضاحت کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”کوئی بھی مسلمان جو وصیت کرنا چاہتا ہو، اس کے لیے

مناب نہیں ہے کہ وہ رات گزارے مگر یہ کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی ہو۔” (صحیح بخاری: ۳۸، صحیح مسلم: ۱۶۲)

زندگی میں ہر شخص کو کسی ضرورت کے تحت سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ حضرت خضراءؓ اور حضرت ذوالقرنینؓ کے سفروں کا ذکر کیا۔ سفر کے دوران انسان کو جہاں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے وہ میں پر اس کو مختلف آتا چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان کو بلا ضرورت سفر سے گریز کرنا چاہیے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، سفر عذاب کا ایک بلکو ہے، آدمی کو کھانے پینے اور سونے (ہر ایک چیز) سے روک دیتا ہے اس لیے جب کوئی اپنی ضرورت پوری کر چکے تو فراہ گھرو اپس آجائے۔“

☆ مسافر سفر کرنے سے پہلے اہل غانہ کے نان و نفقة کا انتظام کر دے۔ جمہور علمائی اس بات پر متفق ہیں کہ بیوی اور بچوں کا نان و نفقة شوہر پر واجب ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس سلسلے میں کوتاہی کرے۔ ارشاد نبوی ہے: ”انسان کے گھنے گارہوں نے کے لیے کافی ہے کہ وہ ان کو ضائع کر دے، جن کی غانٹی خالت کرتا ہے۔“

سنن ابو داؤد: ۱۶۹۲، سنن نسائی: ۱۷ وغیرہ

☆ مسافر پر ضروری ہے کہ سفر شروع کرنے سے پہلے والدین سے اجازت طلب کرے۔ اگر والدین اجازت دیں تو سفر شروع کرے ورنہ سفر سے باز رہے۔ ابو سعید عندری رضی اللہ عنہ سے مسروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یعنی سے بھرت کر کے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: ”کیا یعنی میں تمہارا کوئی ہے؟“ اس نے کہا: ہاں! وہاں میرے والدین ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تمہارے والدین نے بھرت کرنے کی اجازت دی ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیفر مایا: ان کے پاس جاؤ اور اجازت طلب کرو، اگر اجازت دے دیں تو جہاد کرو، ورنہ ان کے ساتھ سلوک کرو۔ سنن ابو داؤد: ۵۳۰ وغیرہ

جہاں تک ہو سکے سفر میں کم از کم دو آدمی جائیں، تنہا آدمی سفر نہ کرے، البتہ ضرورت اور مجبوری میں کوئی حرج نہیں کہ تنہا آدمی سفر کرے۔ (فتح الباری، ج ۶، ج ۵۳)

سواری کے لئے رکاب میں پاؤں رکھیں تو بسم اللہ کہیں۔ (ترمذی)

سواری پر اچھی طرح بیٹھ جائیں تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں پھر یہ دعا پڑھیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ مِنْ يَمْنَى سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔ (الزخرف)

”پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے تابع بنائی یہ سواری اور نہیں تھے ہم اس کو قابو کرنے والے اور یہاںکہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

پھر یہ دعا پڑھیں: **اللَّهُمَّ هُوَنَ عَلَيْنَا سَفَرٌ تَاهَذَا وَأَطْوَعْنَا بَعْدِهِ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْجَلِيلَةِ فِي الْأَهْلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعِشَاءَ اللَّهِ فَرِ وَكَابِتِهِ الْمُنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلِبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَلَدِ۔**

”اے اللہ! آسان کرد تھے ہم پر اس سفر کو اور ملے کر دینگے ہم پر درازی اس کی۔ اے اللہ! آپ ہی رفیق (مد گار) میں سفر میں اور خبر گیر اس میں گھر بار میں، یا اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے اور وہاپس آ کر بری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں بچوں میں۔“ (مسلم، حسن حسین)

مسافرت میں ٹھہر نے کی ضرورت پیش آئے تو سنت یہ ہے کہ راستہ سے ہٹ کر قیام کرے، راستہ میں پراؤ نہ ڈالے کہ آنے جانے والوں کا راستہ نہ کے اور ان کو تکلیف ہو۔ (مسلم: ح، ج، ۲، جس: ۱۳۲)

سفر کے دوران جب سواری بلند پر چوڑھے تو اللہ اکبر کہے۔ (بخاری: جس: ۳۲۰)

جب سواری نشیب یا پستی میں اترنے لگے تو سبحان اللہ کہے۔ (بخاری)

سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنے کا راز

مرقاۃ میں ہے کہ یہ سنت سفر کی ہے لیکن اپنے گھروں میں یا مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھتے وقت دا بنا پاؤں بڑھائے اور اللہ اکبر کہے خواہ ایک ہی بیڑھی ہو اور نیچے اترتے وقت بایاں پاؤں آگے بڑھائے اور سبحان اللہ کہے خواہ عمومی ہوتے ثواب سنت کی توقع ہے۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کا راز یہ بیان کیا ہے کہ بلندی پر ہم اگر چہ بظاہر بلند ہوتے نظر آ رہے ہیں لیکن اے اللہ! ہم بلند نہیں ہیں بلندی اور بڑائی صرف آپ کیلئے خاص ہے اور پستی میں اترتے وقت سبحان اللہ کہنا اس لئے ہے کہ ہم پست ہیں، اے اللہ! آپ پستی سے پاک ہیں۔

جس شہر یا گاؤں میں جانے کا رادہ ہو جب اس میں داخل ہونے لگیں تو تین بار یہ دعا پڑھیں۔

”اللَّهُمَّ بارِكْ لَنَا فِيهَا“ (اے اللہ! برکت دے ہمیں اس شہر میں)

پھر یہ دعا پڑھیں:

”اللَّهُمَّ آرُزْ قُنَى جَنَاحَاهَا وَحَبَّبْنَا إِلَيْهَا وَحَبَّبْ صَالِحَجَّ أَهْلَهَا إِلَيْنَا“

”یا اللہ! نصیب یکجئے ہمیں ثمرات اس کے اور عزیز کرد یکجئے ہمیں اہل شہر کے نزدیک اور محبت دیجئے

ہمیں اس شہر کے نیک لوگوں کی“ (حسن حسین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب سفر کی ضرورت پوری ہو جائے تو اپنے گھر لوٹ آئے بسفر میں بلا ضرورت ٹھہرنا اچھا نہیں۔ (بخاری: ۳۲۱) دور دراز کے سفر سے بہت دنوں بعد زیادہ رات کے اگر گھر آئے تو اسی وقت گھر میں نہ جائے بلکہ اگر ہو سکے تو بہتر ہے کہ صبح مکان میں جائے۔ (مشکوٰۃ حس: ۳۳۹) البتہ اہل خانہ تمہارے دیرے سے آگاہ ہوں اور ان کو تمہارا انتشار بھی ہو تو اسی وقت گھر میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ (مرقاۃ: ح ۷، ح ۳۳۸) ☆ مسافر کو چاہیے کہ دوران سفر شریعت کی رخصتوں کو اختیار کرے۔ جیسے نمازوں کا قصر کرنا، موزوں پر مسح کی مدت میں اضافے کو اختیار کرنا، جمع بین الصویں اصولیں اور ایام صوم میں افطار کرنا اور روزے سے نذر ہنا وغیرہ وغیرہ۔

یکونکہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”اللہ تعالیٰ رخصتوں کو اختیار کرنے کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح سے معصیت کے کاموں کی انجام دہی کو ناپسند کرتا ہے۔“ (مند احمد: ۲: ۱۰۸)

پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب سفر سے واپس آئے تو یہ دعا پڑھیں

آئُبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَمْدُوْنَ

ہم لوٹنے والے ہیں، تو بہ کرنے والے ہیں، اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

یہ ہیں سفر کے آداب جن کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری امت کو تعلیم دی ان سنتوں پر عمل کرنے کی وجہ سے آخرت میں جو ثواب اور نیکیاں ملیں گی وہ تو ملیں گی ہی مگر دنیا کے اندر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔ معاشرے کے اندر باوقار انسان کھلا ہیں گے اس لئے گزرے زمانہ میں بھی نیک اور صالح آدمی ہی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا عظیم الشان مذہب عطا کیا جس کے

اندر دین و دنیا کی بھلائی ہے تو کیونکہ غیروں کے طور و طریق کو ہم اختیار کریں اور کل قیامت میں جب اولین و آخرین کا اجتماع ہواں وقت ہم کافی فوس ملیں اس لئے آج ہی اس کی تیاری کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منتوں پر عمل کریں تاکہ آخرت میں سرخ رو ہوں۔ اگر سفر پر جانے سے قبل اور واپسی پر آتے ہوئے کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل کر لیا جائے تو یقیناً انسان کا سفر ہر اعتبار سے اس کے لیے دنیا و آخرت کی بھالیوں کو سمیٹنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سفر کے دوران نبی کریم ﷺ کی سیرت و تعلیمات کو مذکور رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔



صلوٰۃ الاستسقاء کی حقیقت (حصہ اول)

عَنْ عَبْرِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، «أَنَّ اللَّهَ يُصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَإِنْتَسَقْتَ فَأَسْتَقِبَلَ الْقِبْلَةَ، وَحَوْلَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَجُلَتَيْنِ»

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی کریم بْنِ عَبْرِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ عبید گاہ کی طرف نکلے، بارش کے لئے دعا کی، اپنی چادر پڑھی اور دور کعت نماز پڑھی۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم {۔

اگر بارش نہ ہو رہی ہو تو دور کعت صلوٰۃ الاستسقاء پڑھی جاتی ہے اور کبھی صرف دعامانگی جاتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں دونوں طریقے منقول ہیں۔ استسقاء کے لغوی معنی میں پانی طلب کرنا اور اصطلاح شریعت میں اس کا مطلب ہے قحط اور خشک سالی میں طلب بارش کے لیے بتائے گئے طریقوں کے مطابق نماز پڑھنا اور دعا کرنا۔ نماز الاستسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ امام بستی سے باہر کی میدان میں تمام لوگوں کو جمع کر کے دور کعت نماز پڑھاتے اس میں حجر آ (اوپنجی آواز سے) قرات کرے۔ نماز کے بعد و خطبے دے منبر پر نہ کھڑا ہو بلکہ زمین پر کھڑا ہو کر خطبے دے۔ اس کے بعد خوف خشوع و خضوع سے توبہ و استغفار اور دعا کرے۔ اس کے بعد اپنی چادر کو پٹھائے و اخراج رہے کہ یہ چادر صرف امام پٹھائے گا معمتنی نہیں پٹھائیں گے اور نہ ہی اس دوران پا تھا ائمہ کے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو جن نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، وہ بے شمار ہیں، ان میں کچھ نعمتیں روحانی ہیں اور کچھ مادی ہیں، یہ مادی نعمتیں انسانوں کی اس بستی میں جیتنے اور رہنے کے لئے ناگزیر ہیں، ان ضرورتوں میں سب سے اہم ہوا اور ہوا کے بعد پانی ہے، ہوا اور پانی اس فراوانی کے ساتھ مہیا ہیں کہ میں کبھی ان کی اہمیت اور قدر و قیمت کے بارے میں سوچنے کا خیال بھی نہیں گزرتا، غور کیجئے کہ ایک لیٹر صاف و شفاف پانی ہم بازار سے پچاس تا ساٹھ روپے میں خریدتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے پانی کی بے حساب مقدار کھیت اور باغات کی آبیاری، انسان کی سیرابی اور انسان سے متعلق چیزوں کی صفائی اور دھلانی کے لئے پیدا فرمائی ہے، اگر اس پانی کی قیمت پچاس، ساٹھ کے بجائے پانچ یا دس ہی روپے لیٹر کے حساب سے انسان سے وصول کی جاتی تو یہ انسان کے لئے کس قدر گراں بارہ ہو جاتا؟ اگر آ کیجئن کا ایک سلینڈر حاصل کیا جائے تو سیکنڈوں روپے

قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، انسان کو سانس لینے کے لئے ہر وقت آجیجن مطلوب ہے، اگر اسے اس آجیجن کی قیمت ادا کرنی پڑتی تو کتنا دشوار ہوتا! یہ اللہ تعالیٰ کی شان رو بیت ہے، کہ کائنات کے اس چھوٹے سے محلہ میں جسے زمینی دنیا کہا جاتا ہے، پانی اور ہوا کی نہایت ہی وافر مقدار موجود ہے، جب کہ فضاء میں اس سے بڑے سیارے موجود ہیں، لیکن وہاں نہ پانی کا کوئی قطرہ دستیاب ہے اور نہ ہوا کا کوئی جھونکا، اس سے اندازہ مجھکے حضرت انسان کی ضیافت و مہمان نوازی اور راحت رسانی کا کس خوبی سے انتظام کیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کا بار بار ذکر کیا ہے، ان میں ایک پانی بھی ہے؛ بلکہ فرمایا گیا کہ ہم نے ہر زندہ چیزوں پانی سے پیدا کیا ہے：“وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا” (الانبیاء: ۳۰) انسان کی زندگی کامدرا تو پانی پر ہی ہے، جتنے بھی ذی روح جانور ہیں، ان کی زندگی کا بقاء بھی پانی ہی پر منحصر ہے؛ چوں کہ مادہ تخلیق میں بھی پانی کا ایک جزو موجود ہوتا ہے، اسی لئے قرآن نے انسانی نظر کو بھی ”ماءِ افی“، یعنی اچھتے ہوئے پانی سے تعبیر کیا ہے، (الطارق: ۶) اور یہ بھی فرمایا گیا کہ تمام جاندار کی تخلیق اصل میں پانی ہی سے ہوئی ہے：“وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ ذَائِبَةٍ مِنْ مَاءٍ” (النور: ۳۵) بنا تات کا تو وجود ہی پانی پر موقوف ہے، کہ اسی سے زمین سے کوپنیں نکلتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ سایہ دار درختوں اور ہلہلاتے ہوئے سر بیز پودوں کے سانچے میں ڈھل جاتی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت دیکھنے کے انسان کے لئے کس طرح پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، دنیا بھر کا استعمال شدہ گندہ اور آلودہ پانی دریاؤں، نہروں اور ندیوں کے ذریعہ اپنی تمام غلطتوں کے ساتھ سمندر تک پہنچتا ہے، سمندر کا میکن پانی اس آلودگی کو جذب کر لیتا ہے، اگر سمندر کے کھارے پانی میں آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو انسان کے لئے اس کرۂ ارض پر جینا دو بھر ہو جاتا، پھر ایک طرف سمندر کی تہہ میں گندھک کی بچھی ہوئی چادر پانی کو گھلاتی ہے اور دوسری طرف سورج اپنے جگر کو جھون جھون کر سمندر کی اوپری سطح کو گرم کرتا ہے، یہاں تک کہ سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے اور ہوا میں اسے گو dalle کر اڑن کھٹو لا بن فشاوں میں گھومتی پھرتی ہیں اور ایک ایسی سطح پر لے جاتی ہیں، کہ اسی بھاپ میں ٹنافت پیدا ہوتی ہے اور اب یہ برحمت بن کر ہوا کے دوش پر سوار فضاء کی سیر کرتا رہتا ہے اور جہاں چاہے برس جاتا ہے۔

پھر اس میں بھی خدا کا نظام قدرت یہ ہے کہ صحراؤں اور ریگستانوں کو چوں کہ اپنے بقاء کے لئے پانی کی چندال ضرورت نہیں، اس لئے وہاں کم سے کم بارش ہوتی ہے، جہاں سر بیز و شاداب کھیت ہوں، درخت اور جنگلات ہوں، وہاں پانی کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے، کہ ان کا بقاء پانی ہی پر موقوف ہے، اس لئے یہاں بادل کی نگاہ،

التفات بھی بڑھ جاتی ہے، غالباً اللہ تعالیٰ کے اسی نظامِ ربوبیت کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ پودوں اور جانوروں کی وجہ سے اللہ بارش نازل فرماتے ہیں؛ چوں کہ جہاں درخت اور جنگلات ہوتے ہیں، ویں پالتو اور جنگلی، چلنے والے اور ریگنے والے جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کی بہتان ہوتی ہے۔ یہ پانی کا ظاہری اور نظر آنے والا نظام ہے؛ لیکن اصل وقت خدا کی وقت ہے، جس کے اشارے اور حکم سے ہی انسان کو کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے اور وہ کسی نعمت سے محروم کیا جاتا ہے، اب یہی دیکھنے کے مندر کے پانی کی حرارت اور سورج کی تپش کم و بیش ہمیشہ رہتی ہے، ہوا میں بھی ایک طرف سے دوسری طرف اپنا سفر جاری رکھتی ہیں، بادل بھی فضائیں بلگہ بلگہ اپنے گھروندے بناتے رہتا ہے، بوچھی ہوتی زمین اور نیم مردہ درخت ہر سال موسم گرم میں آسمان کی طرف دست سوال پھیلائے رہتے ہیں؛ لیکن کسی سال معتدل بارش ہوتی ہے، کسی سال ضرورت سے زیادہ اور کسی سال خنک سالی اور قحط کی وجہ سے زمین قطرہ قطرہ کو ترس جاتی ہے، یہ وہی میثت خداوندی کا کرشمہ ہے، کہ جب اس کی میثت نہیں ہوتی تو ظاہری اسباب کے موجود ہونے کے باوجود مطلوبہ تیجہ حاصل نہیں ہوتا۔

اس وقت سندھ کا بڑا حصہ قحط کی جس کیفیت سے دوچار ہے اور کسان کی آنکھوں میں دوپہر کی دھوپ میں بھی جس طرح انہیں اچھایا ہوا ہے، یہ بہت ہی تشویشاک ہے، اس سلسلہ میں ایک طرف تو ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہتے ہیں، کہ گہیں ہماری بد اعمالیاں تو انہی کی اس پکڑ کا باعث نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا کرنا چھوڑ دیتی ہے تو اس سے بارش روک لی جاتی ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے یہاں حساب کے ساتھ پوری زکوٰۃ ادا کرنے والوں کا تابع بکم ہے، اگر تمام صاحب نصاب مسلمان اپنی پوری زکوٰۃ ادا کریں تو اس ملک میں کوئی جھوکا مسلمان نہ رہے حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی گروہ آمادہ خللم و جور ہو جاتا ہے تو اس پر آسمانی آزمائشیں مسلط کر دی جاتی ہیں۔

دوسرے بلوند اسے مانگنے اور رب کائنات سے رجوع کرنے کا ہے، اللہ تعالیٰ نے نماز اور صبر کو اللہ سے مدد مانگنے کا ذریعہ و سیلہ قرار دیا ہے، «إِسْتَعِينُوا بِالصَّابِرِ وَالصَّلَاةِ» (آل بقرہ: ۱۵۳) رسول اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی عملی تطبیق فرمائی ہے کہ ہر ضرورت کے لئے آپ اనے نماز بھی کوئی خوشی کی بات پیش آئے تو نماز ٹکر کسی مسلمان کی موت ہو جائے تو استغفار کے لئے نماز جنازہ، کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو نماز توبہ، کسی معاملہ میں خیر و شر اور نفع و نقصان تجھ میں نہ آتا ہو، تو نماز استغفار، سورج گھن ہو تو نماز کسوف، چاند گھن ہو تو نماز

خوف کوئی ضرورت در پیش ہو تو نماز حاجت، اسی طرح اگر بارش رک جائے تو نماز استقاء۔ رسول اللہ انے استقاء یعنی اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کے لئے نماز بھی پڑھی ہے اور صرف دعاء پر بھی اکتفا فرمایا ہے، ایک بار آپ ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرمار ہے تھے، کہ ایک دیہاتی آیا، اس نے عرض کیا کہ مویشی بلاک ہو رہے ہیں اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعاء مانگئے، آپ انے تین بار دعاء کی، کہ اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرم، بعض روایات میں: ”اللَّهُمَّ اسْقُنَا“ کے الفاظ ہیں اور بعض میں ”اللَّهُمَّ أَغْشِنَا“ کے، اس وقت آسمان بالکل صاف تھا؛ لیکن آپ ﷺ کی دعاء ایسی قبول ہوئی کہ فرآبادل ظاہر ہوا اور چھومن تک بارش ہوتی رہی، اگلے جمع جب آپ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے، تو پھر وہی دیہاتی کوئی اور شخص غرض نہیں ہوا کہ اللہ کے رسول! مگر گرہے ہیں اور جانور غرقاب ہو رہے ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ بارش تھم جائے، آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ ہمارے گرد بارش ہو، ہم پر نہ ہو: ﴿اللَّهُمَّ حَوَّالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا أَكْلُهُمْ عَلَى الْأَكْلِهِمْ وَالظِّرَابِ وَبُطُونُ الْأَوْذِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ﴾ اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش برسا اور (اب) ہم پر نہ (برسا)، اے اللہ! نیلوں، پھاڑیوں، وادیوں کے درمیان اور درختوں کے اگنے کی عکھوں پر (بارش برسا)۔ (صحیح بخاری)، چنانچہ مدینہ پر بارش تھم بھی اور گرد و پیش بارش کا سلسلہ ایک ماہ کے قریب جاری رہا، (بخاری، حدیث نمبر: ۱۰۳۳) حضور انے ہاتھ اٹھا کر بارش کے لئے دعاء فرمائی تھی اور آپ اسکے ساتھ تمام لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر دعاء کی؛ حالاں کہ خطبے میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا معمول نہیں تھا، حضرت انس ص فرماتے ہیں کہ آپ انے دست مبارک اتنا اوپنچے اٹھائے کہ بغل کی سفیدی نظر آتی تھی، (بخاری، حدیث نمبر: ۱۰۲۹، ۳۰، ۳۱) حضور اکرم ﷺ کے اسی عمل کی بناء پر امام ابوحنیفہؓ کے نزدیک استقاء کے لئے نماز پڑھنا ی ضروری نہیں، دعاء پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ (روابطہ: ۱۱۷)

بہتر یہ ہے کہ دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ نماز استقاء بھی پڑھی جائے؛ چنانچہ رسول اللہ انے دور کعت نماز بھی خاص اس مقصد کے لئے ادا فرمائی ہے، متعدد مدینوں میں اس کا ذکر موجود ہے، اکثر فہماء اور حنفیہ میں امام ابوحنیفہؓ کے نزدیک یہ منتخب ہے، نماز استقاء دور کعت ہے، جس میں زور سے قرأت کی جائے گی، عباد بن قیم نے اپنے چچا کے واسطے سے رسول اللہ کا یہی عمل نقل کیا ہے، (بخاری، حدیث نمبر: ۱۰۲۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے آمین یارب العالمین

نماز کا بیان بیان نمبر 51:

صلوٰۃ الاستقاء۔۔۔ احکام و مسائل (حصہ دوم)

عَنْ عُبَّادِيْنَ تَمَیِّمٍ عَنْ عَمِّهِ (عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصْلِلِ يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْأَقْبَلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَّبَ رِدَائَةً۔

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز الاستقاء کے لئے عید گاہ کی طرف نکلے، قبلہ کی طرف منہ فرمایا اور درکعتین پڑھیں اور اپنی چادر کارخ بدل۔ (یعنی دائیں طرف کو باائیں کندھے پر اور باائیں طرف کو دائیں کندھے پر کیا۔ صحیح البخاری ج 1 ص 140 باب الاستقاء فی المصلی، صحیح مسلم ج 1 ص 293 کتاب صلوٰۃ الاستقاء)

کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے {اور اب تو اکثر ایسا ہونے لگا} کہ آسمان سے بارش وقت پر نہیں ہوتی اور غیر معمولی لیٹ ہو جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات روزے زمین پر بالکل ہی خشک سالی کا ماحول ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نصرف انسان بلکہ ہر چند و پرند متناہر ہوتے ہیں، کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں پھسلدار درختوں کے پھل بگونے لگتے ہیں، دودھ والے جانوروں کو ہر اپارہ نہ ملنے کی وجہ سے ان کے تھنوں میں دودھ خشک ہو جاتا ہے، پھر چونکہ بارش کے روکنے اور اس کے نازل کرنے کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے نیز بارش کے روکنے کی وجہ آزمائش اور بندوں کے اپنے گناہ ہوتے ہیں، لہذا بارش طلب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بارش کے روکنے والے ہی کی طرف رجوع کیا جائے، اپنے گناہوں کی معافی طلب کی جائے اور رحمت الہی کے نذول کی دعا کی جائے، اسی چیز کو شریعت میں استقاء کہتے ہیں، استقاء یعنی وہ چیز طلب کرنا جس سے سیرابی حاصل ہو، ہمیشہ سے اللہ کے نیک بندوں اور انبیاء کے کرام علیہ السلام کا یہ شیوه رہا ہے کہ جب بھی بارش کی کمی ہوتی تھی اور لوگوں کو پانی کی ضرورت پڑتی تھی وہ رب العالمین ہی کی طرف رجوع کئے ہیں، خود ہمارے نبی ﷺ کے زمانے میں قحط پڑا اور لوگوں نے قحط کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے بارش کے لئے دعا کی، کبھی آپ ﷺ نے خطبہ جمعہ میں بارش کی دعا کی اور بارش ہوتی، کبھی باہر میدان میں تشریف لے لگتے اور درکعت نماز پڑھ کر دعا کی، جس کے نتیجے میں

اللہ تعالیٰ لوگوں پر مولا دھار بارش نازل فرمائی، چنانچہ امام الموئین حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ بارش نہیں ہو رہی ہے تو آپ نے مصلی [عید گاہ یا نماز گاہ] میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا کہ وہ اس میں باہر آئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول ﷺ استقامت کے لئے اس وقت نکلے جب سورج کی نیکیہ بالکل باہر آگئی، آپ منبر پر گئے، اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تحمید کی، پھر فرمایا: لوگو! تم نے شکایت کی ہے کہ تمہارے علاقوں خشک ہو رہے ہیں اور بارش کی آمد کے وقت میں تاخیر ہو رہی ہے تو اللہ عزوجل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اسے پکارو اور اس کا تم سے وعدہ ہے کہ وہ قبول کرے گا، پھر ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ مخاطب ہوئے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَمِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَفْعُلُ مَا يُرِيدُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ، وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى حیٰن "پھر دعا کرتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنا اوپر اٹھائے کہ آپ کے بغل کی سفیدی دھائی دینے لگی، پھر آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کر لی اور اپنی چادر پہنائی، اس وقت بھی آپ اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، اس کے بعد لوگوں کی طرف رخ کیا منبر سے اتر آئے اور دور کیتیں نماز پڑھائیں، ابھی آپ دعا و نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بدی پیدا فرمائی، وہ کڑی کی پچکی اور اللہ کے حکم سے برنسے لگی، آپ ابھی اپنی مسجد تک مدپنچ پائے تھے کہ نالے بہنے لگے، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ بارش سے بچنے کے لئے چھپروں کا سہارا لے رہے ہیں تو آپ نہ پڑے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں، پھر آپ نے فرمایا «أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ» {سنن ابو داود: 1173 صحیح ابن حبان: 604}۔

بارش کی معمولی ضرورت کے وقت نمازوں کے بعد دعا کی جائے یا خطبہ جمعہ میں دعا کی جائے۔ اور اگر بارش کی شدید ضرورت ہو تو سب بندگان خدا کو غلوص دل سے تو بکرنی چاہئے اور اپنے گناہوں اور خطاوں کی معافی مانگنی چاہئے۔ اگر مسلمانوں کا کوئی اجتماعی نظام ہو تو اس کے سربراہ کو یا امام شہر یا مفتی یا قاضی شہر جس کو سب مسلمان مانتے ہوں۔ اس کو چاہئے کہ وہ اصلاحی باتوں کی مسلمانوں کو ہدایت کرے خصوصاً حقوق العباد (لوگوں کے حقوق) ادا کرنے کی۔ اس کے علاوہ صدقہ و خیرات کی تاکید کرے اور ہدایت کرے کہ مسلمان تین روز مسلسل روزے رکھیں پھر پوچھئے روزے سب مسلمان۔ مرد۔ جوان۔ بوڑھے۔ بچے شہر کے باہر کی میدان

یہ جمع ہوں۔ معمولی لباس پہن کر جائیں۔ دلوں میں خدا کا خوف اور اپنے گھناؤں اور خطاؤں کا تھضا رکھو۔ احساس ہو۔ عجز و انکسار سے گرد نہیں جھکی ہوئی ہوں اور اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں پر ندامت کے ساتھ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہوں اور اپنی دعاویں کی قبولیت کا یقین ہو۔ پھر امام نماز کے لئے اپنے مصلی پر پہنچے۔ اذان اور تبلیغ کے بغیر دو رکعت ہر ہی قرأت کے ساتھ پڑھائے۔ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ غافریہ۔ یا پہلی رکعت میں سورہ ق و دوسری میں سورہ قمر پڑھنا فضل ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ میں سورہ غافریہ میں ان سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، اور نماز میں قرات آہستہ آواز سے بھی کی جاسکتی ہے، اور کسی قدر بلند آواز میں بھی کرنا جائز ہے۔ نماز کے بعد خوب عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا کی جائے۔ نماز کے بعد مثل جمعرت کی دو خلیل پڑھنے ہے جائیں۔ خطبہ سے فارغ ہو کر امام قبلہ رخ کھڑے ہو کر بطور تفاؤل (نیک فالی) کے اپنی اوڑھی ہوئی چادر پلٹ دے اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ کم کے پہنچے لے جا کر سیدھے ہاتھ سے چادر کی بائیں جانب کے پہنچ کا گوشہ پکڑے اور بائیں ہاتھ سے چادر کی دائیں جانب کا گونڈ پکڑ کر اس طرح پلٹ دے کہ دائیں ہاتھ والا گونڈ دا ہمنے کندھے پر اور بائیں ہاتھ والا گونڈ بائیں کندھے پر آجائے۔ اگر چادر مرلح ہو تو اپر کے حصہ کو پہنچے اور پینچے کے حصہ کو اپر کر دے اور جبکہ طرح گول ہوتا ہے جناب کو بائیں پر کر دے اور بائیں گودا ہمنے پر جناب پھر امام کھڑے کھڑے آؤ بکا کے ساتھ اوپنچے اور الٹے ہاتھ کر کے دما کرے اور مقتدی بیٹھ کر خشو خصوص کے ساتھ امام کی طرح ہاتھ بلند اور الٹے کر کے دعائیں مشغول ہو جائیں۔ اور امام کی دعا پر آئیں، آئیں کہتے رہیں اور گڑو گڑا کر دعا کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ دریائے رحمت جوش میں آجائے اور بامرا دلوں میں۔ اگر بارش نہ ہو تو مسلسل تین دن نماز ادا کی جائے، یہ بھی بہتر ہے کہ نماز استقاء پڑھنے سے پہلے تین دنوں تک لوگ روزہ رکھیں اور تو پہ کا خوب اہتمام کریں، نیزاً گر کسی کا حق غصب نہ ہوئے ہوں تو حق ادا کر دینے کی کوشش کریں، (درختار و ر� احتمار: ۲۰۲، ۲۰۷) اس نماز کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں؛ لیکن امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ اور جنکلتے وقت نماز استقاء کے لئے تشریف لے گئے۔ (ابو داؤد)

امام خطبہ کے درمیان بارش کے لئے دعاء کرے گا اور دعاء کے وقت اپنارخ قبلہ کی طرف کر لے گا، اور ہاتھ آٹھا کر دعاء کرے گا اور لوگ اس کی دعاء پر آمین کہتے جائیں گے، استقناع کے لئے رسول اللہ اکی مختلف دعائیں منقول میں، غالباً سب سے مختصر دعاء وہ ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، تین بار：“

اللَّهُمَّ أَغْشِنَا“ کے الفاظ، یہاں ایک تفصیلی دعا کا نقل کر دیا ہے جسی مناسب ہوگا، جسے امام ابو داؤد نے نقل فرمایا ہے : اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغْيِثًا، مَرِيًّا مَرِيًّا، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ، عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ: اے اللہ! ہمیں بارش عنایت فرما، از حد مفید، مددگار، بہترین انجام والی، جوشادابی لائے، نفع آور ہو، کسی ضرر کا باعث نہ بنے اور جلدی آئے، دیرہ کرے۔ (ابو داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۶۹، ۱۱۷۰) اللہم ان شاء اللہ لا الہ الا شاء الغنی و نحن الفقراء انزل علينا الغيث واجعل ما انزلت لنا قوة وبلغنا

الی حین ترجمہ: اے اللہ! معبود ہے تیرے سا کوئی معصوم نہیں تو غنی ہے اور ہم فقیر ہیں ہمارے اوپر رحمت کی بارش برسا اور اس کو ہمارے لئے وقت کا باعث بننا کہ اس سے ہم دست دراز تک منتفع ہوتے رہیں۔ اس طرح تین روز متوالی تک نماز پڑھنے ہے تو روزہ کو کراور صدقہ خیرات کر کے نکلنے پڑھنے۔ بارش ہو جائے تو بھی تین دن پورے کئے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔

یعنی استسقا کی حقیقت دعا اور استغفار ہے، لہذا جب بارش کی کمی ہو تو لوگوں کو استغفار اور توبہ کی کثرت کرنی چاہیے، زکا کا داد کرنی چاہیے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہیے میں اور دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے، نماز استسقا میں صرف دعا بھی ثابت ہے، اور دو رکعت نماز پڑھنا بھی منقول ہے، اس لیے دونوں صور تین جائز ہیں، البتہ نماز بجماعت بہتر ہے، اور انفرادی نماز ادا کرنا بھی جائز ہے، انفرادی نماز کا طریقہ والا عام نماز والا طریقہ ہے، دو رکعت نماز پڑھی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و خصوصیات کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین یا رب العالمین

نماز کا بیان بیان نمبر 52:

چاند گرہن اور سورج گرہن کی نماز اور اس کا طریقہ

عن أَيِّ مَسْعُودٍ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُبْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ مُسَّ
وَالْقَمَرَ لَا يَنْكِسُ فَإِنْ لَمَوْتَ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلَكِنْهُمَا آيَاتٍ مِّنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا
رَأَيْتُمُوهُمَا فَقُومُوا فَصَلُّوا"

سیدنا حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن
کسی شخص کی موت سے نہیں لگتا۔ یہ دونوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس لیے اسے دیکھتے ہی کھڑے
ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔ (۱) صحیح بخاری / کتاب: سورج گھن کے متعلق بیان حدیث نمبر: 1041)

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، یہ ظاہر کرنے کے لیے جو قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ سورج سے روشنی
دیتا ہے اور چاند سے چاندی دیتا ہے وہی اللہ تعالیٰ ان کو ماند کر دینے پر بھی قادر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے
زمانے میں آپ ﷺ کے صاحزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد سورج گرہن ہو گیا، اس
زمانے میں لوگوں کا خیال یہ تھا کہ سورج گرہن کسی بڑے آدمی کی وفات یا پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ
ابھی آپ ﷺ کے بیٹے کی وفات پر ہوا تو آپ ﷺ نے اس عقیدے کی غنی فرمائی۔ "بخاری شریف" میں
ہے:

"حضرت ابو بردہ، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ سورج
گرہن ہوا تو نبی ﷺ اس طرح گھبراتے ہوئے کھڑے ہوئے جیسے قیامت آگئی، آپ ﷺ مسجد میں آئے اور
طویل ترین قیام و رکوع اور بجود کے ساتھ نماز پڑھی کہ اس سے پہلے آپ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا
اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نشانیاں ہیں جو اللہ بزرگ و بر تبھیج تھے، یہ کسی کی موت اور حیات کے سبب سے
نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈرا تا ہے، جب تم اس کو دیکھو تو ذکرِ الہی اور دعا
و استغفار کی طرف دوڑو۔"

ماہرین فلمکیات کے مطابق اگر سورج و چاند دونوں کے درمیان میں زمین آجائے تو چاند گرہن ہوتا
ہے اور اگر سورج اور زمین کے درمیان میں چاند آجائے تو سورج گرہن ہوتا ہے، جو کہ انسان کیلئے قیامت کے

دن کا معمولی سامنظر پیش کرتا ہے کہ کس طرح سورج کی بے پناہ روشنی کو اللہ تعالیٰ یک لخت میں ہی گل فرماسکتا ہے۔

لہذا چاند گرہن اور سورج گرہن کے وقت ہمیں تعلیمات نبویہ علی صاحبہا الصلوات والسلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر نماز، دعا اور استغفار میں مشغول ہونا چاہیے۔ چاند گرہن کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے صلاۃ الخوف کہا جاتا ہے۔ چاند گرہن کے وقت نماز تہا پڑھنی چاہیے۔ کوف کا معنی سورج گرہن اور خوف کا معنی چاند گرہن ہے۔ چاند گرہن کو "خوف" کہتے ہیں، اور چاند گرہن کے وقت دور کعت نماز دیگر نوافل کی طرح انفراد آپ پڑھنا منسون ہے، اس میں جماعت منسون نہیں ہے، اس کا طریقہ عام نوافل کی طرح ہے کہی بھی اعتبار سے فرق نہیں، ہواستے اس کے کہنیت "صلاۃ الخوف" کی ہوگی۔

اور سورج گرہن کو "کوف" کہتے ہیں، سورج گرہن کے وقت بھی دور کعت نماز پڑھنا منسون ہے، ہاں اگر تہا پڑھ رہا ہو تو دو سے زیادہ بھی (چار، پھر) بتنی چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی نماز کا بھی وہ طریقہ ہے جو عام نوافل کا ہے، اگر حاضرین میں جامع مسجد کا امام موجود ہو تو "کوف" یعنی سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے، اور اس نماز کے لیے اذان اور اقامۃ نہیں ہے، اگر لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جمع کرنا مقصود ہو تو اعلان کر دیا جائے، نیز اس نماز میں سورہ بقرہ یا اس چیزی بڑی سورتیں پڑھنا یعنی طویل قراءت اور لمبے لمبے رکوع اور سجدة کرنا منسون ہے، اور اس نماز میں قراءت آہستہ آواز سے کی جائے گی، نماز کے بعد امام دعا میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں، یہاں تک سورج گرہن ختم ہو جائے۔

ہاں اگر اسی حالت میں سورج غروب ہو جائے یا یا کسی نماز کا وقت ہو جائے تو دعا ختم کر کے وقت فرض نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ اسی طرح مکروہ اوقات میں سورج گرہن ہو جائے تو یہ نماز نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ صرف دعا کر کی جائے۔

حقیقہ کے نزد یک سورج گرہن کی نماز دور کعت باجماعت بغیر خطبہ کے ہے۔ البتہ چاند گرہن کی نماز میں دور کعت ہے مگر اس میں جماعت نہیں ہے بلکہ ہر آدمی الگ الگ یہ نماز پڑھے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزد یک دنوں میں جماعت اور خطبہ ہے۔ احناف کے نزد یک کم از کم دور کعت ہے اور چار پڑھنا بھی درست ہے، چاند گرہن کی نماز عام نماز کے طریقہ کار کے مطابق ایک رکعت میں ایک ہی رکوع کے

ساتھ اداء کی جائے گی لیکن انفرادی طور پر گھروں میں پڑھیں گے، جماعت سے پڑھنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مشروع نہیں۔ (بدائع 1/ 282)

البتہ امام ابوحنیفہ سر آلات اوت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں، جبکہ صاحبین جہراً قراءت کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ البتہ امام ابوحنیفہ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، اس لئے متاخرین حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر مقتدیوں کے اتنا جانے کا اندیشہ ہو تو سورج گرہن کی نماز (صلوٰۃ کوفہ) میں جہر کیا جاسکتا ہے، نماز کے بعد امام دعائیں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین کہیں، یہاں تک کہ سورج گرہن ختم ہو جائے۔ اور جب سورج گرہن ہو تو چاہئے کہ امام کے پیچھے دو کعتین پڑھے جن میں بہت لمبی قرات ہو اور رکوع سجدے بھی خوب دیر تک ہوں، دو کعتین پڑھ کر قبلہ و پیغمبر میں اور سورج صاف ہونے تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

نمازِ کوفہ اور نمازِ خوف کا طریقہ

سورج گرہن کی نماز کی نیت: نیت کرتا ہوں دور کعت نمازِ غل کوفہ شمس کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے پیچھے اس امام کے، رخ میرا قبلہ کی طرف، اللہ اکبر۔ چاند گرہن کے وقت بھی چاند صاف ہونے تک نماز پڑھتے رہیں، مگر علیحدہ علیحدہ اپنے گھروں میں پڑھیں، اس میں جماعت نہیں۔ چاند گرہن کی نماز کی نیت: نیت کرتا ہوں دور کعت نمازِ خوف قمر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رخ میرا قبلہ کی طرف، اللہ اکبر۔ اگر چاند گرہن کا واقعہ پیش آجائے تو لوگوں کو انفرادی طور پر نماز پڑھنا چاہیے۔ نیز سورج گرہن کے وقت درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے: 1) سورج گرہن کے وقت نوافل اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ 2) اللہ تعالیٰ سے اپنے گھنا ہوں کی معانی مانگنا چاہیے۔ 3) ذکرو اذکار میں مشغول رہنا چاہیے۔ 4) حسب استطاعت صدقہ دینا چاہیے۔ 5) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے اعمال سے اس روز خاص طور پر فیکن کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مذہب اسلام میں ایسے موقع سے توبہات و خرافات کے شکار ہونے یا تماشہ بینی کی قلعائوں کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے بلکہ اس عظیم شانی کو غفلت سے آنکھیں کھولنے اور بارگاہ رب العالمین میں عجز و نیاز اور توہہ واستغفار کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ مومنوں کو اپنے گھنا ہوں سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔ اس کے لئے باضابطہ نماز مشروع و متحب ہوئی ہے۔ خداۓ مالک و خاقان کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے۔ ایسے موقع سے حاملہ خواتین کو گھروں میں بند کر دینا یا چاقو و چھری وغیرہ کے استعمال سے انہیں نقصان پہنچنے کا عقیدہ رکھنا شرکیہ و باطل عقیدہ ہے۔ چاند گرہن کو کسی کے حمل میں تاثیر ڈالنے یا نقصان پہنچانے کی کوئی قدرت نہیں۔ واللہ اعلم

نماز کا بیان بیان نمبر 53:

نماز شکر یا سجدہ شکر

عَنْ عَائِنَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ أَذَلَّ لِي وَلِيَّ سَا فَقُدْ أَسْتَحْلُ حُكْمَ أَرَيْتِي، وَمَا تَقْرَبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِمُشْلِ أَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَمَا يَأْتِ الْعَبْدُ يَعْقَرُبُ إِلَيَّ بِالنَّوْافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، إِنْ سَأَلْنِي أَعْطِيْهُ وَإِنْ دَعَانِي أَجِبْهُ». (مسند احمد)
 سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: میرا بندہ جس قدر فرائض کی ادائیگی کے ذریعے میرا قرب حاصل کر سکتا ہے ان سے زیادہ کسی اور چیز کے ذریعے حاصل نہیں کر سکتا۔ اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر اگر وہ مجھ سے پچھا مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر دعا کرتا ہے تو اسے قبول کرتا ہوں۔"

اس حدیث سے فرض نمازوں کی اہمیت بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ان احادیث سے نفل نمازوں کا بھی خوب اہتمام ہوتا کہ اس کو دنیوی اور آخری وفا نہ حاصل ہوں۔ پاہیزے کہ اس کے معمولات میں نفل نمازوں کا بھی خوب اہتمام ہوتا کہ آتا یا خوش کیا جاتا تو سجدہ میں گرپڑتے اور اللہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی کا واقعہ پیش آتا یا خوش کیا جاتا تو سجدہ میں گرپڑتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ شکرگزاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبی لمبی نمازیں پڑھنا مشہور ہے۔ ہم بھی خوشی میں اللہ کی نعمتوں کی شکرگزاری میں نماز شکر ادا کریں۔ اس سے نعمتوں کے اضافے کے ساتھ اللہ کا قرب بھی نصیب ہو گا۔

شکر کے معنی میں احسان ماننا، قدر پہچانا اور نعمت کو ظاہر کرنا اس کے مقابلے میں کفر کا لفظ استعمال ہوتا ہے کفر کے معنی میں نعمت کو بھولنا اور اس کو پہچانا، شکر پاٹخ امور پر مبنی ہے۔
 اول: شاکر کی مشکور کے لئے فروتنی دوسرے: اس سے محبت کرنا تیسرا: اس کی نعمت کا معترض ہونا۔

چوتھے: اس نعمت کی بنا پر اس کی شنا (تعریف) کرنا پاٹخ میں: اس نعمت کو ایسی جگہ استعمال میں مددانا، بھیان وہاں

پسند کرے۔ یہ پانچ باتیں شکر کی اساس (یعنی جزء اور اصل) ہیں اور انہی پر اس کی بنیاد ہے۔ (لغات القرآن جلد سوم ص 295)

نماز شکر ادا کرنا صحابہ کرام والیاے عظام کا بھی معمول رہا ہے، اس لیے جب کسی مسلمان کو کوئی نعمت ملے یا راحت میسر آئے تو اسے درکعت نماز بطور شکر ادا کرنا مستحب ہے۔ نماز شکر کی کوئی مخصوص کیفیت، شراط لایا اس کا ہے جسے خداوند عالم کی بارگاہ میں شکرانے کے طور پر پڑھی جاتی ہے۔ نماز شکر کی کوئی مخصوص کیفیت، شراط لایا اس کا کوئی معین وقت نہیں بلکہ اسے عام مستحب درکعتی نمازوں کی طرح پڑھی جاتی ہے یہاں تک کہ دوسرا مستحب نمازوں کی طرح اسے بھی پڑھ کر، کھڑے ہو کر، پڑھی جاسکتی ہے اگرچہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل و بہتر ہے۔

حوالہ نعمت پر سجدہ شکر ادا کرنا بنی اسرائیل اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے ثابت شدہ منقول میں سے ہے۔ اور کچھ اہل نے حصول نعمت پر شکرانے کے دونفل ادا کرنے کو مستحب کہا ہے، امام حاکم نے کعب بن مجبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیل اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کعب بن مالک اور ان کے رفقاء کی توبہ قول ہوئی تو کعب بن مالک کو دونفل پڑھنے کا حکم دیا۔ ابن ماجہ (1391) نے سلمہ بن رجاءؓ کی سند سے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی او فی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ”رسول اللہ علیل اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کے قتل ہونے کی خوبخبری سن کر درکعت نماز ادا کی۔“

کسی نعمت کے حصول یا مصیبت کے ٹیل جانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کا ممکن طریقہ یہ ہے کہ شکرانے کے کم از کم دونفل پڑھے جائیں، لیکن اگر کوئی شخص اس موقع پر سجدہ شکر ادا کرنا پاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نماز شکر کا پڑھنا آں حضرت ﷺ سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع سیدھے اپنی چپاڑ ادا ہیں حضرت ام پانی رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے، غل فرمایا اور ہمکی قراءت فرمایا کر آٹھ رکعات نماز ادا کی، اس نماز کو ”صلوٰۃ الفتح“ اور ”صلوٰۃ الشکر“ بھی کہتے ہیں، اور چوں کہ چاشت کے وقت ان نوافل کی ادائیگی کی گئی تھی اس لیے ”صلوٰۃ الشکر“ بھی کہتے ہیں، بہر حال اس نماز کی اصل غرض اللہ تعالیٰ کا شکر ہی ادا کرنا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو جب بدر کے دن ابو جہل کی موت کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے نماز شکر ادا کی۔

نیز رسول اللہ ﷺ سے مختلف مواقع پر سجدہ شکر کرنا بھی ثابت ہے، حدیث میں آتا ہے کہ رسول ﷺ کے پاس جب کوئی خوش کن خبر آتی تو آپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے۔ لہذا کسی نعمت کے مل جانے پر

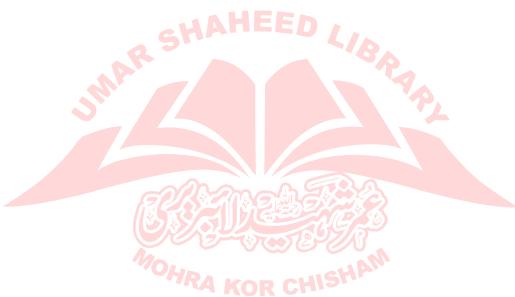
یا کسی مصیبت کے لیے جانے پر سجدہ شکر ادا کرنا جائز ہے۔ اور مکمل نماز پڑھنا شکر کا علی درجہ ہے۔ سجدہ شکر کی صورت یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر انسان سجدے میں چلا جائے اور اللہ تعالیٰ کی محمد اور نبی یحییٰ بیان کرے اور پھر دوسری تکبیر کہہ کر سجدے سے سراٹھا لے۔ مگر فرض نماز کے بعد یا مکروہ اوقات میں ایسا کرنے سے گریز کرے۔

سجدہ شکر سے متعلق امام ابوحنیف رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ جملہ کہ "وكان أبوحنیف : لا یارا : اشیدنا" کا مطلب فہم انے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت امام صاحب سجدہ شکر کو سنت نہیں سمجھتے تھے، اور یہ مطلب بھی لیا ہے کہ آپ سجدہ شکر کو مکمل شکر نہیں سمجھتے تھے، کیوں کہ کامل شکر مکمل نماز کی صورت میں ادا ہوتا ہے جس کو "نماز شکر" کہتے ہیں، اس لیے امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک صرف سجدہ ادا کرنے کے بجائے ایسے موقع پر مکمل دور کعت پڑھنی چاہیے، جس کو "نماز شکر" کہتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اور بدر میں ابوہبیل کی موت پر ادا فرمائی ہے۔ اور تیسرا توجیہ اس کی یہ ہے کہ فرض نماز کے فرائض بعض لوگ جو سجدہ کرتے ہیں، اس کی کوئی چیختی نہیں ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کو ملنے والی خوشی کے موقع پر شرعی عمل یہ ہے کہ وہ اللہ کیلئے سجدہ شکر بجا لائے۔ اور خوشی کے حاصل ہونے پر سجدہ شکر ادا کرنا احتساب ہے، البتہ یہ ایک رواج عام ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگ نمازوں خصوصاً فرض نمازوں کے بعد اسی جگہ سجدہ شکر ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن اس کے بارے میں حضرات اہل علم سے پوچھنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے کہ ان کا یہ عمل شرعی اعتبار سے کیا حکم رکھتا ہے؟ کاش کہ ہم دین سیکھنے کی کوشش کریں تو ہمیں معلوم ہو کہ شریعت نے ہر عمل کے لیے حدود مقرر کی ہیں، اس لیے صرف عمل کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ان حدود کی پاسداری بھی ضروری ہوتی ہے۔

نماز کے بعد سجدہ شکر ادا کرنے کا حکم:

نماز کے متصل بعد اسی جگہ سجدہ شکر ادا کرنے کو حضرات فقہائے کرام نے مکروہ تحریمی یعنی ناجائز قرار دیا ہے، کیوں کہ ناواقف عوام اس کو نماز کا حصہ یا نماز کے بعد ایک سنت، متحب یا ضروری عمل کی مدد لیتے ہیں جو کہ غیر شرعی بات ہے، اس لیے نماز کے متصل بعد اسی جگہ سجدہ شکر ادا کرنے سے اجتناب کرنا پاہیے۔ گویا کہ سجدہ شکر کو نماز کے متصل بعد سے جوڑنا درست نہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص تنہائی میں عادت بنائے بغیر نماز کے بعد سجدہ شکر ادا کر لے اور نماز کے بعد سجدہ شکر ادا کرنے کو سنت، متحب یا ضروری نہ سمجھے تو بھی کبھار ایسا کرنے میں کوئی مفتاق نہیں۔ (حسن القنواتی) شکر گزاری کا علی طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعییں میں لگائے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت اور دولت کو صحیح مصرف میں خرچ

کریں، معذوروں، بیماروں، کمزوروں اور اپاچ لوگوں کی خدمت کریں، بھوکوں کو کھانا کھلائیں اور نسنگوں کو کپڑے پہنائیں، غریب کی غربت دور کرنے کی فنکر اور کوشش کریں۔ (حسن الفتاوی) اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں بخوبیت سے نفل نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین بجاه لنی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)



نماز کا بیان بیان نمبر: 54

مصیبت اور پریشانی کے وقت نفل نماز

عن حذیفة قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى (صحیح)

ابی داؤد: 1319

سیدنا حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کام مشکل اور غم میں ڈال دیتا تو آپ نماز پڑھا کرتے یعنی فوراً نماز میں لگ جاتے۔

انسانی زندگی دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک حصہ آرام و راحت سے متعلق ہے تو دوسرا حصہ تکلیف۔ و پریشانی سے متعلق ہے یعنی انسان کو بھی زندگی میں آرام ملے گا تو بھی وہ تکلیف میں بھی ہو سکتا ہے۔ ایک مومن کے لئے ان دونوں حالتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانب سے رہنمائی موجود ہے۔

مطلوب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی رخ و غم ہوتا یا کوئی مصیبت رونما ہوتی تو آپ ﷺ رخ و غم اور مصیبت سے چھکارا پاتے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے طور پر نماز پڑھتے کہن تعالیٰ کا فرمان ہے۔ آیت (یا کُلُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ) 2. البقرة 153 (اے اہل ایمان! صبراً و نماز کے ذریعے مدد مانگو علماء لکھتے ہیں کہی رخ اور مصیبت کے وقت نماز نفل پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ جب انسان نماز میں مشغول ہوتا ہے اس کے سامنے عالم ربوبیت کھل جاتا ہے اور جب اس پر عالم ربوبیت منکشف ہو جاتا ہے تو دنیا از خود اس کی نظروں میں بالکل تحریر و بے وقعت ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کے ہونے (یعنی دنیا کی راحت و آسائش) اور دنیا کے نہ ہونے (یعنی دنیا کی تکلیف و مصیبت) کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں رہتا۔ لہذا اگر دنیا اسے نہیں ملتی باہیں طور کوہ دنیا کے رخ و غم اور تکلیف و مصیبت میں بستلا ہوتا ہے تو متوضش اور پریشان نہیں ہوتا اگر دنیا اسے نہیں ملتی ہے باہیں طور کوہ دنیا کی راحت و چین اور آرام و آسائش اسے حاصل ہوتی ہے تو وہ خوش نہیں ہوتا جیسا کہ یہ عارفانہ مقولہ کہا گیا ہے۔ اگر ہے تو خوشی نہیں اور اگر نہیں تو غم نہیں۔

متعدد روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرام پریشانی و مصائب میں نماز کی طرف دوڑا کرتے تھے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنہی چلتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے

تھے، جب تک آندھی بندہ ہوتی، حضرت نصر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ انہی سید را ہو گیا، میں دوڑا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ذرا بھی تیز ہوا پلتی تھی تو ہم مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہیں قیامت تو نہیں آئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سفر میں تھے، راستے میں اطلاع ملی کہ بیٹھے کا انتقال ہو گیا ہے، آپ اونٹ سے اترے، دور کعت نفل پڑھی اور إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا۔ پھر فرمایا ہم نے وہ کیا جس کا اللہ نے حکم دیا۔ ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّابِرِ وَالصَّلُوة﴾ یعنی صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ پروردگار کے غصہ کو بجا تا ہے اور بڑی موت کو منع کرتا ہے۔ (زمذی)۔ دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے محفوظ رہنے کے لئے صدقہ کرنا بھی بڑا اکیرہ ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صدقہ اللہ پاک کے غصہ کو بجا تا ہے یعنی گناہوں کی وجہ سے جو دنیا و آخرت میں مصیبت اور بر بادی لانے کا بندے نے سامان کر لیا تھا۔ صدقہ کرنے سے اس کی اس مصیبت سے حفاظت ہو جاتی ہے اور صدقہ گناہوں کا سفارہ بھی بن جاتا ہے۔ لہذا اگناہ پر گرفت نہیں ہوتی اور اللہ پاک کی نارِ علی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ جو فرمایا کہ صدقہ بڑی موت کو دفع کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ صدقہ کرنے والے مسلمان کی حالت موت کے وقت خراب نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت نہیں ہوتی اور منہ سے بڑے الفاظ نہیں نکلتے اور بڑے غانتے سے حفاظت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ لیکن صدقہ حلال مال سے ہونا ضروری ہے۔ دوزخ کے عذاب سے بچانے میں صدقہ کو بڑا دخل ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے دوزخ سے بچو اگر کچھ جو کہ ایک بیکھرا کر کے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ دینے میں جلدی کرو اس لئے کہ مصیبت اس کو پھاند کرنے آئے گی۔ (رزین)

شیگی کو فرحت میں بد لئے کی دعا: حضرت مولانا سید حمین احمد مدینی قدس سرہ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: میں آپ کو یہ عمل بتاتا ہوں اس پر آپ مدد و مدد کریں انشاء اللہ ہر قسم کی مشکلات خواہ روزی اور ترقی کی ہوں یا اعزہ و اقرباء کے تانے کی ہوں ہوتی رہیں گی اگر ممکن ہو تو آخررات میں ورنہ بعد از مغرب یا بعد نماز عشاء اور اگر رات کو ممکن نہ ہو تو دن ہی میں یہ عمل کر لیا کریں لیکن ایسے وقت میں جبکہ نوافل جائز ہوں پار کعت بہ نیت رفع مصائب نازلہ و قضاء حاجت و مشکلات پڑھیں اول کعت میں بعد سورۃ فاتحہ: لَإِلَهٌ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۖ فَأَسْتَجِبْنَا لَكَ ۖ وَنَجَّيْنَا مِنَ الْفَمِ ۖ وَكَذَلِكَ نُهِيَ

الْمُؤْمِنِينَ^(۱) ایک سو مرتبہ اور دوسری رکعت میں بعد ازاں سورہ فاتحہ: رَبِّنَا مَسَيْئَ الصُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحْمَمِينَ^(۲) اے میرے رب مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور حرم کرنے والوں سے زیادہ حرم کرنے والا ہے۔ ایک سو بار پڑھیں۔ اور تیسرا رکعت میں بعد ازاں سورہ فاتحہ: وَأَفْوِضْ أَمْرِنَّى إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ^(۳) بالعیاد^(۴) میں اپنا معاملہ اللہ کے پر کر رہا ہوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگران ہے۔ ایک سو بار پڑھیں اور چوتھی رکعت میں بعد ازاں فاتحہ: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ^(۵) کافی ہے ہمیں اللہ اور بہترین کار ساز ہے کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے سو مرتبہ پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ: رَبِّنَا مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرُ^(۶) میرے رب میں مغلوب ہوں میری مدد فرما پڑھ کر دفع مشکلات و (تکمیل) ارادہ کے لئے دل سے دعا بخون قلب مانگیں۔ انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں مددہ نتائج ظاہر ہوں گے۔ نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے، اس لیے ہر پریشانی و مصیبت کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہونا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہونا ہے، جب اللہ کی رحمت انسان کی مددگاری ہو جائے تو پھر کیا محباب ہے کسی پریشانی یا مصیبت کی کوہہ باقی رہے۔ ہر تکلیف و آزمائش اور سہولت و خوشی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس لیے پریشانیوں اور مصائب کا حل رجوع ایل اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، اللہ تعالیٰ کی طرف تو بہ واستغفار کے ذریعے بھی متوجہ ہوں اور اپنے مسائل کا حل اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیجیے، گویا اللہ تعالیٰ کو اپنے مسائل کے حل کا وکیل بنادیجیے، اللہ تعالیٰ کبھی آپ کا سہارا نہیں چھوڑیں گے۔ نیز اس کے ساتھ ملکر گزاری کی کیفیت پیدا کیجیے، ظاہر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں کوئی نعمت حاصل نہیں، اور ہر طرف سے ہم پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں، جب کہ ہم سر آن و ہر لحظہ ہم اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اس لیے ظاہر میں پریشانی ہی کیوں نظر نہ آئے بندے کا کام ہر وقت مالک کا شکردا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ضرور اپنے انعامات میں اشاعت فرمائیں گے اور دنیاوی پریشانیاں بھی ان شاء اللہ حل ہو جائیں گی۔ مصیبت اور پریشانی کے وقت نماز قائم کر کے اللہ سے مدد طلب کرنی چاہئے، دن و رات کی پانچ نماز میں فرض ہیں، انہیں ہر حال میں ادا کرنا ہی ہے ان فرائض اور مصیبت کے وقت نوافل ادا کر کے اللہ سے مدد طلب کرنی چاہئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ افسوس ہے کہ آج معاشرے میں پریشانی دور کرنے کے لئے کوئی توعیذ لٹکاتا ہے تو کوئی انگوٹھی پہنتا ہے تو کوئی کالا دھاگہ یا کڑا پہنتا ہے یا مزار پر چادر چڑھاتا ہے تو کوئی میت کے نام سے بکرے ذبح کرتا ہے۔ مصیبت دور کرنے کے لیے سارے طریقے غیر شرعی بلکہ شرکیہ ہیں، ہمیں ان سے دور رہنا چاہئے اور رسول اللہ کی سنت اپنانی چاہئے۔

نماز کا بیان بیان نمبر 55:

نماز حفظ القرآن

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَرَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى -

سیدنا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ نماز

پڑھتے (صحیح أبي داود: 1319)

حافظہ کی کمزوری یا حفظ قرآن بھول جاتا ہو تو شبِ جمعہ میں چار رکعت نماز پڑھنا منقول ہے، اس نماز کا مکمل طریقہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ فضائل قرآن میں موجود ہے۔ اس نماز کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اس طریقے سے مانگی ہوئی دعا بھی کسی مومن کی غالی نہیں بھی۔ حفظ قرآن و حافظہ کی تقویت کے لیے یہ نماز مجرب ہے۔

حافظہ کی تیزی میں زیادہ کردار اور اد و وظائف کے بجائے گھنٹا ہوں سے اجتناب اور یک سوئی کا ہوتا ہے، گھنٹا ہوں سے حافظہ کم زور ہوتا ہے، خصوصاً قرآن کریم کا حافظاً اگر گھنٹا ہوں سے نہ بیٹھا ہو تو قرآن بھی بھول جاتا ہے، اس لیے ہر طرح کے گھنٹے سے بیکھنے کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ دوسرا چیز جس کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے وہ یک سوئی ہے، تعلیم کے دوران بچوں کی ایسی کوئی بھی مشغولیت جو ان کی توجہ تقسیم یا منتشر کردے وہ حفظ کے لیے نقصان دہ ہے، خصوصاً موبائل وغیرہ کے بے جا استعمال سے بچوں کو روکیں؛ تاکہ یک سوئی کے ساتھ وہ حفظ قرآن کریم کی طرف توجہ دیں۔

حفظ قرآن کے لیے ایک منسون عمل بھی حدیث کی تباہوں میں ملتا ہے، جو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں قرآن یاد کرتا ہوں لیکن وہ میرے سینے سے ٹکل جاتا ہے، محفوظ نہیں رہتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میں تجھے ایسی ترکیب بتاؤں جو تجھے بھی لفظ دے اور جسے تو بتائے اسے بھی لفظ دے اور جو کچھ تو یہ کچھ وہ محفوظ رہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت فرمانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ جمعہ میں آخری تہائی رات میں اٹھ سکتے تو بہت اچھا ہے کہ یہ فرشتوں کے اتر نے کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت دعاغاصل طور پر قبول ہوتی ہے، اس وقت جا گھنا مشکل ہو تو آدمی رات میں اور یہ بھی نہ ہو سکتے رات کے

شروع میں ہی کھڑا ہوا اور چار رکعت نماز فل پڑھ، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ یسین، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ دخان، تیسرا رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الم سبّدہ اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ملک پڑھ اور چوتھی رکعت کی اتحیات سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر اور مجھ پر درود وسلام بھیج، تمام انبیاء علیہم السلام پر مجھی درود بھیج اور اس کے بعد تمام مؤمنین اور تمام مرحوم مسلمانوں کے لیے استغفار کرو پھر درج ذیل دعاماً نگاہ:

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي أَبْدِلْ مَا أَبْقَيْتَنِي وَارْحَمْنِي أَنْ أَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْلَمْنِي وَارْزُقْنِي حُسْنَ النَّظرِ فِيمَا يُرِضِيَكَ عَنِّي اللَّهُمَّ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
ذَلِكَ الْجَلَالُ وَالْكَرَامَةُ وَالْعِزَّةُ الَّتِي لَا تُرَأْمُ أَسْئَلُكَ يَا اللَّهُ يَارَحْمَنْ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ
تُلِّمَ قَلْبِي حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَمْتَنِي وَارْزُقْنِي أَنْ أَتَلُوهَ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرِضِيَكَ عَنِّي
اللَّهُمَّ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَلِكَ الْجَلَالُ وَالْكَرَامَةُ وَالْعِزَّةُ الَّتِي لَا تُرَأْمُ أَسْئَلُكَ يَا اللَّهُ
يَارَحْمَنْ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُنْوِرْ بَكَابِكَ بَصِيرَتِي وَأَنْ تُطْلِقْ بِهِ لِسَانِي وَأَنْ تُفَرِّجْ
بِهِ عَنْ قَلْبِي وَأَنْ تُشَرِّحْ بِهِ صَدْرِي وَأَنْ تَعْسِلْ بِهِ بَدْنِي فَإِنَّهُ لَيُعِينُنِي عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ
وَلَا يُؤْتِنِي إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

یہ عمل حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسائل فضائل قرآن کے آخر میں مجھی میں بھی ذکر کیا ہے۔ اگر حافظ نہ ہونے کی بنا پر اس عمل کا کرنا مشکل ہو تو ہر نماز کے بعد گیارہ بار "ریت اشرخ" لی صدِرِی وَیَسِّرْ لِيْ اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يُفْقَهُوا قَوْلِي" پڑھیں۔

ہمارے اکابر سے ذہانت کی تقویت کے اسباب سے متعلق یہی منقول ہے کہ نہار منہ کشمش اور بادام کا استعمال حافظہ کے لیے مفید ہے، مسواک کا پختہ کا نہاد نماز سے پہلے وضو میں استعمال اور کثرت تلاوت قرآن مجید واستغفار سے باطن روشن ہوتا ہے، جو قوتِ حافظہ کا باعث ہے۔ حصول علم میں مسلسل محنت، بلاغدر نافذہ کرنا قوت حافظہ کے لیے اچھے اعمال میں حفظ قرآن کا یہ جذبہ قابل قدر ہے مگر اس کا دوسرا پہلو نہایت ہی خطرناک ہے اور وہ ہے قرآن مجید کا حفظ کر کے بھلا دینا آج کل والدین جوش میں آ کر یہ فیصلہ کرتے یہی مگر اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے حفظ قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ دوران تعلیم حفظ کو پختہ کیا جائے اور حفظ کی تکمیل کے بعد کم از کم ایک سال یا پچ ماہ اس کی گردان کی جائے اور اس کے بعد مجھی پوری زندگی بلانامہ

اس کی تلاوت (حفظ) کی جائے تاکہ جو نعمت اور اعزاز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کی ناقدری نہ ہو۔ آج کل والدین جب داخلہ کے لیے آتے ہیں تو بعض کا کہنا ہوتا ہے کہ ہم نے فلاں سکول سے بچہ کو اٹھایا ہے ایک سال کی پچھٹی میں ہے اور سکول کی فیس بھی ادا کر رہے ہیں آپ ایک سال میں حفظ مکمل کر دیں۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ ہر بچے کا ذہن اور صلاحیت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ بہت ہی ذین بچے شاید ایک سال میں حفظ کر سکے ورنہ ڈیڑھ دو، تین یا چار سال میں حفظ مکمل ہوتا ہے پھر حفظ کے بعد گردان (دہرانی) کے لیے بھی وقت درکار ہے ورنہ دو، چار سالوں کی محنت پر پانی پھر جائے گا۔ صرف بچے کی محنت ہی رائیگاں نہیں جاتی بلکہ والدین اور اساتذہ کی محنت بھی اکارت ہوتی ہے۔ بعض والدین اور بچے حفظ کی تتمکمیل تک تو صبر سے کام لیتے ہیں مگر جو نی حفظ مکمل ہوا سکول میں داخلہ ہو جاتا ہے جس سے بچہ دو کشتوں کے سوار کے متراود ہو جاتا ہے اور مثل مشہور ہے کہ ”دو کشتوں کا سوار ہمیشہ ڈوبای کرتا ہے“ پونکہ سکول کی پڑھائی میں دلچسپی کی وجہ سے حفظ کو بالکل ترک کر دیا جاتا ہے یا پھر برائے نام و وقت دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چھ ماہ یا سال بعد والدین کفت افسوس ملتے دوبارہ حفظ کے اتاذہ کے پاس آ کر لحبا کرتے ہیں مگر اب پچھتا ہے کیا ہوت جب چڑیاں چک گئیں کھیت ”ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے پھر نئے سرے سے کام شروع ہوتا ہے بڑی محنت اور جدوجہد کے بعد دوبارہ اس درجہ تک پہنچا جاتا ہے جہاں سے طالب علم چھوڑ کر گیا تھا۔ اکثر و بیشتر تو بچے باغی ہو جاتے ہیں اور والدین بھی کم ہمت، ناامید، اور سست ہو جاتے ہیں جس کی وجہ بچہ اور والدین دونوں اس نعمت عظیٰ سے محروم ہو جاتے ہیں بلکہ الٹا وعیداً اور عذاب اپنے سر لے لیتے ہیں کیونکہ قرآن مجید کو یاد کر کے بخلاف یہ اگناہ کبیرہ ہے جس میں بچے کے ساتھ ساتھ والدین بھی شریک ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اتاذہ الحفاظ والقراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی آداب تلاوت ص 40 پر تحریر فرماتے ہیں۔ قرآن مجید یاد ہو جانے کے بعد اس کا یاد رکھنا فرض ہو جاتا ہے روزانہ منزل پڑھنی چاہیے اگر خدا نخواستہ بچہ سکول کی نذر ہو گیا تو یہ اس کے لیے سبقاً قاتل ہے اس صورت میں اس کا حفظ تو حفظ اس کی نماز وغیرہ سب دینی باتیں ختم ہو جائیں گی پس اس سے اجتناب از حضوری ہے بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ جس بچے کے متعلق یہ گمان غالب ہو کہ وہ حفظ سے فارغ ہو کر (فرا) سکول میں جائے گا (اور حفظ بخلاف ہے گا) تو اس کو حفظ کرایا ہی نہ جائے (تاکہ قیامت والے دن پکڑ سے بچ جائے) بلکہ ناظرہ پڑھایا جائے اور نماز اور دینی باقتوں کا خوگر بنادیا جائے۔

نماز کا بیان بیان نمبر: 56

جماعہ کے دن کی فضیلت (حصہ اول)

**عَنْ سَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهَا وَنِعْمَتٌ وَمَنْ أَغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ.**

سیدنا حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل کام ہے۔ (سنن ابن داود ج 1 ص 57 باب فی الرخصة فی ترك الحشيش يوم الجمعة، سنن الترمذی ج 1 ص 111 باب ما جاء في الوضوء يوم الجمعة)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ساری کائنات پیدا فرمائی اور ان میں سے بعض کو بعض پر فوکیت دی سات دن بنائے، اور جمعہ کے دن کو دیگر ایام پر فوکیت دی۔ جمعہ کے فضائل میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہفتہ کے تمام ایام میں صرف جمعہ کے نام سے ہی قرآن کریم میں سورہ نازل ہوئی ہے جس کی رہتی دنیا تک تلاوت ہوتی رہے گی، ان شاء اللہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مکمل کو سارے مقامات پر فضیلت بخشی ہے۔ پھر اس کے بعد غاتم الانبیاء، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرت لگاہ مدینہ کو، پھر اس کے بعد بیت المقدس کو جو بہت سے انبیاء کی قیام گاہ ہے۔ اسی طرح اللہ نے مہینتوں اور دنوں کو دیگر مہینتوں اور دنوں پر فضیلت بخشی ہے۔ چنانچہ جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے تب سے ہی کتاب اللہ میں سال کے بارہ مہینے قرار پائے جن میں پارہ مہینے محترم یعنی ذو القعدہ، ذو الحجه، محرم اور ربیع سب سے بہتر دن جس پر سورج طوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس لیے تم اس کی عظمت سمجھو جس کو اللہ نے باعظمت قرار دیا ہے۔

جمعہ ”جمع“ سے مlix میں اخذ ہے، جس کے معنی ہیں: جمع ہونا؛ یعنی مسلمان اس دن بڑی مساجد میں جمع ہوتے ہیں اور امت مسلمہ کے اجتماعات ہوتے ہیں، اس لیے اس دن کو جمعہ کہا جاتا ہے۔ (۲) چھ دن میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور تمام مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جمعہ کے دن مخلوقات کی تخلیق مکمل ہوئی یعنی ساری مخلوق اس دن جمع ہو گئی؛ اس لیے اس دن کو جمعہ کہا جاتا ہے۔ جمعہ وہ مبارک دن ہے، جسے تمام ایام پر فضیلت بخشی کی ہے، بعض روایات کے مطابق اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اور اسی دن آپ کو جنت میں بھیجا گیا، اسی دن آپ جنت سے باہر تشریف لائے، اسی دن آپ دار آخرت کی طرف روانہ ہوئے۔

اور یہی وہ عظیم الشان دن ہے، جب قیامت قائم کی جائے گی، اس دن کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہم صرف اس بات سے لاسکتے ہیں کہ قرآن پاک میں اس کے نام سے ایک مستقل سورت "سورۃ الجمیعہ" موجود ہے، جس کے آخر میں جمعہ کی اہمیت و فضیلت کے ساتھ ساتھ بعض اہم اور ضروری احکام بیان کیے گئے ہیں۔

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بہرث کے وقت مدینہ منورہ کے قریب بنو عمرو بن عوف کی بستی قبا میں چند روز کے لیے قیام فرمایا۔ قبا سے روانہ ہونے سے ایک روز قبل جمعرات کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے، جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ جمعہ کے دن صبح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعب کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعب پڑھایا جہاں اب مسجد (مسجد جمعب) بنی ہوئی ہے۔ یہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعب ہے (تفسیر قرطبی)۔

یہود یوں نے ہفتہ کا دن پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہیں ہوئی تھی، نصاری نے اتوار کو اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتداء ہوئی تھی۔ اور اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو پسند فرمایا، جس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب سے پچھے ہیں؛ لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے مسلم کی روایت میں اتنا وہ بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں ہو گا (ابن کثیر)۔

جمعہ کے دن کی اہمیت کے متعلق چند احادیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن سارے دنوں کا سردار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزد یہ کہ جمعہ کا دن سارے دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ یہ دن اللہ تعالیٰ کے نزد یہ کہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن سے بھی زیادہ مرتبہ والا ہے۔ اس دن کی پاٹج باتیں غاصیں ہیں: (۱) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ (۲) اسی دن آن کو زمین پر اتارا۔ (۳) اسی دن آن کو موت دی۔ (۴) اس دن میں ایک گھر میں ایسی ہے کہ بندہ اس میں جو چیز بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتے ہیں؛ بشر طیکہ کی حرام چیز کا سوال نہ کرے۔ (۵) اور اسی دن قیامت قائم ہو گی۔ تمام مقرب فرشتے، آسمان، زمین، ہوا میں، پہاڑ، سمندر سب جمعب کے دن سے گھراتے ہیں کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے؛ اس لیے کہ قیامت، جمعب کے دن، ہی آتے گی (ابن ماجہ)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج کے طلوع و غروب والے دنوں میں کوئی بھی دن جمعہ کے دن سے افضل نہیں، یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے (صحیح بن حبان)۔
 جمعہ کے دن قبولیت والی گھری کی تعمین: رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں ایک گھری ایسی ہے، جس میں کوئی مسلمان نماز پڑھے، اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو عنایت فرمادیتا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ وہ ساعت مختصری ہے (بخاری)۔
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ گھری خطبہ شروع ہونے سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک کا درمیانی وقت ہے (مسلم)۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک گھری ایسی ہوتی ہے کہ مسلمان بندہ جو مانگتا ہے، اللہ اس کو ضرور عطا فرمادیتے ہیں۔ اور وہ گھری عصر کے بعد ہوتی ہے (منداحمد)۔ منکورہ حدیث شریف اور دیگر احادیث کی روشنی میں جمعہ کے دن قبولیت والی گھری کے متعلق علماء نے دو وقوف کی تحدید کی ہے: (۱) دونوں خطبوں کا درمیانی وقت، جب امام منبر پر کچھ لمحات کے لیے بیٹھتا ہے۔ (۲) غروب آفتاب سے کچھ وقت قبل۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازوں میں، جمعہ کی نماز پچھلے جمعہ تک اور رمضان کے روزے پچھلے رمضان تک درمیانی اوقات کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں؛ جب کہ ان اعمال کو کرنے والا بڑے گناہوں سے پچھے (مسلم)۔ یعنی چھوٹے گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے۔
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اچھی طرح و خوب کرتا ہے، پھر جمعہ کی نماز کے لیے آتا ہے، خوب دھیان سے خطبہ سنتا ہے اور خطبہ کے دوران غاموش رہتا ہے تو اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک، اور مزید تین دن کے گناہ معاف کردے جاتے ہیں (مسلم)۔

ان روایات کے پیش نظر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس دن کا اہتمام و احترام کرے، اور اس دن کی فضیلت کو غنیمت جانے، اللہ تعالیٰ کا تقرب و نزدیک مختلف عبادتوں کے ذریعہ حاصل کرے، محدثین و فقہاء نے دینی کتابوں میں بہت اہتمام کے ساتھ جمعہ کے مختلف آداب و احکام بیان کیے ہیں، جن کا سیکھنا ہر مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے آمین یارب العلمین۔

نماز کا بیان بیان نمبر 57:

نماز جموعہ فرضیت

عَنْ جَابِرٍ رضيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجَمْعَةُ إِذْمَامًا لِلْأَمْرِ يُضِّلُّ أَوْ مُسَايِّرًا أَوْ اِمْرَأًا أَوْ
صَبِيًّا أَوْ حَمْلُوكَ فَمَنْ اسْتَغْلَى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةً إِسْتَغْنَى اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ عَنْ حَمْيِدٍ.

سیدنا حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بُو شُحْشَشُ اللَّهُ اَوْ آخْرَتْ کَے
دان پر ایمان رکھتا ہے اس پر جموعہ کے دن نماز جموعہ فرض ہے سوائے مریض، مسافر، عورت، بچے، اور غلام کے۔
پس جو شخص کھیل کو دو اور تجارت میں مشغول رہ کر اس سے نافل رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے توجہ بٹانے کا اور اللہ
تعالیٰ بے نیاز اور تعریف کے قابل ہے۔ (سنن الدارقطنی ص 273، باب من تجب علیہ الجموعۃ، رقم الحدیث
1560، السنن الکبریٰ للبیهقی ج 3 ص 184 باب من لا تلزم مدح بمجموعۃ)

جماعہ کے دن نماز جموداً کرنا فرض عین ہے مراقب، مسافر، عورت، بچے، غلام اور محبوسون کے علاوہ
باقی لوگوں پر نماز جموداً کرنا فرض عین ہے۔ ورنہ سخت گنہ کا رہوں گے۔

نماز جموداً معمول میں فرض ہو چکی تھی؛ لیکن اس کی سب سے پہلے ادائیگی مدینہ منورہ میں آئی
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی، اس پہلے جمعہ میں
40 حضرات شریک تھے، پھر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے
پہلا جموداً ”قبا“ سے روانہ ہو کر محلہ بنو سالم بن عوف میں ادا فرمایا۔ جہاں بعد میں ایک مسجد بنادی گئی، جو ”مسجد جموداً“
کے نام سے موسوم ہوئی۔

چوں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مبلغ اسلام
بن کر آئے تھے، اور انہی کی تبلیغ سے مدینہ منورہ میں اسلام پھیلا، اس لیے آپ ﷺ نے جموعہ کے قیام کا خطا
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام جاری فرمایا، بنابر میں مدینہ منورہ میں پہلے جموعہ کے قیام کی نسبت
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی کی جاتی ہے۔

جماعہ المبارک کے دن نماز ظہر کے بدال کے طور پر صلوٰۃ الجموداً ادا کرنا فرض عین ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِي لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعُوا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ
ذُلِّكُمْ حَيْزُرَلَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا وَفِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا
مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا عَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

اے ایمان والوجب جمعہ کے دن کے ساتھ مخصوص نماز کے لیے اذان کی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑا اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ یہ تہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ پھر جب نماز ادا کر چکو تو پھر (دوبارہ) زمین میں پھیل جاؤ اور اور اللہ کا فضل (روزی) متلاش کرو۔ اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتے رہو تاکہ تم فلاح پا سکو۔

کیونکہ جمعہ کی فرضیت ظہر سے زیادہ موكد ہے۔ یعنی ظہر کی نماز سے اس کی تاکید زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو تین بمحیے سستی کی وجہ سے چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کردے گا اور ایک روایت میں ہے وہ منافق ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بے تعاقب ہے۔ اور چونکہ اس کی فرضیت کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے لہذا اس کا منکر کافر ہے۔

جمعہ پڑھنے کے لئے 6 شرطیں میں، ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو جمعہ ہو گا ہی نہیں۔ (1) بہال جمعہ پڑھا جا رہا ہے وہ شہر یا فناء شہر ہو۔ (2) جمعہ پڑھانے والا سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب ہو جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ (3) ظہر کا وقت ہو۔ یعنی ظہر کے وقت میں نماز پوری ہو جائے، لہذا اگر نماز کے دوران اگر پڑھتہ شہد کے بعد عصر کا وقت آگیا تو جمعہ باطل ہو گیا، اب ظہر کی قضا پڑھیں۔ (4) خطبہ ہونا۔ (5) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مردوں کا ہونا۔ (6) اذن نام، یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا بھی چاہے آئے، کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔

جمعہ فرض ہونے کے لئے 11 شرطیں میں، اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو جمعہ فرض نہیں، لیکن اگر پڑھے گا تو ادا ہو جائے گا۔ (1) شہر میں مقیم ہونا، (2) صحت، یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں، مریض سے مراد ہے کہ جامع مسجد تک نہ جاسکتا ہو، یا حسپا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا۔ (3) آزاد ہونا، (4) مرد ہونا، (5) عاقل ہونا، (6) بالغ ہونا، (7) آنکھوں والا ہونا، یعنی نایبینا نہ ہو، (8) پلنے پر قادر ہونا، (9) قید میں نہ ہونا (0) بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا، (1) اس قدر

بلاش، آندھی، اولے یا سردی مہہونا کا ان سے نقصان کا صحیح خوف ہو۔
 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں پر بھی جمعہ فرض کیا تھا۔ وہ تو اختلاف میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت عطا فرمادی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس علیہما السلام اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو جمعہ ترک کرنے سے باز آجانا چاہیے ورنہ ان کے دلوں پر مہر لگادی جائے گی اور انہیں غافلوں میں لکھدیا جائے گا۔

سورۃ الجمع کی آیات (۱۱ تا ۱۶) سے نماز جمعہ سے متعلق متعدد احکام مستنبط ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے ہر دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، پہلے آنے والے کا نام پہلے، اس کے بعد آنے والے کا نام اس کے بعد لکھتے ہیں (اسی طرح آنے والوں کے نام ان کے آنے کی ترتیب سے لکھتے رہتے ہیں)۔ جب امام خطبہ دینے کے لیے آتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر (جن میں آنے والوں کے نام لکھے گئے ہیں) پیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں (مسلم)۔

خطبہ جمعہ شروع ہونے کے بعد مسجد پر پونختے والے حضرات کی نماز جمعہ توادا ہو جاتی ہے، مگر نماز جمعہ کی فضیلت آن کو حاصل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن ارشاد فرمایا: مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اس دن کو تمہارے لیے عید کا دن بنایا ہے؛ لہذا اس دن غسل کیا کرو اور مسواک کیا کرو (طبرانی، مجمع الزوائد)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ہفتہ کی عید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی سورہ بروج میں «و شاهد و مشهود» کے ذریعہ قسم کھاتی ہے۔ شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے یعنی اس دن جس نے جو بھی عمل کیا ہو گا، یہ جمعہ کا دن قیامت کے دن آس کی گوئی دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے افضل نماز جمعہ کے دن فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہے (طبرانی، براز)۔ جہنم کی آگ روزانہ دہکاتی جاتی ہے، مگر جمعہ کے دن اس کی عظمت اور خاص اہمیت فضیلت کی وجہ سے جہنم کی آگ نہیں دہکاتی جاتی۔ (زاد المعاواد / ۳۸)۔ جمعہ اہل ایمان کے اجتماع اور اظہار تکمیل کا دن ہے، یہ گناہوں سے معافی مانگنے کا دن ہے، ہفتہ بھر کیسے ہوئے اعمال کے محاسبے کا دن ہے، گناہ کاروں اور خطا کاروں کی بخشش کا دن ہے، اس دن میں دعا قبول ہونے کی ایک خاص گھربی ہے، جس میں کی جانے والی دعا بھی رذہیں ہوتی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین یا رب الْعَلَمِینَ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین
نماز کا بیان ببل نمبر 58:

جماعہ کے دن کی جانے والی بعض غلطیاں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّذِيْرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجَمِيعَةِ لَقَدْ هَمِئُتُ أَنْ أَمْرَرَ جُلَّ يَصِيلِي إِلَيْهِ مَا يُسْأَلُ ثُمَّ أَحْرِقُ عَلَىٰ رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجَمِيعَةِ بُيُوْتَهُمْ۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 232 باب فضل صلوٰۃ الجماعتہ و بیان التشدید اع۰)

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ و سلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو نماز جمعہ سے پچھے رہ جاتے ہیں فرمایا: میں ارادہ کرتا ہوں کہ کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ پھر میں ان لوگوں کو ان کے گھروں میں آگ لگادوں جو نماز جمعہ سے پچھے رہتے ہیں۔

جماعہ کا دن ایک عظیم دن اور امت محمدیہ کے لیے تحریف خداوندی ہے یہ ہفتے کیلئے ہے اس میں نماز جمعہ جیسی اہم عبادت ہے اس کے باوجود بہت سارے حضرات غلطیاں کرتے ہیں ان غلطیوں سے فکرنا اور انتباہ کرنے کا ذکر کیا جاتا ہے

1- اس دن کے بہت سارے فضائل جیسے دعا کی قبولیت کی گھڑی اور سورہ کہت کی تلاوت کے متعدد اہم فوائد کے باوجود بہت سارے لوگ غفلت کا شکار رہتے ہیں جو دین کے متعلق ان کے عدم محبت کو ظاہر کرتا ہے۔

2- جمعی کی نماز سے قبل اہل و عیال یادوست و احباب کے ساتھ یہ تفسیر تفریح کے لئے لکھنا اور مقام تفریح سے قریب مسجد نہ ہونے اور دیگر بہانے بنانا کہ جمعہ کو چھوڑ دینا۔

3- یوم جمعہ کی ایک خصوصیت خطبہ جمعہ اس اہم خصوصیت کے باوجود خطبہ اور نماز میں تاخیر کرنا جیسا کہ بعض لوگ دوران خطبہ یا اختتام پر پہنچتے ہیں اور جمعہ کے اجر کو ضائع کر دیتے ہیں۔

4- غسل زیب وزینت خوبیوں کا استعمال اور اپنچھے لباس کا استعمال بلا سبب ترک کر دینا جیسا کہ بعض لوگ گندے یا غیر مناسب بدبو دار پکڑے پہن کر آتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے

5- نماز جمعہ سے قبل خرید و فروخت یا شاپنگ میں اس قدر منہک ہو جانا کہ اذان ثانی ہو جائے حالانکہ یہ قرآن کے مطابق ناجائز ہے۔

6- سال سے کم عمر بچوں کو مسجد میں لانا۔

7- مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ خاص کر لینا۔

8- مسجد میں جلدی آجائے کے بعد بھی بغیر کسی عذر کے پیچھے بیٹھنا۔

9- دوران خطبہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تجھے امسجد نہ پڑھنا۔

10- اذان کے وقت مسجد میں داخل ہونے پر اذان کا جواب دینے کی نیت سے تجیہ امسجد میں تاخیر کرنا حالانکہ اذان کا جواب منت ہے اور خطبہ کے وقت خاموشی واجب ہے اور واجب منت پر مقصم ہے۔

11- تاخیر سے آنے پر لوگوں کے گرد نیں پھلانگنا البتہ اگر آگے جگد خالی ہو تو لوگوں کو تکلیف دیئے بغیر آگے چلے جانا چاہیے۔

12- خطبے سے قبل بلند آواز سے ذکر یا تلاوت کرنا جو بعض اوقات دوسروں کی تکلیف کا سبب ہوتا ہے

13- دوران خطبہ بات کرنا یا موبائل میں مشغول رہنا جیسا کہ اکشن جوان لوگ کرتے ہیں اور بعض نادان بھی مسجد کے آخری حصے میں ایسا کرتے نظر آتے ہیں۔

14- اقامت کے وقت پیچھے بیٹھنے والوں کا الگی صفوں میں جانے کے لیے دوڑ بھاگ کر کے آگے والے نمازوں کو پریشان کرنا اگر آگے جگہ ہو تو ترتیب سے آگے بڑھتے جائیں۔

15- اندر جگہ ہونے کے باوجود مسجد کے باہر نماز پڑھنا جس سے صفوں کا ارتبا طوٹ جاتا ہے۔

16- دستنوں کے درمیان نماز پڑھنا اگر بہت بھی ہو تو ایسا کر سکتے ہیں۔

17- خطبہ سے قبل مسجد میں آنے والے کا دخبوں کے درمیان نفل پڑھنا ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

18- خطیب کے دعا کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا لیکن جب امام باش کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کی اقتداء کرتے ہوئے ہاتھ اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

19- جس شخص کا دوسرا رکعت کا رکوع بھی چھوٹ گیا ہواں کا دو رکعتیں مکمل کرنا ایسے شخص کو ظہر کی

چار رکعت پڑھنی چاہیے کیونکہ دوسری رکعت کا روغ چھوٹ جانے سے جمع و فوت ہو گیا۔

20- نماز ختم ہوتے ہی ذکر واذ کار اور سنن و نوافل سب چھوڑ کر مسجد سے جلدی نکلنے کی کوشش

کرنا اور دروازے پر بھیڑ لگانا۔

21- مسافر کا جمود کے ساتھ عصر کی نماز جمع کرنا اس سے علماء نے منع کیا ہے لیکن اگر مسافر نے جمود

نہیں بلکہ ظہر کی نماز پڑھی ہے تو عصر کو ملانے میں کوئی حرج نہیں۔

22- بغیر کسی شرعی عذر جیسے بیماری یا سفر کے جمود کو چھوڑ دینا جبکہ جمودہ رعاقل بالغ مسلمان پر فرض

ہے۔ 23- سورۃ الکھف کی تلاوت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف کا اہتمام نہ کرنا۔

24- خطبے کا تذکیر اور نصیحت سے غالی ہونا بعض خطبے اپنے خطبوں میں سیاسی باتیں شامل کر لیتے

ہیں اور امت کو عظیل و نصیحت سے محروم رکھتے ہیں۔

25- امام کا خطبہ کو طویل اور نماز کو مختصر کرنا حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے کو مختصر اور

نماز کو طویل کرنے کا حکم دیا ہے۔

26- دوران خطبے قصے کہانیاں یا ضعیف روایات کا بیان کرنا اسے بدعت و خرافات اور غلط باتیں

لوگوں کے درمیان پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

27- نبی ﷺ کا نام آنے پر لوگوں کا بلند آواز سے درود شریف کا اور کرنا یا امام کے ذریعے سوال

کرنا اور مقتدیوں کا اس پر جواب دینا ان سب سے خطبے کے اجر و ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

28- خطبیں کا سنتوں کی پابندی نہ کرنا مثلاً خطبیں لوگوں کو اتباع سنت کی دعوت دی اور خود بغیر

داڑھی کے ہو گریث نو شی کرتا ہوں کچڑے ٹھنڈوں سے بچنے پہنچتا ہوں تو لوگوں سے کیسے اتباع سنت کی امید کرتا ہے جبکہ وہ خود متبرک سنت نہیں ہے۔

29- دوران خطبہ سونا یا نیک لا کر بیٹھنا اور خطبیں کی باقی پر بے توہنی کرنا ہے اگر نیند آئے تو جگہ

بدل لینی چاہیے۔ 30- دوران خطبے مساوک کرنا بعض اوقات مساوک کے اجزاء فرش مسجد پر گزر سکتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ مساوک کرتے ہوئے خطبہ سمنا انہما ک کو کم کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان و اعتساب اور پورے حقوق و آداب اور اہتمام کے ساتھ نماز جمع کی

ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے اس کا پورا پورا اجر عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔

جمعۃ المبارک کے مسنون اعمال

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَا

يُؤَافِقُهَا عَبْدُ مُسْلِمٍ قَاتِمٌ يُصْبِلُ، فَسَأَلَ اللَّهُ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ۔ (رواہ البخاری)

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی کہ اگر کسی مسلمان بندے کو حکم اتفاق سے اس خاص گھڑی میں خیر اور بھلائی کی کوئی چیز اللہ سے مانگنے کی توفیق مل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائی دیتے ہیں۔

جمعہ کا دن نہایت متبرک، سید الایام اور یوم المرید کی ایک شاندار مثال ہے۔ آخرت میں ایک دن ہے جس کو ”یوم المزید“ کہا جاتا ہے، جس میں جنتیوں کو ہفتہ میں ایک مرتبہ اللہ کی زیارت و ملاقات کا موقع دیا جاتا ہے، میدان مزید میں بندوں پر اللہ کی تجلیات، انوارات اور حمتوں و برکتوں کا خاص نزول ہوتا ہے، میدان مزید کی حاضری کے بعد جنتیوں کے چہروں پر ایک خاص نور ظاہر ہوگا۔ جمعہ کا دن دنیا میں اسی کی شاندار مثال ہے، ایمان والا صحیح ہی سے خصوصی اعمال، پاکی صفائی، غسل، خوشبو، عمدہ لباس زیب تن کرنے کے بعد جامع مسجد میں دو رکعت شکرانہ ادا کرنے کے لئے جاتا ہے، نماز جمعہ میں بطور خاص فرشتوں کو استقبال اور حاضری کے خصوصی اندر ارج کے لئے متعین کیا جاتا ہے اس لیے اس دن مسنون اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں جمعۃ المبارک کی تمام فضیلتیں نصیب فرمائے۔ اس لئے چند مسنون اعمال بیان کئے جاتے ہیں

1: غسل کرنا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جمعہ کا دن نصیب ہو جائے وہ غسل کرے۔ (صحیح بخاری، باب فضل الغسل یوم الجمعة، حدیث نمبر 877)

2: مسوک کرنا: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جمعہ والے دن) مسوک کرے۔ (صحیح بخاری، باب الطیب للجمعة، حدیث نمبر 880)

3: خوش بُوکا نا: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میسر ہو تو (جمعہ والے دن) خوش بُوکا نے۔ (صحیح بخاری، باب الطیب للجمعة، حدیث نمبر 880)

- 4: تیل لگانہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جماعہ والے دن) تیل لگائے۔ (صحیح بخاری، باب الدھن للجمعة، حدیث نمبر 883)
- 5: صاف لباس پہننا: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جماعہ والے دن) اچھا لباس پہن۔ (سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في الزيمة يوم الجمعة، حدیث نمبر 1097)
- 6: جموداں کے دن نماز فجر کی مسنون تلاوت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جموداں کے دن نماز فجر (کی پہلی رکعت) میں سورۃ المتریل السجده اور (دوسرا رکعت میں) حل اتنی عسلی الانسان (سورۃ الدھر) پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، باب ما يقرئ في صلاة الفجر يوم الجمعة، حدیث نمبر 891)
- نوت: سورۃ المتریل السجده ایسیوں پارے میں جب کہ سورۃ الدھر انیسوں پارے میں موجود ہے۔
- 7: جمودی اذان کے وقت خرید و فروخت اور کارو بار بند کرنا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس وقت (یعنی اذان جمود کے وقت) خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے اور حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت (یعنی اذان جمود کے وقت) تمام کارو بار حرام ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، باب امشی ای بجمعۃ)
- 8: نماز جمود کے لیے پیدل جانا: حضرت اوس بن اوس شفیقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادی ہے تھے: (جماعہ والے دن) پیدل جائے سواری پر بھی جا سکتے ہیں۔ ماجہ، باب ما جاء في اغسل يوم الجمعة، حدیث نمبر 1077) نوت: اگر کوئی مجبوری ہو تو سواری پر بھی جا سکتے ہیں۔
- 9: جامع مسجد جلدی پہنچنا: حضرت اوس بن اوس شفیقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادی ہے تھے: (جماعہ والے دن جامع مسجد کی طرف) جلدی جائے۔ (سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في اغسل يوم الجمعة، حدیث نمبر 1077)
- 10: امام کے قریب بیٹھنا: حضرت اوس بن اوس شفیقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادی ہے تھے: (جماعہ والے دن جامع مسجد پہنچ کر) امام کے قریب ہو کر بیٹھے۔ (سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في اغسل يوم الجمعة، حدیث نمبر 1077)
- 11: خطبہ جمود کو خاموشی سے سننا اور چپ رہنا: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام (بیان کرے یا) خطبہ دے (تو سننے والا) چپ رہے۔ (صحیح بخاری، باب الانصات یوم الجمعة والامام يخطب) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے خطبہ دینے کے وقت زبان سے کسی کو خاموش

رہنے کے لیے کہنا بھی بغور کرت میں داخل ہے البتہ اگر ضرورت ہو تو اشارے سے منع کرنا مناسب ہے اس حدیث سے جمعہ کے خلطے کے وقت خاموش رہنے کی تاکید ابھیت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت خاموشی اختیار کرنے پر عظیم اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جمعہ والے دن جامع مسجد پہنچ کر امام کے قریب ہو کر بیٹھے) اور خوب خاموشی سے سنے اور مکمل چپ رہے۔ (مجمع الکبیر للطبرانی، باب فی الغسل يوم الجمعة، حدیث نمبر 587)

12: نماز جمعہ کی مسنون تلاوت: حضرت ابن ابی رافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی جس کی پہلی رکعت میں سورۃ الحجۃ اور دوسری رکعت میں سورۃ المناہقون کی تلاوت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی دو سورتوں کی نماز جمعہ میں تلاوت کرتے ہوئے سنے۔

(صحیح مسلم، باب ما یقرانی صلاة الجمعة، حدیث نمبر 1451)

نوت: نماز جمعہ میں تلاوت کے بارے ایک اور حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیید میں اور نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، باب ما یقرانی صلاة الجمعة، حدیث نمبر 1452)

13: درود پاک کشتر سے پڑھنا: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محمد پر جمعہ کے دن کشتر کے ساتھ درود پھیجا کرو۔ (سنن ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ و فتنہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر 1637)

14: نماز جمعہ کے بعد کھانا کھانا اور قیولہ کرنا: حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) نماز جمعہ کے بعد قیولہ (یعنی دن کے ایک حصے میں تھوڑی دیر کے لیے سونا) کرتے اور کھانا کھاتے۔ (صحیح مسلم، باب وقت صلاة الجمعة، حدیث نمبر 1946)

15: سورۃ الکھف تلاوت کرنا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ والے دن سورۃ الکھف کی تلاوت کی تو وہ آئندہ جمعہ تک ہر طرح کے فتنے سے بچ جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر دجال بھی ملک آئے تو اس سے بھی محفوظ رہے گا۔ (الاحادیث المختارۃ للمقدسی، حدیث

(430 نمبر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس نے جماعت کے دن سورۃ الکھف پڑھی تو اس کے قدموں کے نیچے سے لے کر آسمان تک نور پیدا ہوتا ہے جو قیامت کے دن اس کے لیے روشن ہوگا اور ان دونوں جمیعوں کے درمیان والے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۃ الکھف کی ابتدائی دس آیتیں یاد کرے، وہ دجال کے فتنے سے بچے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے سورۃ الکھف کی آخری دس آیات پڑھ لیں تو اس پر مسلط نہیں ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے سورۃ الکھف کی ابتدائی تین آیات حفظ کر لیں تو وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی) نوٹ: احادیث شریفہ کی روشنی میں جمعہ کے دن قبولیت والی گھڑی کے متعلق علماء نے دو قوتوں کو ذکر کیا ہے۔

1) دونوں خطبوں کا درمیانی وقت، جب امام منبر پر کچھ لمحات کے لیے بیٹھتا ہے زبان کے بجایے صرف دل میں دعا کریں۔ 2) غروب آفتاب سے کچھ وقت قبل۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں مبارک ایام کو سنت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔



جماعہ کے دن کی خصوصیات

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا لَا يَجْسُدُونَا عَلَىٰ
شَيْءٍ كَمَا يَجْسُدُونَا عَلَىٰ يَوْمِ الْجَمْعَةِ الَّتِي هَدَاهَا اللَّهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا، وَعَلَىٰ الْقِبْلَةِ الَّتِي
هَدَاهَا اللَّهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا، وَعَلَىٰ قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ: آمِينٌ

اس قسمی دن کے بارے میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مردی ہے بنی کریمہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا یہودی کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا جماعت کے دن پر کرتے ہیں جس کی اللہ نے ہمیں
ہدایت دی اور انہیں گمراہ کر دیا اور خاصہ کعبہ کے قبلہ ہونے پر جس کی اللہ نے ہمیں ہدایت بخشی اور انہیں گمراہ
کر دیا اور امام کے پیچھے (الحمد کے بعد) آمین کہنے پر۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ یوم جماعت کا احترام کرے، اس دن کے فضائل کو غنیمت جانے اور اس
دن ہر قسم کی عبادتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے، یوم جماعت کے دن کی کچھ خصوصیات علمائے کرام
نے بیان فرمائی ہیں، جن سے واقف ہونا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

- 1- یوم جماعت کے لئے عید کا دن ہے
- 2- صرف جماعت کے دن کو روزے اور رات کو قیام کے لئے مخصوص کر لینا مکروہ ہے
- 3- نماز بخیر میں سورہ سجدہ اور دہر کی تلاوت منتخب ہے
- 4- اللہ کے نزد یک جماعت کے دن فخر کی سب سے افضل نماز ہے
- 5- جماعت مساکین کا حج ہے
- 6- نماز جماعت میں سورہ جماعت اور منافقوں کی تلاوت مسنون ہے
- 7- جماعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جہری تلاوت ہوتی ہے
- 8- جماعت چھوڑنے والوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراٹگی کا اظہار فرماتے ہوئے ان کو جلاڈائنے کی بات کی
- 9- مسلسل تین جماعت چھوڑنے والوں کے دلوں پر اللہ مہر لگادیتا ہے ان کا شمار غافلوں میں ہوتا ہے
- 10- نماز جماعت میں خطبے کی بڑی اہمیت ہے

- 11- خطبے کے وقت خاموشی اختیار کرنا لازم ہے 12- جمعہ کے دن زوال نہیں ہے
- 13- جمعہ کے علاوہ روزِ حجتہم کو دنیا میں ایسا جاتا ہے
- 14- جمعہ کے دن غسل کرنا منتخب ہے
- 15- جمعہ کے دن مسواک کرنا اور خوبیوں کا منتخب ہے
- 16- جمعہ کے دن اچھے لباس پہننے کی تاکید کی گئی ہے
- 17- نماز جمعہ کے لئے جلدی جانا باعث اجر و ثواب ہے
- 18- جمعہ کے دن کھانا اور قیلولہ جمعہ کی نماز کے بعد کرنا منتخب ہے
- 19- نماز جمعہ کے لیے جانے والے کوہر قدم پر ایک سال کے عمل کے برادر نہیں ملتی ہے
- 20- جمعہ کے لئے دوازائیں یہ باقی اور کسی نماز کے لئے نہیں
- 21- امام کے آنے تک ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے
- 22- جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرنے والے کے لیے نوری نور ہے
- 23- جمعہ کے دن نماز جمعہ کی ادائیگی سے قبل سفر کرنا درست نہیں ہے
- 24- جمعہ بگناہوں کے کفارہ اور مغفرت کا ذریعہ ہے
- 25- جمعہ کے دن موت حسن غائمہ کی علامت اور عذاب قبر سے حفاظت کا ذریعہ ہے
- 26- جمعہ کے دن اہل برزخ کا عذاب ہلاک کر دیا جاتا ہے
- 27- جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے
- 28- جمعہ جنتیوں کے لیے دیدارِ الٰہی کا دن ہے
- 29- سات دنوں میں سے قرآن میں صرف جمعہ کا ذکر ہے
- 30- جمعہ مغفرت کا دن ہے
- 31- جمعہ کے دن ایک گھنٹی کو قبولیت کی ہوتی ہے
- 32- جمعہ کے دن صدقہ کا ثواب دوسرے دنوں کے مقابلے میں زیادہ ہے
- 33- جمعہ کے دن سورہ یا سین اور سورت دخان کی تلاوت مغفرت کا سبب ہے
- 34- جمعہ کے دن بکثرت ذکر و اذکار موجب بخشش ہے

- 35- جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنا فضائل کا ذریعہ ہے
- 36- جمعہ کے دن مریض کی عیادت اور جنازہ میں شرکت موجب جنت ہے
- 37- جمعہ کے ہر ہر ساعت اللہ کے فضل تلاش کرنے کی گھروی ہے
- 38- نماز جمعہ کے بعد عصر کا انتفار کرنا عمرے کے بر اوثاب ہے
- 39- جمعہ کے دن قبروں کی زیارت کرنے والوں کے متعلق میت کو معلوم ہوتا ہے
- 40- بدھ جمعرات جمعہ کا ایک ساتھ روزہ رکھنا گتنا ہوں کی مغفرت کا بہب ہے
- 41- جمعہ کے دن حجامہ کروانے سے بچنا چاہیے
- 42- جمعہ کی رات میں مرنے والا شہید کے دربے میں ہے
- 43- جمعہ کی رات کو سفر کرنا منتخب ہے
- 44- قیامت کے دن جمعہ کو چمکدار اور روشن بنا کر لایا جائے گا
- 45- جمعہ کو یوم شاہد کہا جاتا ہے
- 46- جنات اور انسان کے علاوہ جمعہ کے دن سے سب گھراتے ہیں
- 47- امت محمدیہ کے لیے اللہ کی طرف سے جمعہ ایک عظیم نعمت ہے
- 48- جمعہ کو اللہ نے مسلمانوں کے لئے اجتماع کا دن بنایا ہے
- 49- اللہ نے یہود و نصاریٰ کو جمعہ کے دن سے محروم رکھا
- 50- جمعہ کی نماز ایک مستقل عبادت ہے یہ ثہر کا بدل نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خصوصی فضل و کرم کا مختق بنائے اور جمعہ کے دن کی برکتوں اور بحث لائیوں سے ملالا مال فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

جماعہ کی نماز کی رکعتوں کی تعداد

وَعَنْ أَيِّ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«مَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْجَمْعَةِ رَكْعَةً فَيُصْلَلُ إِلَيْهَا أُخْرَى». (صحیح ابن خزيمة لللبانی: 1851)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ! ﷺ سے یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جماعت

سے ایک رکعت پالے تو اسکے ساتھ دوسری آخري رکعت ملا لے۔

اسلام میں نماز جماعت کی بڑی اہمیت، اس کے بے شمار فضائل اور اس دن کے بے پناہ فیوض و برکات میں، اس اہمیت و فضیلت کے پیش نظر اس کی تیاری کا خوبی حکم دیا گیا ہے اور اس نماز کے واسطے آنے کے آداب اور اس سے متعلق متعدد احکام بھی بیان کئے گئے ہیں۔ خوش نصیب وہ ہے جو جماعت کی عمده تیاری کرے، وقت سے پہلے مسجد میں حاضر ہو، توفیق الہی کے بقدر نوافل کی ادائیگی کرے، خطبہ غور سے سنے اور فرائض و ننون کی ادائیگی سے لیکر اس دن سے متعلق منون اعمال و افعال انجام دے مثلاً غسل، خوشبو، مسوکر، سورہ کہف کی تلاوت، بکثرت درود اور قبولیت کی ساعت سے استفادہ وغیرہ۔ جیسا کہ اس پہلے کہ اس باقی میں بیان ہو چکا ہے۔

جماعہ والے دن نماز جماعت سے پہلے چار، فرضوں کے بعد چار اور پھر دو بلکل چھر رکعات سنتیں ہیں، پہلے والی چار مسلمائیں تو جماعت کی 10 سنتیں ہیں۔ یہ تمام سنتیں موكدہ ہیں، یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ایک ہے جن میں اللہ کے فضل سے مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، لہذا وہ نہیں چاہتا کہ کسی ایک مسئلہ میں بھی مسلمان متحدو متفق رہیں۔ شیطانی مش ہی یہ ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف، افتراق اور رذہتی انتشار پھیلا یا جائے اور دشمن سے اس کے سواتو قوع بھی کیا ہو سکتی ہے؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے: جماعت سے پہلے چار رکعات، نماز جماعت کے بعد چار رکعات ادا کرتے تھے، ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وہجهہ جماعت کے بعد چھر رکعات ادا کرتے تھے۔

عبد الرحمن سلمی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ: کہ ہم جماعت سے

پہلے چار رکعات پڑھیں اور بعد میں بھی چار۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ، ہم بعد میں چار رکعتیں پڑھ کر پھر دور کعتیں ادا کریں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ جس طرح نماز میں ادا کر رہے ہیں، کرتے رہیں۔ فرض بھی، واجبات بھی اور سنن و فوائل بھی اور کسی شیطانی آواز پر کان نہ دھریں، شیطان انسان کا حکم خلا دشمن ہے، وہ نیکیوں سے روکتا ہے، گناہوں کی ترغیب دیتا ہے۔ مسلمان اپنے رب، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین سلف کے راستے پر چلتے رہیں۔ یہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ ہے اور یہی جنت کا راستہ ہے۔ جو شیطانوں کے چکر میں پھنس گیا جہنم رسید ہوا۔ اللہ تعالیٰ شیطانی شر سے بھی بچائے اور نفسانی سے بھی۔ آمین

اور جمہور ائمہ کرام کے نزدیک جمود کی سنتیں ثابت بھی ہیں اور معین بھی مگر تعداد کتنی ہے، اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جمود سے پہلے کی سنتیں دور رکعات ہیں، اور احتجات اور حتابلہ کے نزدیک چار رکعات میں سنن ترمذی میں ہے: حضور ﷺ زوال کے بعد چار رکعات نماز ایک ہی سلام کے ساتھ ادا فرماتے۔

اس حدیث سے زوال کے بعد چار رکعات ادا کرنے سے متعلق حضور ﷺ کی عادت مبارکہ ثابت ہو رہی ہے، اور اس میں چونکہ جمود کا استثناء نہیں ہے، بلکہ یہ تمام ایام کو شامل ہے، اس لیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمود کے دن فرض نماز سے پہلے بھی چار رکعات سنتیں ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمود (کی فرض نماز) سے پہلے چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے۔ مجمم کبیر میں ہے: ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہمیں جمود سے پہلے چار رکعات پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ ”مصنف عبد الرزاق“ نے نقل کیا ہے کہ عبد الرحمن سلمی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود ہمیں جمود سے پہلے اور بعد میں چار رکعات پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

جماعہ کے بعد کی سنتیں: جمود کے بعد کی سنتیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک چار رکعات میں امام ابوحنیفہ کی دلیل: حضرت ابو حیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمود کے بعد نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ چار رکعات پڑھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما جمود کے بعد چار رکعات پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ صاحبین کی دلیل: امام ترمذی نے حضرت علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل جمود کے بعد چھر رکعات پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمود کے بعد چھر رکعات ادا فرماتے ہیں: پہلے دور رکعات، پھر چار۔ ”مصنف عبد الرزاق“ میں ہے: امام ابو عبد الرحمن سلمی تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ ہمیں حکم فرماتے کہ ہم جمعہ سے قبل چار رکعات اور جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کریں۔ جمعی کی نماز میں سنت و نفل ملا کر کل چودہ رکعتیں ہیں: جن میں سے چار رکعت جمعہ سے پہلے سنت مؤکدہ ہے، دو رکعت نماز جمعہ یہ فرض ہے، اس کے بعد چار رکعت طرفین (امام ابوحنیفہ اور امام محمد جہنم اللہ) کے نزدیک اور چھر رکعت امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور یہی قول راجح ہے، آخر میں دو رکعت نفل ہے۔ واضح رہے کہ جمعہ میں کل بارہ رکعتوں کا ثبوت ملتا ہے، جمعہ کے خطب سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ، خطبہ کے بعد جمعی دو رکعت فرض، پھر جمعی دو رکعت فرض کی ادائیگی کے بعد چھر رکعت (چار رکعت ایک سلام کے ساتھ، اور دو رکعت ایک سلام کے ساتھ) سنت ہیں، البتہ چار رکعت سنت مؤکدہ اور دو رکعت سنت زائد ہیں، پڑھنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے چار رکعت سنت پڑھنی ہیں، پھر دو رکعت، ان کا ثبوت احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے، نوافل جتنا پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

”جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں اور فرض کے بعد بھی چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں (یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جمعہ کے بعد چھر رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، پہلے چار ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے دونوں طرف صحیح حدیثیں موجود ہیں، افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار پڑھے، پھر دو، تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔“

باقي احادیث میں جمعہ کے بعد نفل کی کوئی متعینہ مقدار منکرو نہیں ہے، اس لیے جمعہ کے ساتھ نفل کا نہ کوئی اختصار ہے اور نہ نفل کی کوئی تحدید ہے، آدمی کی مرثی ہے جتنی چاہے پڑھے۔ نیت زبان سے کرنا ضروری نہیں، اگر کوئی شخص دل میں جمعہ پڑھنے کا ارادہ کر لے تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن اگر کوئی زبان سے کرنا چاہے تو اس طرح کہے۔ میں جمعہ کی دو رکعت فرض کی نیت کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے پیچھے اس امام کے رخ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ ابراہیم واضح رہے کہ جس طرح ظہر سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اسی طرح جمعہ کی نماز سے قبل بھی چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور یہ چار رکعت سنت جمعہ ہیں نہ کہ سنت ظہر، اسی طرح جمعہ کے بعد کی سنتیں بھی سنت جمعہ ہیں نہ کہ سنت ظہر۔ جمعہ سے قبل اور بعد کی چار چار رکعات سنت مؤکدہ ادا کرنے کا دل میں ارادہ کر لینا کافی ہے۔ اور زبان سے نیت کر لے تو بھی بہتر و افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خوبی فضل و کرم کا مختیج بنائے اور جمعہ کے دن کی برکتوں او بحلایوں سے مالا مال فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

نماز کا بیان بیان نمبر 62:

عید الفطر کا دن انعام کا دن ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضيَ اللَّهُ عنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يُصَلِّي فِي الْأَكْثَرِيَّةِ وَالْفِطْرِ وَيَجْعَلُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر کے دن نماز پڑھتے، پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔ (صحیح البخاری)

جب بندہ تیس دن تک لا تارروزے رکھتا ہے، روزے کے مطلوب تقاضے پورے کرتا ہے، قیام اللیل کے ذریعہ تقرب الہی کے ذرائع تلاش کرتا ہے، خدمت خلق کے ذریعہ اپنے خانق و مالک کو راضی کر لیتا ہے اور اسی کی عبادت و فرماں برداری میں سارا وقت صرف کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس پیغمبرب و جدو جہد کے بعد اپنی اطاعت شعاری کا ظاہری بدله عید الفطر کی شکل میں عنایت فرماتے ہیں۔ مسلمان قوم چوں کہ اپنی مستقل تہذیب و شاخت رکھتی ہے اور اپنے عقائد و نظریات کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام سے منفرد و ممتاز ہے؛ اس لیے اس کا عید منانے کا انداز بھی سب سے زلا ہے۔ دیگر اقوام کی عید، مخالف ناؤوش و رقص و سرود بپا کرنے، دنیا کی نگینیوں اور عنایتوں میں کھوجانے اور شور و غل کے ذریعہ خلق مذاکوہ نگ کرنے سے عبارت ہے۔ اس کے عرکن اسلام میں روح کی لطافت، بدن و لباس کی لہمارت اور جموعی شخصیت کی نفاست کے ساتھ انتہائی غزر و انکسار اور خشوع و خضوع کے ساتھ تمام مسلمانوں کا اسلامی اتحاد و اخوت کے بذبے سے سرشار ہو کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ بندگی اور نذر امامہ شکر بجالانے کا نام عید ہے۔

تمیں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنی ہے اور اس کا شکر بجالانا ہے کہ اس نے مخفی اپنے فضل و کرم سے بلا کسی استحقاق کے تمیں اس نعمت سے سرفراز فرمایا اور ہم نے فریضہ صیام کی تکمیل کر لی۔

دنیا کی نظر و میں عید کی مبارک باد کا حق دار ہو شخص ہے جو نیا جوڑا زیب تن کرے، اچھی خوشبو گئے، بہترین جو تاپہنے اور نماز عید کی ادا ایسیگی کے لیے عید گاہ کا رخ کرے، مگر کیا واقعی صرف اتنا کر لینے سے عید کی حقیقی برکتیں مل جائیں گی؟ نہیں! ہرگز نہیں؛ بل کہ عید کی مبارک باد کے حقیقی متعلق وہ ہیں جنہوں نے مگر اس طرح روزے رکھے جس طرح روزہ رکھنے کا حق تھا، برق آن مجید کی پدایت سے اس طرح فائدہ اٹھایا جس

طرح فائدہ اٹھانا مقصود تھا، قیام اللیل کی دیسی فکر کی جیسی فکر مطلوب تھی اور تزکیہ نفس و تطہیر قلب کے ذریعہ خود کو ایسے آراستہ کیا جیسے آراستہ ہونے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

آپ غور کیجیے! اگر ایک شخص اچھی سے اچھی غذا کھاتے جو انسان کے لیے نہایت وقت بخشن ہو، مگر کھانے سے فارغ ہوتے ہی علق میں انگلی ڈال کر اس کو فراؤ آگل دے تو اس غذا کا کوئی فائدہ اسے حاصل نہ ہوگا، کیونکہ اس نے ہضم ہونے اور خون بنانے کا اسے کوئی موقع ہی نہ دیا۔ اس کے بعد انکس اگر ایک شخص غذا کھا کر اسے ہضم کرے اور اس سے خون بن کر اس کے جسم میں دوڑے تو یہ کھانے کا اصل فائدہ ہے جو اس نے حاصل کیا۔ کم درجے کی مقوی غذا کھا کر اسے جزو بدن بنانا اس سے بہتر ہے کہ بہترین غذا کھانے کے بعد استفرا غ (ق) کر دیا جائے۔ ایسا ہی معاملہ رمضان کے روزوں کا بھی ہے۔ ان کا حقیقی فائدہ آپ اسی طرح اٹھا سکتے ہیں کہ ایک مہینے تک جو اخلاقی تربیت ان روزوں نے آپ کو دی ہے، عید کے بعد آپ اس کو نکال کر اپنے اندر سے پھینک نہ دیں، بلکہ باقی 11 مہینے اس کے اثرات کو اپنی زندگی میں کام کرنے کا موقع دیں۔

عید الفطر کا دن انعام کا دن ہے: جس طرح عید الفطر کی رات کو ”لیلۃ الْجَمَارَۃ“ کہا جاتا ہے اسی طرح عید الفطر کے دن کو حدیث میں ”یوم الْجَمَارَۃ“ ”انعامات ملنے والا دن“ کہا جاتا ہے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ پورے مہینے کا انعام دے رہے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مردی ہے: کہ عید الفطر کا دن ”یوم الْجَمَارَۃ“ یعنی انعام ملنے والا دن ہے۔ (کنز العمال: 24540)

عید الفطر مسلمانوں کا منذہ ہی تہوار اور سمرت کا دن ہے: بنی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: بے شک ہر قوم کے لئے عید کا دن ہوتا ہے اور یہ ہمارا عید کا دن ہے۔ (بخاری: 952)

اللہ کی رضا و مغفرت اور دعاء کی قبولیت کا دن ہے: عید الفطر کا دن اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا و خوشنودی، مغفرت و بخشش اور بندوں کی دعاویں کی قبولیت کا دن ہے۔ احادیث طیبہ سے معسوم ہوتا ہے کہ عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے حساب نوازتے اور ان پر عنایات کی بارش کرتے ہیں، چنانچہ ایک طویل حدیث میں اس کی تفصیل منقول ہے، ملاحظہ فرمائیں:

بنی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھجتے ہیں، وہ زمین میں اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت! اس کریم رب کی (درگاہ) کی

طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے، پھر جب لوگ عیید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: کیا بدله ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں: ہمارے معبد اور ہمارے مالک! اس کا بدله یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دیکھی جائے، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدله میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔

پھر بندوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے: اے میرے بندو! مجھ سے ماٹگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے وہ میں عطا کروں گا اور جو اپنی دیبا کے بارے میں سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر تاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپا تارا رہوں گا) (میرا عزت کی قسم! اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (او رکافروں) کے سامنے رواؤ اور ذلیل نہ کروں گا، لیس اب بخشنے بخشنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو امت کو افطار کے دن (رمضان کے ختم ہونے کے دن) ملتا ہے، خوشیاں مناتے میں اور خوش ہو جاتے ہیں۔ (شعب الایمان: 3421 بحوالہ انوار رمضان)



نماز کا بیان بیان نمبر: 63

عید الفطر کے آداب و احکام اور مسنون اعمال

عَنْ عَمِيرٍ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِيدَ بِغَيْرِ آذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ وَكَانَ يَخْطُلُ بِخُطْبَتَيْنِ قَائِمًا، يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِجَلْسَةٍ.

سیدنا حضرت عامر بن سعد اپنے والد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید بغیر اذان واقامت کے پڑھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دو خطبے کھڑے ہو کر دیتے تھے اور ان کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھتے تھے۔ (منڈ السبزار ج 3 ص 321 رقم المحدث 1116 جمیع الزوادی تیمی ج 2 ص 439 رقم الحدیث 3239)

عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انھیں پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وجہ شرطیں ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں صرف اتفاق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت، اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور عید میں نہ پڑھا تو نماز ہو گئی مگر عید کا خطبہ پڑھ کر برآ کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز، اگر پہلے پڑھ لیا تو برآ کیا مگر نماز ہو گئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامات، صرف دوبار اتنا کہنے کی اجازت ہے۔

مسلمانوں کی صرف اور صرف دو عیدیں اور تھوار ہیں، عید الفطر اور عید الاضحی، یعنی نکہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی فرمان ہے: سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ نبویہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کے دو تھوار تھے جن میں وہ کھیل کو د کرتے اور خوشی و راحت ماضی کرتے تھے، لہذا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم دور جا بیت میں ان دونوں میں کھیل کو د کیا کرتے تھے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں کے بد لے میں ایچھے دن دیے ہیں عید الاضحی اور عید الفطر۔ سن ابو داود حدیث نمبر (1134)

مسلمانوں کی خوشی و شادمانی کے لئے شریعت مطہرہ نے دو عیدوں کو مشرع کیا ہے، رمضان کے بعد عید الفطر اور اذاداوجو عید الاضحی۔ عید کا دن مسلمانوں کے لیے خوشی و مسرت کا دن ہے۔ اسلام نے عید الفطر

کے موقع پر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے باہم مل جل کر خوشیاں منانے کی اجازت دی ہے۔ ان دو موقع پر نماز عید اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ مسلمان خوشی وغیرہ میں اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔

عید کا دن مسلمانوں کیلئے خوشی و مسرت کا دن ہے، مگر اس خوشی کے موقعہ پر بھی اسلام نے مسلمانوں کو

کچھ آداب و احکام بتائیں یہں جن کا بیان کیا جا رہا ہے:

1) رمضان المبارک کے روزوں کے اختتام اور ترویج کے اتمام پر اللہ تعالیٰ کا شکردا اکیا جائے،

دانستہ یا نادانستہ کو تاہیوں پر مغفرت طلب کی جائے اور دعا کیجائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عمل کو شرف قبولیت بخشدے۔

2) عید کا چاند دیکھنے کے بعد سے عید کی نماز پڑھنے تک تکبیر {الله اکبر} تہمیل {لا اله الا الله} اور حمد

و شاء {ولله الحمد} کا کثرت سے ورد کرے۔

3) ہر چھوٹے بڑے، امیر و غریب، عاقل و غیر عاقل مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے، جبکہ عکمت یہ

ہیکلہ صدقہ فطر بے ہودہ، اور لغو باتوں سے روزہ کی پاکی اور مسکینوں کا کھانا ہے، صدقہ فطر کا وقت عید کی صحیح نماز

عید سے قبل ہے، دو ایک دن پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے، بغیر کسی عذر کے اگر عید سے پہلے ادا نہ کیا گیا تو نماز کے

بعد قبول نہ ہوگا۔ صدقہ فطر غلام اور کھانے کی چیزوں سے دیا جائیگا، اسکی مقدار دو کیلو پانچ سو یا چھوٹو گرام ہے۔

4) غسل کرنا، خوبیوں استعمال کرنا اور اپنی وسعت کے مطابق اپنے سے اچھا کسپڑا اپننا۔ {ابن ماجہ،

الموطا، زاد المعاد}

5) عید الفطر کو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہی ہیکلہ نماز کیلئے نکلنے سے قبل طلاق عدد بھجوں میں کھا

کر نکلنے {صحیح بنواری}

6) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت کا طریقہ یہ ہیکلہ عید کیلئے پیدل جایا جائے۔ {الترمذی}

{

7) راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا۔ {Darqani wal-Bayan}

8) بمحہر علماء کرام کہتے ہیں کہ نماز عید یعنی کا وقت دیکھنے کے اعتبار سے سورج ایک نیزہ اونچا

ہو جانے پر شروع ہو جاتا ہے اور زوال کے ابتداء تک وقت رہتا ہے۔ عید کی نماز مردوں پر واجب ہے عید کی

نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ عید الفطر اور عید الاضحی دو درکعات چھزادن تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی

یہ۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں زائد کی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں زائد تکبیریں کہتے وقت باقظ کا نوں تک اٹھا کر چھوڑ دیے جاتے ہیں اور تیسرا تکبیر کے بعد باندھ لئے جاتے ہیں اور دوسری رکعت میں تین زائد تکبیروں کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر نمازی روغ میں چلا جاتا ہے۔

9) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ آنے جانے کا راستہ تبدیل فرماتے تھے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عید کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راستہ تبدیل کیا کرتے تھے۔ {صحیح بخاری}

10) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہی ہیکل عیدگی نماز آبادی سے باہر چلنے پر افرما تھے، غفاریے راشدین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے اسی لئے بعض علماء نے بغیر کسی غذر کے مسجد میں عیدگی نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ {الشرح الممتع: 5/ 162}

11) عیدگی آمد پر اپنے دوستوں، ساتھیوں اور پڑویوں کو عیدگی مبارکباد دینا جائز ہے خصوصا جس بجگہ یہ رسم چسلی آرہی ہو اور اسے عبادت کی حیثیت نہ حاصل ہو بلکہ صرف عادت کے طور پر لوگ کسی بھی خوشی کے موقع پر آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے ہوں جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جمعیں کے بارے میں آتا ہیکلہ جب وہ عید سے واپس ہوتے تو ایک دوسرے سے کہتے: "تقبل اللہ مننا و منکم" اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپکے اعمال قبول فرمائے۔ {ابو ہراثۃ: 3/ 320}

عید الفطر کے منسون اعمال:

- (1) شریعت کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ (2) غسل کرنا۔ (3) مسوک کرنا۔ (4) عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہنانا۔ (5) خوبیوں کا نا۔ (6) صبح کو بہت سویرے اٹھانا۔ (7) عیدگاہ جلد جانے کی فنکر کرنا۔ (8) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیزیں چھوہارے غنیرہ کھانا۔ (9) عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فردا کرنا۔ (10) عیدگی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا۔ (11) جس راستے سے جائے اس کے سواد و سرے راستے سے واپس آنا۔ (12) پیدل جانا۔ (13) راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و اللہ الحمد اہم تر اواز سے پڑھتے ہوئے جانا تمام مسلمانوں کو عید الفطر کی سعادتیں، برکتیں، مبارک ہوں۔

صدقہ فطر یا فطرانہ، کے فضائل و مسائل

عَنْ أَبِي عُمَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: "فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعَانِ مِنْ تَمَّرٍ, أَوْ صَاعَانِ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْجَرِّ, وَالذَّكَرِ وَالأنْثَى, وَالصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ, وَأَمْرَ بِهَا أَنْ تُؤْدَى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

سیدنا حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر زکوٰۃ فطر (صدقہ فطر) کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا ہے نیز آپ ﷺ نے صدقہ فطر کے بارے میں یہی حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے دے دیا جائے۔ (بخاری و مسلم) اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں ایک منادی کو اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (ترمذی)

صدقہ فطر یا فطرانہ، ایک خیرات سے متعلقہ اسلامی اصطلاح ہے۔ اسلام میں اس کو رمضان کے روزوں میں لغو اور یہودہ کلام کی طہارت کے لیے قرار دیا گیا ہے۔ صدقہ فطر ہر صاحب استطاعت مسلمان پر یکم شوال المکرم کی صحیح طیوع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ادا کرنے کا متحب وقت نماز عید سے پہلے تک ہے اسکے بعد بھی ادا ہو سکتا ہے۔

جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکاۃ واجب ہو یا اس پر زکاۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اباب سے زائد اتنی قیمت کامال یا سامان اس کے پاس موجود ہے جس کی قیمت سائز ہے باون توہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچتی ہو تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہوتا ہے چاہے وہ مال تجارت کا ہو یا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزر ہو اور اس صدقہ کو شرع میں صدقہ فطر کہتے ہیں صدقہ فطر مالی اتفاق ہے جس کا حکم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے زکوٰۃ سے پہلے اس سال دیا جس سال رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ صدقہ فطر غریبوں اور مسکینوں کو دیا جاتا ہے۔ اس کو فطرانہ بھی کہتے

یہ صدقہ فطر حکم خداوندی کی بنا پر واجب ہے اس کی ایک حکمت اداۓ شکر بھی ہے یہ خدا اپنی ذات اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے اس شخص کے اوپر واجب ہوتا ہے جو عید الفطر کے دن زندگی کی لازمی ضروریات کے علاوہ اتنے مال کا مالک ہو جس پر زکاۃ واجب ہو جاتی ہے۔ صدقہ الفطر جہاں روزے کی کمیوں اور کوتایہوں کا کھارہ ہے وہیں اس کے ذریعہ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ ہمدردی، غنخواری، بھائی چارگی اور مساوات کا درس بھی دیا گیا ہے کہ بندہ مومن اپنے بھائیوں کو بھوڑا چھوڑ کر بھی بھی تھا خوشی و مسرت کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ یہ اسلام کی جامعیت بھی ہے اور آفیت بھی۔ عید الفطر کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے (یعنی جب سحری کا وقت ختم ہوتا ہے) اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اور عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے پہلے اسے ادا کرنا ضروری ہے، اگر عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا نہ کیا گیا تو بعد میں بھی ادا کرنا ہو گا، لیکن بعد میں ادا کرنے سے اس صدقہ کی فضیلت ختم ہو جاتے گی، اور یہ عام صدقہ بن جائے گا، نیز عید الفطر کی نماز کے بعد تک تاخیر مکروہ ہے۔ غریب کی ضرورت کو منظر رکھ کر یہ صدقہ عید الفطر سے پہلے رمضان المبارک میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔

صدقہ فطر سے متعلق چند ضروری مسائل:- بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوۃ فرض نہیں اس پر صدقہ فطر بھی واجب نہیں، حالانکہ بہت سے لوگوں پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی، مگر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ ۲۔ جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوۃ فرض ہو یا زکوۃ فرض نہ ہو، لیکن اس کے پاس ضروری سامان سے زائد اتنا سامان ہو کہ اس کی قیمت ساڑھے باون (5.52) تو لہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے، چاہے وہ سامان تجارت کا مال ہو یا تجارت کا نہ ہو اور چاہے اس پر پورا سال گزر چکا ہو یا نہ گزر ہو۔ ۳۔ کسی کے پاس اپنی رہائش کا بڑا قیمتی مکان ہے اور پہنچنے کے قیمتی کچڑے ہیں، نیز گھر یا سامان ہے جو استعمال میں آتا رہتا ہے مگر زیور اور روپے نہیں یا کچھ سامان ضرورت سے زیادہ بھی ہے مگر ان کا مجموعہ ساڑھے باون تو لہ چاندی کی قیمت سے کم ہے تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ ۴۔ کسی کے پاس زیور اور روپے نہیں، نہ سامان تجارت ہے، مگر کچھ اور سامان ضرورت سے زیادہ ہے جس کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تو لہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے، تو ایسے

شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے۔ اسی طرح کسی کے پاس دو مکان ہیں، ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دیا ہوا ہے تو شرعاً دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے۔ اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے، البتہ اگر اسی مکان کے کرایہ پر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری سامان میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہو گا۔ ۵۔ کسی کے پاس ضروری سامان سے زائد مال اور سامان ہے، مگر وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ منها کر کے دینکیا پچتا ہے؟ اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد پچتا ہو تو صدقہ فطر واجب ہے اور اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔ ۶۔ عید الفطر کے دن صبح صادق کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، لہذا اگر فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی کسی کا انتقال ہو گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہ دیا جائے۔ اور جو بچہ عید کے دن فخر کے وقت سے پہلے پیدا ہوا، اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے اور جو بچہ فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

۷۔ مرد پر صدقہ اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی (نابالغ) اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں، اگر بیوی یا بالغ اولاد کے پاس اتنا مال ہو کہ جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو وہ اپنا اپنا صدقہ فطر خود ادا کریں، البتہ اگر مرد اپنی بیوی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی ان کو بتا کر ادا کر دے، تو بھی درست ہے، ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ ۸۔ اگر چھوٹے (نابالغ) بچے کی مملکیت میں اتنا مال ہو جس کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، مثلاً: اس کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہوا، اس کی میراث میں سے اس بچہ کو حصہ ملا، یا کسی اور طرح سے بچے کو مال مل گیا تو باپ اس بچہ کا صدقہ فطر اس کے مال میں سے ادا کرے، اپنے مال میں سے دینا ضروری نہیں۔ ۹۔ جس نے کسی وجہ سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ ۱۰۔ بہتر یہ ہے کہ عید الفطر کی نمازو جانے سے پہلے ہی یہ صدقہ ادا کر دیا جائے، اگر پہلے نہ دیا تو بعد میں ادا کر دیں، کسی نے عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں

صدقہ فطرہ سے دیات بھی ادا ہو گیا، اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔ اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطرہ نہ دیا تو معاف نہیں ہوا، اب کسی بھی دن دے دینا چاہیے۔ ۱۱۔ صدقہ فطرہ میں اگر گندم دیں یا خالص گندم کا آٹا دیں، تو ایک شخص کی طرف سے پونے دو سیر، بلکہ اعتیالاً پونے دکلو سے کچھ زیادہ دے دینا چاہیے، کیوں کہ زیادہ دینے میں کچھ حرج نہیں، اور اس انانج کے بد لے میں اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے اور اگر جو یا خالص جو کا آٹا دینا ہو تو اس کا دو گنہادیں دینے اتنے خالص گندم یا اتنے خالص جو کے دینا ہو، مثلاً: چنا، جوار یا چاول وغیرہ، تو اتنا دیں کہ اس کی قیمت اتنے خالص گندم یا اتنے خالص جو کے برابر ہو جائے جتنا اس سے پہلے بیان ہوا ہے۔ اگر گندم یا جو نہیں دیے بلکہ اتنی خالص گندم یا جو کی قیمت دے دی، تو یہ سب سے بہتر ہے۔ ۱۲۔ قیمت چوں کہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، لہذا ہر سال ادا کرنے کے وقت بازار سے خالص گندم کی قیمت معلوم کر کے عمل کیا جائے۔ آج کل راشن کا آٹا چوں کہ خالص گندم کا نہیں ہوتا، لہذا اس کی قیمت کا اعتبار نہیں۔ مذکورہ جو مقدار بیان کی گئی یہ ایک شخص کا صدقہ فطرہ ہے، جس مرد پر صدقہ فطرہ واجب ہو، اگر اس کی نابالغ اولاد بھی ہے تو ہر پچھر کی طرف سے بھی اتنا ہی صدقہ فطرہ واجب ہے۔ ۱۳۔ ایک آدمی کا صدقہ فطرہ ایک ہی فقیر کو دیں، یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دیں، دونوں طرح جائز ہے۔ اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطرہ ایک ہی فقیر کو دے دیا، تو یہ بھی درست ہے۔ ۱۴۔ صدقہ فطران ہی لوگوں کو دیا جاسکتا ہے جو زکوٰۃ کے متعلق ہیں۔

نماز کا بیان بیان نمبر 65:

عید الاضحیٰ ایک یادگار دن ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضيَ اللَّهُ عنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يُصَلِّي فِي الْأَكْعْدَنِ وَالْفِطْرِ وَيَجْعَلُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن نماز پڑھتے، پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔ (صحیح البخاری)

کسی بھی دین و مذہب کے اجتماعی تہوار اور تقریبات اس کی نمایاں علامت بن جاتے ہیں جن سے اس دین کے مزاج و مناق اور کائنات کے سلسلے میں اس کے نقطہ نظر کی تجمانی ہوتی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار (مدینی مسلمانوں) کو دیکھا کہ سال کے دو دنوں میں تفسیر ح کا اہتمام کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ عبید جالمیت سے ہمارا یہ طرز عمل چلا آرہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللَّهُ نَعَمْ تَعَظِّمُونَ إِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَشِ دِيْنَ أَوْ عِيدَ الْفِطْرِ كَادُونَ۔ (سنن ابو داؤد: ۱۱۳۴) اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت کو بتایا ہے کہ یہ عید میں ہمارے دین کا شعار اور علامت ہیں۔ آپ ﷺ کا رشاد ہے: ”ہر سو قوم کا تہوار ہوتا ہے، اور یہ ہماری عید ہے۔“ (صحیح البخاری: ۹۰۹ - صحیح مسلم: ۸۹۲)

پورے سال میں مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں؛ عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔ ان دو کے علاوہ کسی بھی دن کو تہوار کا دن یا اجتماعی تقدیریب اور ملی فرحت کا دن قرار دینا جائز نہیں۔ عید الفطر ماہ شوال کے پہلے دن ہوتی ہے اور عید الاضحیٰ ماہ ذی الحجه کی دس تاریخ کو پڑتی ہے۔

دونوں عیدوں کے چند مشترکہ کام یہ ہیں: ۱۔ عید کی نماز پڑھنا مسنون ہے۔ یہ ملت کا شعار اور اس کے جدا گانہ شخص کا اٹھارہ ہے۔ اس لیے اسلام نے اس نماز کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اس کی ادائیگی کے لیے گھروں سے نکلیں۔ جب آفتاب افی میں ایک نیزے کے برابر اونچا ہو جائے تو نماز عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوالِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ کی نماز دونوں پر واجب ہے عید کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو دریعات چھزاں تکمیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ پہلی

رکعت میں شفاء کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں زائد کی جاتی ہیں۔ پہلی رکعت میں زائد تکبیریں کہتے وقت ہاتھ کا نوں تک اٹھا کر چھوڑ دیے جاتے ہیں اور تیسرا تکبیر کے بعد باندھ لئے جاتے ہیں اور دوسری رکعت میں تین زائد تکبیریں کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر نمازی رکوع میں چلا جاتا ہے۔

عید کے دن گھر کے مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے درمیان جائز طریقے سے ہنسی اور خوشی کا ماحول بنانا سنت ہے۔ سب لوگ اپنے چہے پر ٹھہرے پہنیں۔ عبادت سمجھ کر روزہ نہ کھیں اور اچھی چیزیں کھائیں۔ پہنیں۔ عیدیں کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہوتا ہے۔

عید گاہ کے لیے نکلتے ہوئے قدرے بلند آواز سے اللہ اکبر کا اور د کرنا مسنون ہے۔ نماز عید کی ادائیگی کے ساتھ یہ سلسلہ موقف ہو جائے گا۔ البتہ نوذی الحجہ میں نماز فجر کے بعد سے تیرہ ذی الحجہ میں نمازِ عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا بھی مسنون ہے۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلَلَّهُ الْحَمْدُ۔“

یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: ”اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَبِحَمْدِ اللَّهِ بَكْرٌ وَأَصِيلٌ۔“

مردوں کو تکبیر کہتے ہوئے آواز بلند رکھنی چاہیے، مگر چیخ چیخ کر عام لوگوں کو تکلیف دینا اور پریشان کرنا جائز نہ ہے۔ عورتوں کے لیے دھیمی آواز رکھنے کا حکم ہے۔ عید الاضحی مسلمانوں کی دوسری عید ہے جو اسلامی کیلینڈر کے مطابق بارہویں مہینے یعنی ذی الحجہ کی دس تاریخ کو پڑتی ہے۔ غاص اس عید سے متعلق چند باتیں یہ ہیں:

یہ سال کے بہترین دنوں میں سے ایک میں آتی ہے۔ سال کے افضل تین دن میں ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”ان دس دنوں میں نیک عمل اللہ کو جس قدر محبوب ہے وہ کسی دوسرے دنوں میں نہیں۔“ لوگوں نے کہا: ”راو خدا میں جہاد کرنا بھی؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”راو خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں، ہوا میں اس شکل کے کوئی شخص اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلے اور کچھ بھی واپس نہ لائے۔“ (صحیح بخاری: ۹۲۶، سنن ترمذی: ۲۵، ۲۷)

یہ حج کی عبادت کا سب سے اہم دن ہوتا ہے۔ اس میں حج کے جملہ اہم اور ضروری اعمال انہام دیے جاتے ہیں جیسے خانہ کعبہ کا طواف کرنا، قربانی کا جانور ذبح کرنا، جمرہ عقبہ پر کنکری مارنا وغیرہ۔ حج نہ کرنے والوں کے لیے عید الاضحی کے دن وہ تمام کام مسنون یہں جو عید افطر کے دن مسنون

یہ سوائے صدقہ فطری کی ادائیگی کے، فطرہ نکالنا خاص عید الفطر کے موقع کے لیے خاص ہے۔ تاہم اس کے مقابلے میں عید الاضحی کو دوسرا خصوصیت حاصل ہے اور وہ ہے تقریب خداوندی کی نیت اور جذبے سے جانور کی قربانی۔

عید الاضحی ایک انتہائی بامقصد اور یادگارِ دن ہے، اس دن کی دعاؤں کی قبولیت کا عند یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا گیا ہے، لہذا یہیں چاہیے کہ روز عید ہم سب مل کر توہہ استغفار کریں۔ زبانی نہیں، عملی توہہ۔ پورا دگار کے حضور گڑا گڑا گڑا کر دعا کریں، اپنی کوتا ہیوں، بھنا ہوں کی معافی طلب کریں اور اپنے رب کو راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ یاد رہے، دنیا کی ابتدائی سے قربانی تمام مذاہب کا ایک لازمی حصہ رہی ہے۔ یہ اللہ کے حضور جان کی نذر ہے، جو کسی جانور کو قائم مقام ٹھہر اکر پیش کی جاتی ہے۔ عید الاضحی کے دن جانور کے گل پر رسمًا اور عادتاً چھری چلانی جائے تو بہت آسان ہے لیکن اگر اسے ابرا یعنی کو مد نظر رکھ جائے تو پھر اس کے لئے انسان کو پہلے ان مرامل کو سامنے رکھنا پڑتا ہے جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام گزرے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی مسئلہ قربانیوں سے عبارت ہے۔

قربانی سے مراد ہروہ عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول، اجر و ثواب اور اس کی بارگاہ کا تقریب حاصل کرنے کے لئے انجام دیا جائے۔ بطور خاص جانور کی قربانی کو عربی میں "اصحیہ" کہتے ہیں۔ اس کی جمع اسماجی ہے۔ قربانی کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے حتیٰ انسانی تاریخ لیکن امت مسلمہ ہر سال جو قربانی کرتی ہے یہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے لخت جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے۔ عید الاضحی 10 ذی الحجه کو منایا جاتی ہے، اسے عید قربان یا بقر عید بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام کی حتیٰ بھی عبادات، رسوم یا تہوار بیس ان عید الفطر ہو یا عید قربان، سب کا مقصود مسلمانوں کو متینی بنانا ہے۔

بہر حال! عید کا دن مسلمانوں کے لیے خوشی و مسرت کا دن ہے۔ اسلام نے عید الفطر کے موقع پر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے باہم مل جل کر خوشیاں منانے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضوراً کر مسلمانوں کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین

قربانی کی فضیلت اور اس کا حکم

عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُنْفَقَتُ الْوَرْقُ فِي شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ تَجْيِرَةٍ فِي يَوْمِ الْعِيْدِ (سنن الدارقطنی ص 774 باب النذبائح، سنن الکبری للبیہقی ج 9 ص 261)

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ماروایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی خرچ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزد یک نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن قربانی پر کیا جائے ہرگز نہیں۔

قربانی کرنا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے بھرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی۔ جس عمل و حضور اکرم ﷺ نے لاکھار کیا اور کسی سال بھی نہ چھوڑا ہو تو یہ اس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ علاوه از میں آپ ﷺ نے قربانی نہ کرنے والوں پر وعید ارشاد فرمائی۔ حدیث پاک میں بہت سی وعیدیں ملتی ہیں، مثلاً: بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عبید گاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الائٹاہی) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور بنی کریم..... دس سال مدینہ میں مقیم رہے اور ہر سال قربانی فرماتے تھے۔ (سنن ترمذی) علاوه از میں خود قرآن میں بعض آیات سے بھی قربانی کا وجوہ ثابت ہے۔ جو لوگ حدیث پاک کے خلاف ہیں اور اس کو جنت نہیں مانتے، وہ قربانی کا انکار کرتے ہیں، ان سے جو لوگ متاثر ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پیسے دے دیئے جائیں یا تیسم خانہ میں رقم دے دی جائے، یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ عمل کی ایک تو صورت ہوتی ہے، دوسری حقیقت ہے۔ قربانی کی صورت یہی ضروری ہے، اس کی بڑی مصلحتیں ہیں، اس کی حقیقت اخلاص ہے۔

قربانی دین اسلام کی اہم ترین عبادت ہے، اس ماہ مبارک میں لاکھوں مسلمان اس فریضہ کو اخبار دیتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے لاکھوں جانور اللہ کی رضاکی غاطر ذبح کیے جاتے ہیں، قربانی کی عبادت بندے کی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت کا منظہر ہے، ہونا یہ چاہیے تھا کہ بندہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کا ندرانہ پیش کرتا؛ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ

رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ذبح کرنا اس کے قائم مقام قرار دے دیا، اور جس شخص کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے مالی و سمعت عطا فرمائی ہے وہ شخص قربانی کرنا ہم دینی فریضہ سمجھتا ہے اور بہت بد نصیب ہے وہ آدمی کہ جو باوجود مالی و سمعت کے اس عظیم عبادت سے محروم رہے، بارگاہ الہی میں قربانی پیش کرنے کا سلسلہ میدنا آدم علیہ السلام سے ہی چلا آرہا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورت المائدہ میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ ذکر فرمایا ہے کہ دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی پیش کی، ہابیل نے عمدہ دنبہ قربان کیا اور قابیل نے کچھ زرعی پیداوار یعنی غدہ پیش کیا۔ اس وقت قربانی قبول ہونے کی علامت یقینی کہ آسمان سے آگ آ کر قربانی کو حکایتی؛ چنانچہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھا کیا اور قابیل کی قربانی ویں پڑھی رہ گئی، یوں وہ قولیت سے محروم ہو گئی۔

قربانی کا عمل ہرامت میں مقرر کیا گیا؛ البتہ اس کے طریقے اور صورت میں کچھ فرق ضرور رہا ہے۔ انہیں میں سے قربانی کی ایک عظیم الشان صورت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ..... کو عید الأضحی کی قربانی کی صورت میں عطا فرمائی ہے جو کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد گار ہے۔ احادیث مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی بہت زیادہ اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے؛ چنانچہ حضرت زید بن اقْرَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟» آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «تمہارے باب پاپ ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہیں»۔ «صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟» فرمایا: «ہر بیال کے بدے ایک نیکی ہے۔ عرض کیا، اور آوان میں؟» فرمایا، «اس کے ہر بیال کے بدے بھی ایک نیکی ہے»۔ (ابن ماجہ، کتاب الاضحی)

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کا لکتنا عظیم ثواب بیان فرمایا ہے کہ جانوروں کے بالوں کے بقدر جو کہ گنتانا ممکن ہے بندے کو اللہ تبارک و تعالیٰ نیکیاں عطا فرماتے ہیں، دوسرا ہی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایام قربانی (یعنی ۱۰ / تا ۱۲ / ذی الحجه) انسان کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کے جانور کا خون بہانے سے زیادہ مجبوب نہیں ہے، اور قیامت کے روز قربانی کا یہ جانور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے سینگوں، بالوں اور گھر وں سمیت حاضر ہو گا، اور بلاشبہ قربانی کے جانور کا خون ز میں پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قسبو لیت کا درجہ پالیتا ہے، تو اے مومنو! خوش دلی سے قربان کیا کرو۔ (ترمذی) ایک اور روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! انھوں نے قربانی کے جانور کے پاس جاؤ اور اسے لے کر آو؛ کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے پر تمہارے پچھے بجھا بخش دینے جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! یہ انعام ہم اہل بیت کے ساتھ خاص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے؟" تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بلکہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔" (امستدر رک، بحث الاضای) حضور نبی کریم کا ہر سال قربانی کرنا نقرا بنی کی اہمیت فضیلت اور تاکید کے لیے کافی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم سیاہ اور سفید رنگت والے اور بڑے سینگوں والے دو میڈھوں کی قربانی فرماتے تھے اور اپنے پاؤں کو ان کی گردan کے پاس رکھ دیا کرتے تھے اور اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری)

قربانی کے عمل کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی بخوبی لکھا جا سکتا ہے کہ حضور نبی کریم نے جوستہ الوداع کے موقع پر ایک وقت میں سوا وتوں کی قربانی فرمائی، ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم نے خود اپنے دستِ اقدس سے سو میں تریٹھ اوغلوں کو ذبح فرمایا؛ جب کہ باقی کے لیے حضرت علی کرم اللہ وہ جہہ کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ (صحیح بخاری)

آج کل کچھ ملحد لوگ اور بے دین لوگ قربانی پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قربانی کرنا پیسے اور وقت کا ضیاء ہے؛ حالانکہ ان کی یہ بات شرعاً و عقلتاً قابل قبول نہیں ہے؛ اس لیے کہ اگر قربانی کرنا پیسے اور وقت کا ضیاء ہو تو ان کی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنے کی اتنی زیادہ تاکید و اور دنہ ہوتی، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ قربانی کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت کا اظہار بھی ہے، اور مومن بندے کی مغفرت کا باعث بھی ہے؛ اس لیے ایسے لوگوں کی باتوں کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام مسلمانوں کی قربانیوں کو اپنی بارگاہ میں شرف بولیت عطا فرمائے!

نماز کا بیان بین نمبر 67:

قربانی کے مسائل و احکام (۱)

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا هِنَّ إِلَّا ضَاحِحٌ قَالَ سُنَّةً أَبَيِّنُكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِبْكُلْ شَعْرَةً حَسَنَةً قَالُوا فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِبْكُلْ شَعْرَةً مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةً.

سیدنا حضرت زید بن ارقہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اوڑ طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدے میں ایک نیکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یا رسول اللہ! اون (کے بدے میں کیا ملے گا) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدے میں نیکی ملے گی۔ (سنن ابن ماجہ 226 باب ثواب الاضحیہ)

آج کے بین میں چند قربانی کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں: مسئلہ نمبر: ۱..... جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے، اس پر قربانی بھی واجب ہے۔ ☆..... یعنی قربانی کے تین ایام (۱۰/۱۱/۱۲ ذوالحجہ) کے دوران اپنی شرورت سے زائد انعاماً یا اشیاء مجمع ہو جائیں کہ جن کی مالیت سائز ہے باون تو لہ چاندی کے برابر ہو تو اس پر قربانی لازم ہے، مثلاً رہائشی مکان کے علاوہ کوئی مکان ہو خواہ تجارت کے لئے ہو یا نہ ہو، اسی طرح ضروری سواری کے طور پر استعمال ہونے والی گاڑی کے علاوہ گاڑی ہوتا یہ شخص پر بھی قربانی لازم ہے۔ مسئلہ نمبر: ۲..... مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ مسئلہ نمبر: ۳..... قربانی کا وقت دو میں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک ہے، بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد درست نہیں۔ قربانی کا جانور دن کو ذبح کرنا افضل ہے اگر چرات کو بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ لیکن افضل بقدر عید کادن، پھر گیارہویں اور پھر بارہویں تاریخ ہے۔ مسئلہ نمبر: ۴..... عید الاضحی کی نماز پڑھ لینے سے قبل قربانی کا جانور دن کو نادرست نہیں ہے۔ مسئلہ نمبر: ۵..... اگر مسافر مالدار ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت کرے، یا بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ

جائے، یا کسی نادار آدمی کے پاس بارہویں تاریخ کو غروب شمس سے پہلے اتنا مال آجائے کہ صاحب نصاب ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

☆..... نیزاً گر مسافر مالدار ہو، دوران سفر قربانی کے لئے رقم بھی ہو اور وہ پندرہ دن سے کم عرصہ کے لئے رہائش پذیر ہونے کے باوجود آسانی قربانی کر سکتا ہو تو قربانی کر لینا بہتر ہے۔ مسئلہ نمبر: ۶..... قربانی کا حب اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا زیادہ اچھا ہے، اگر خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو کسی اور سے بھی ذبح کر سکتا ہے۔ ☆..... بعض لوگ قصاب سے ذبح کرتے وقت ابتداءً خود بھی چھری پر ہاتھ رکھ لیا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ قصاب اور قربانی والے دونوں مستقل طور پر تکمیل پڑھیں، اگر دونوں میں سے ایک نے نہ پڑھی تو قربانی صحیح نہ ہوگی۔ (شامی: ۳۳۶)

مسئلہ نمبر: ۷..... قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا ضروری نہیں، دل میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ مسئلہ نمبر: ۸..... قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اس کو قبلہ رخ لٹائے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

إِنَّ وَجْهَكُ وَجْهٌ لِلَّهِ مِنْيَ فَطَرَ اللَّهُ مَا وَأَتَ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا آتَاهُنَّ
الْمُشْرِكُونَ ۝ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَهَجَيَايِ وَمَمْتَانِي لِلَّهِ رِبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَلِنَذِلِكَ أَمْرَتُ وَآتَأَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ ۝ اس کے بعد "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ
کر ذبح کرے۔ (کذا فی سنن ابی داؤد) ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ تَقْبِلْ مِنِّی کما
تَقْبَلَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّد وَخَلِيلِکَ إِبْرَاهِيمَ عَلَیْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔

مسئلہ نمبر: ۹..... قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے نہیں، اولاد چاہے بالغ ہو یا نابالغ، مالدار ہو یا غیر مالدار مسئلہ نمبر: ۱۰..... درج ذیل جانوروں کی قربانی ہو سکتی ہے: اونٹ، اونٹی، بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھین، بھینسا۔ بکرا، بکری، بھیڑ اور دنبہ کے علاوہ باقی جانوروں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو اور سب قربانی کی نیت سے شریک ہوں یا عقیقہ کی نیت سے، صرف گوشت کی نیت سے شریک نہ ہوں۔ ☆..... گائے، بھین اور اونٹ وغیرہ میں سات سے کم افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں اس طور پر کہ مثلاً چار آدمی ہوں تو تین افراد کے دو حصے اور ایک کا ایک حصہ ہو جائے۔ نیزاً گر پورے جانور کو چار حصوں میں تقسیم کر لیں، یہ بھی درست ہے۔ یا یہ کہ دو آدمی موجود ہوں تو نصف نصف بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ ☆..... اسی طرح اگر کسی افراد مل کر ایک حصہ ایصالِ ثواب کے طور پر کرنا چاہیں تو یہ بھی

جاوہر ہے، البتہ ضروری ہے کہ سارے شرکاء اپنی اپنی رقم جمع کر کے ایک شریک کو ہبہ کر دیں اور وہ اپنی طرف سے قربانی کر دے، اس طرح قربانی کا حصہ ایک کی طرف سے ہو جائے گا اور ثواب سب کو ملے گا۔ مسئلہ نمبر: ۱۱..... اگر قربانی کا جانور اس نیت سے خریدا کہ بعد میں کوئی مل گیا تو شریک کرلوں گا اور بعد میں کسی اور کو قربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کیا تو قربانی درست ہے اور اگر خریدتے وقت کسی اور کو شریک کرنے کی نیت تھی، بلکہ پورا جانور اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت سے خریدا تھا تو اب اگر شریک کرنے والا غریب ہے تو کسی اور کو شریک نہیں کر سکتا اور اگر ندادار ہے تو شریک کر سکتا ہے، البتہ بہتر نہیں۔

☆..... ایک جانور قربانی کرنے کے لئے خریدا، اگر اس کے بدے دوسرا حیوان دینا چاہے تو جائز ہے، مگر یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ دوسرا حیوان کم از کم اسی قیمت کا ہو، اگر اس سے کم قیمت کا ہو تو زائد رقم اپنے پاس رکھنا جائز نہیں، بلکہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ ہاں! اگر زبانی طور پر جانور کو متعین نہ کیا ہو، بلکہ یہ ارادہ کیا ہو کہ اگر اپھی قیمت میں فروخت ہو رہا ہو تو فروخت کر دیں گے۔ اس صورت میں اصل قیمت سے زائد رقم اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

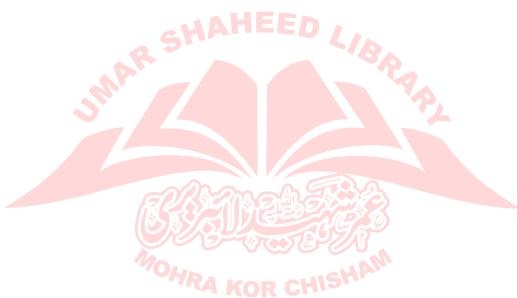
مسئلہ نمبر: ۱۲..... قربانی کا جانور گم ہوا، اس کے بعد دوسرا خریدا، اگر قربانی کرنے والا امیر ہے تو ان دونوں جانوروں میں سے جس کو چاہے ذبح کرے، جب کہ غریب پران دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوگی۔

وفاحت: اگر کسی آدمی نے قربانی کے لئے جانور خریدا اور خریدنے کے بعد وہ جانور قربانی کرنے سے پہلا گم ہو جائے تو صاحب حیثیت آدمی پر قربانی کے لئے دوسرا جانور خریدنا ضروری ہے، یونکہ اس پر قربانی شرعاً واجب تھی اور واجب ادا نہیں ہوا، بلکہ فقیر آدمی پر دوسرا جانور خریدنا اور قربانی کرنا لازم نہیں تھا، اس کے باوجود غریب نے دوسرا جانور بھی خرید لیا، اب اگر مالدار اور غریب ہر دو کا پہلا گم شدہ جانور مل جائے تو امیر پر صرف شرعی واجب (قربانی) کا ادا کرنا لازم ہے، جس جانور کو ذبح کر دے کافی ہے، جب کہ غریب پر خود سے واجب کردہ جانوروں کی قربانی کرنا لازم ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ امیر آدمی پر نصاب کی وجہ سے قربانی واجب تھی، اس نے وہ ادا کر دی، اس کے حق میں جانور متعین نہیں ہوا تھا، اسے اختیار ہے کہ جس جانور کو چاہے ذبح کر دے، بلکہ غریب آدمی پر قربانی لازم نہیں تھی، غریب نے از خود جانور خرید کر اپنے پر قربانی کو لازم کر لیا اور جانور اس نے خریدا وہ بھی متعین ہو گیا، اب پہلا جانور جو غریب کے حق میں قربانی کے نام سے متعین ہو چکا، اگر وہ گم ہو جائے تو اس کے بدے دوسرا

قربانی لازم نہیں، اس کے باوجود غریب نے دوسرا جانور خرید کر اپنے پر قربانی لازم کر لی، اس بناء پر فقیر آدمی پر دوسری قربانی بھی لازم ہوئی۔ لہذا غریب آدمی دونوں جانوروں کی قربانی کرے گا، بخلاف مالدار کے کہ اس پر صرف قربانی لازم ہے، جانور متعین نہیں ہے۔ دونوں جانوروں میں سے کسی ایک کی قربانی کر دے تو کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔

آمین یارب العلمین



قریانی کے مسائل و احکام (2)

“عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذَجُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُعْسِرَ عَلَيْكُمْ فَتَذَجُوا بَجْدَعَةً مِنَ الظَّاءِ”
سیدنا حضرت جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔ (صحیح مسلم: ج 2 ص 155 باب سن الاضحیہ)

قربانی حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹھے حضرت اسماعیلؑ کی سنت، اسلام کا شعار اور اہم عبادت ہے، قربانی ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب اور ضروری ہے، لیکن اس اہم عبادت کے بہت سے مسائل و احکام میں، اس مضمون میں فقہ کی مختلف کتب سے اہم اور ضروری مسائل کو جمع کر دیا گھیا ہے، تاکہ ان کی رعایت رکھی جائے اور تمام مسلمانوں کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بن جائے۔ اس سے پہلے سبق میں 12 مسائل بیان ہو چکے ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱۳..... قربانی کے جانور میں اگر کنجی شرکاء میں تو گوشہ وزن کے تقسیم کریں۔

مسئلہ نمبر: ۱۴..... بھیڑ، بکری جب ایک سال کی ہو جائے، گائے، بھینس دوسال کی اور اونٹ پانچ سال کا تو اس کی قربانی جائز ہے، اگر اس سے کم ہے تو جائز نہیں۔ پاں (دنبہ اور بھیڑ) (ندہ بکری بکری) اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ مسئلہ نمبر: ۱۵..... قربانی کا جانور اگر انداھا ہو، یا ایک آنکھ کی ایک تھائی یا اس سے زائد روشنی جاتی رہی ہو، یا ایک تھائی یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو، یا دم ایک تھائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ ☆..... گائے اور بھینس کے دو تھن یا بکری کا ایک تھن خلک ہو چکا ہو یا پیدائشی طور پر نہ ہوں تو ایسے جانور کی قربانی بھی درست نہیں۔ مسئلہ نمبر: ۱۶..... اسی طرح اگر جانور ایک پاؤں سے لنگڑا ہے، یعنی تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھے پاؤں کا سہارا نہیں لیتا تو ایسے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں، ہاں! اگر وہ جو تھے پاؤں سے سہارا لیتا ہے، لیکن لنگڑا کے چلتا ہے تو ایسے جانور کی قدر بانی درست ہے۔ مسئلہ نمبر: ۱۷..... قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ ہونا چاہئے، اگر جانور اس قد کمزور ہو کہ پڑیوں میں گودا بالکل

نہ رہا ہو، تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔☆..... بعض لوگ موٹا تازہ جانور مخفی دکھلو سے یاریاء فمود کے لئے خریدتے ہیں، ایسے لوگ قربانی کے ثواب سے محروم ہوتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ موٹا تازہ جانور تلاش کرتے ہوئے محض ثواب کی نیت کریں۔ مسئلہ نمبر: ۱۸..... اگر کسی جانور کے تمام دانت گر کئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اور اگر اکثر دانت باقی ہوں کچھ گر کئے ہوں تو قربانی جائز ہے۔☆..... اگر کسی جانور کی عمر پوری ہو اور دانت نہ نکلے ہوں تو بھی قربانی ہو سکتی ہے، تاہم اس سلسلہ میں صرف جانوروں کے عام سوداگروں کی بات معتبر نہیں ہے، بلکہ یقین میں معلوم ہونا ضروری ہے یا یہ کہ خود گھر میں پالا ہوا جانور ہو تو اس کی قسم بانی کی جاسکتی ہے۔ مسئلہ نمبر: ۱۹..... جس جانور کے پیدائشی کاں ہی نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ مسئلہ نمبر: ۲۰..... اگر کسی جانور کے سینگ بالکل جوڑ سے ٹوٹ چکے ہوں اس طور پر کہ دماغ اس سے متاثر ہوا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں اور اگر عمومی ٹوٹے ہوں یا سرے سے سینگ کا ہی نہ ہوں جیسے اونٹ تو بلا کراہت جائز ہے۔☆..... اسی طرح گائے، بکری وغیرہ کے اگر پیدائشی سینگ نہ ہوں تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ مسئلہ نمبر: ۲۱..... خارش زدہ جانور کی قربانی جائز ہے، البتہ اگر خارش کی وجہ سے بے حد مذوہ ہو گیا ہو تو پھر جائز نہیں۔ مسئلہ نمبر: ۲۲..... اگر قربانی کے جانور میں کوئی عیب پیدا ہوا جس کے ہوتے ہوئے قربانی درست نہ ہو تو مالدار شخص کے لئے یہ ضروری ہے کہ دوسرا جانور اس کے بد لے خرید کر قربانی کرے، غریب ہے تو اسی جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔☆..... اگر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لئے گراتے ہوئے کوئی عیب پیدا ہو جائے، مثلاً ٹانگ کی پڑی ٹوٹ جائے یا سینگ وغیرہ ٹوٹ جائے تو اس سے قربانی پر اثر نہیں پڑے گا، البتہ جانور کو گراتے وقت احتیاط کرنا چاہئے۔ مسئلہ نمبر: ۲۳..... قربانی کے گوشت میں بہتری ہے کہ تین حصے کرے، ایک حصہ اپنے لئے رکھے، ایک حصہ اپنے رشتہ داروں کو دے اور ایک حصہ فقراء و مساکین کو دے، لیکن اگر سارے کاسار اپنے لئے رکھے تب بھی جائز ہے۔ مسئلہ نمبر: ۲۴..... قربانی کی کھال کسی کو خیرات کے طور پر دے یا فروخت کر کے اس کی قیمت فقراء کو دے، البتہ اگر کسی دینی تعمیم کے مدرسہ اور جامعہ کو دے دے تو سب سے بہتر ہے، کیونکہ علم دین کا احیاء سب سے بہتر ہے۔ مسئلہ نمبر: ۲۵..... قربانی کی کھال کو اپنے مصرف میں بھی لایا جاسکتا ہے اس طور پر کہ اس کا عین باقی رہے، مثلاً مصلی بنائے یا رسمی یا چلائی بنائے تو درست ہے۔

مسئلہ نمبر: ۲۶..... قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کی مرمت یا امام و موزون یا مدرس یا خادم کی تجوہ میں نہیں دی جاسکتی، نہ اس سے مدارس کی تعمیر ہو سکتی ہے اور نہ شفاق انوں یاد یگر رفایی اداروں کی۔ مسئلہ نمبر: ۲۷..... قربانی

کی کھال قصائی کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔☆..... اگر کسی کی قربانی کی کھال چوری ہو گئی یا چھن گئی تو اسے چاہئے کہ وہ کھال کی رقم صدقہ کر دے، اگر استطاعت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، قربانی پر فرق نہیں پڑے گا۔ مسئلہ نمبر: ۲۸..... اگر قربانی کے تین دن گزر گئے اور قربانی نہیں کی تو اب ایک بھری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دے، اور اگر جانور خریدا تھا مگر قربانی نہیں کی تو بعینہ وہی جانور خیرات کر دے۔ مسئلہ نمبر: ۲۹..... ایصال ثواب کے لئے قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ مسئلہ نمبر: ۳۰..... اگر کسی شخص کے حکم کے بغیر اس کی طرف سے قربانی کی تو قربانی نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو اس کے حکم و اجازت کے بغیر قربانی میں شریک کیا تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی، اسی طرح اگر حصہ داروں میں سے کوئی ایک صرف گوشت کی نیت سے شریک ہے تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہو گی۔

مسئلہ نمبر: ۳۱..... قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دے سکتا ہے، البتہ کسی کو اجرت میں نہیں دے سکتا۔

مسئلہ نمبر: ۳۲..... گاہیں جانور کی قربانی صحیح ہے اگرچہ زندہ نکلے تو اسکو بھی ذبح کر دے۔ اور گوشت آپس میں تقسیم کرنے کی بجائے صدقہ کر دیا جائے ☆..... قربانی کے جانور کے بال کا مٹایا دودھ دو حصہ دارست نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کیا تو اسے صدقہ کرے، اگر قیچیج دیا تو اس کی رقم کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع: ۷۸/۵)

مسئلہ نمبر: ۳۳..... جو شخص قربانی کرنا چاہے اس کے لئے منتخب یہ ہے کہ یکم ذوالحجہ سے قربانی کا حب انور ذبح ہونے تک نہ اپنے جسم کے بال کاٹے اور نہ ناخن۔ (ابوداؤد) حکم..... البتہ اگر زیر ناف اور بغل کے بالوں پر چالیس روز کا عرصہ گزرا ہو تو ان بالوں کی صفائی کرنا بہتر ہے۔ مسئلہ نمبر: ۳۲..... قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک بھی رکھ سکتا ہے۔ (ابوداؤد) مسئلہ نمبر: ۳۵..... جانور ذبح کرنے کے لئے چھری خوب تیز ہوئی چاہئے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔ (ابوداؤد) مسئلہ نمبر: ۳۶..... اگر کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت سارا کامara کسی اور کھلادے خود کچھ بھی نہ کھائے تو ایسا کر سکتا ہے۔ (كتاب الآثار) مسئلہ نمبر: ۷..... خسی جانور کی قربانی جائز، بلکہ افضل ہے، یونکہ اس میں دوسرا کے کی نسبت گوشت زیادہ ہوتا ہے۔ مسئلہ نمبر: ۳۸..... ذبح کرتے وقت تکبیر کے علاوہ کچھ اور نہیں کہنا چاہئے، مثلاً: ”بِاسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ فَلَانٍ“۔ (كتاب الآثار) مسئلہ نمبر: ۳۹..... اگر کسی نے قربانی کی نذر مانی اور وہ کام ہو جائے تو قربانی واجب ہے، اس کے گوشت سے خود نہیں کھا سکتا، سارا فقراء اور مساکین کو کھلادے۔ مسئلہ نمبر: ۴۰..... اگر کسی شخص کی ساری یا اکثر آمدی حرام کی ہو تو اس کو اپنے ساتھ قربانی میں شریک نہیں کرنا چاہئے۔ اگر شریک کیا تو کسی کی قربانی نہیں ہو گی۔

ایسا شخص جس کی ساری کمائی حرام کی ہو، اس پر قربانی لازم نہیں کیونکہ اس کا سارا مال واجب التصدق (بلائیت ٹواب صدقہ کرنا ضروری) ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ حرام مال سے کسی کا صدقہ قبول نہیں فرماتے، بلکہ وہاں صرف پاکیزہ مال سے کیا ہوا صدقہ و خیرات قبول ہوتا ہے۔ مسئلہ نمبر: ۳۱..... دنبہ، بھیڑ بگرا بکری علاوہ دوسرے کسی جانور میں تمام شرعاً اپنا اپنا حصہ تقسیم کئے بغیر فقراء کو دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔☆..... البتہ اگر ذری کی قربانی ہو یا مرحوم کی وصیت کے تحت قربانی کر رہے ہیں تو پھر تقسیم سے پہلے کسی فقیر کو دینا درست نہیں۔ مسئلہ نمبر: ۳۲..... کسی نے مرتبے وقت وصیت کی کمیرے مال سے قربانی کی جائے تو اس قسم بانی کا سارا اگوشت خیرات کرنا ضروری ہے، خود کچھ بھی نہ کھائے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو قربانی کی روح اور حقیقت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری یہ ظاہری قربانی حقیقی قربانی کے لئے پیش نہیں ہو اور ہم اس ظاہری و مادی قربانی کی طرح اللہ کے حکم پر اپنی جان کی قربانی کے لئے بھی ہمیشہ تیار ہیں۔

وَاللَّهُ الْمُوفِّقُ وَالْمُعِينُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ



نماز کا بیان بیان نمبر 69:

نماز جنازہ کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَلَهُ قِيراطٌ، وَمَنِ انتَظَرَ حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا فَلَهُ قِيراطًا طَانٍ، قَالُوا: وَمَا الْقِيراطَا طَانٍ؟، قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ. (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من صلی على جنازة و من انتظر دفنها: حدیث نمبر: 1539)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز جنازہ پڑھی، اس کے لئے ایک قیراط ثواب ہے، اور جو دفن سے فراغت تک انتظار کرتا رہا، اس کے لئے دو قیراط ثواب ہے لوگوں نے عرض کیا: دو قیراط کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو پھاڑ کے برابر۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی ایسا ان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فراغت ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کرلو گا ہاگہ قیراط اتنا بڑا ہو گا جیسے احد کا پھاڑ، اور جو شخص جنازے پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کرلو گا۔ صحیح البخاری

کسی مسلمان کا جنازہ پڑھنے کی ایک فضیلت یہ ہے کہ جنازہ پڑھنے والے کو ایک قیراط کے بقدر اجر ملتا ہے اور ایک قیراط کی مراد خود احادیث مبارکہ میں ہے کہ وہ "أَعْدَ" پھاڑ کے بقدر ہو گا۔ نیز جس میت کا جنازہ پڑھا جا رہا ہے تو اگر جنازہ پڑھنے والے چالیس یا اس سے زائد افراد ہوں تو اللہ اس میت کے حق میں ان جنازہ پڑھنے والوں کی سفارش کو قبول فرمائیتے ہیں۔ حدیث میں بیان کردہ اجر و عظیم صرف اس کو حاصل ہو گا جو صحیح عقیدہ کی حالت میں صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اخلاص کے ساتھ کسی مسلمان موحد کے جنازہ میں شرکت کرے گا، ورنہ دنیاوی اغراض و مقاصد اور رشتہ داری و ملازمت کے لحاظ سے شامل ہونے والا اجر و ثواب سے محروم ہو گا۔

جنازہ کے ساتھ پیادہ چلننا اور سوار چلنادنوں جائز میں لیکن پیادہ چلننا افضل ہے۔ اگر کوئی شخص جنازہ کے ساتھ سواری پر چلے تو اسے چاہئے کہ وہ جنازہ کے پیچے پیچے چلے ہاں پیادہ چلنے والے کے لیے جنازہ کے

آگے چلنا بھی جائز ہے اور پچھے بھی لیکن اس کے لیے پچھے ہی چلنا افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پائچ حق رکھے ہیں جن کو ادا کرنا اخلاقی اور شرعی فرض بتا ہے اور انہیں حقوق العباد کا درجہ حاصل ہے۔ ان پائچ حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے تو اس کی نمازہ جنازہ ادا کی جائے اور یہ نمازہ جنازہ حقیقت میں اس جانے والے کے لیے دعا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی الگی منزل و آسان فرمائے اس لیے کشتہ سے دعائیں کرنی چاہیں لیکن قسمتی یہ ہے عوام الناس میں اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو جنازہ کے مسائل تو دور کی بات جنازہ میں پڑھی جانے والی دعائیں بھی یاد نہیں ہوتیں جس وجہ سے وہ اپنے جانے والے عزیز کے لیے دعا بھی نہیں کر سکتے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں بعد میں مختلف بدعات کو اختیار کر کے مرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کا رو یہ ظاہر کرنا چاہتے ہوتے ہیں جو کہ درست نہیں اور شریعت کے خلاف ہے۔ موت کی یاد سے دنیوی زندگی کی بے شباتی اور ناپایداری کا احساس ہوتا ہے اور آخرت کی حقیقی زندگی کے لئے حسن عمل کا جذبہ اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ یادِ موت کا ہم ذریعہ یارت قبور ہے۔ شہر غاموشال میں جا کر ہی بدرجہ اتم یہ احساس ہوتا ہے کہ موت کتنی بڑی حقیقت ہے جس کا مزہ ہر شخص چکھے گا۔ ابتداء سے آفرینش سے آج تک یہ مسلمہ جاری ہے اور تاقیامت جباری رہے گا۔ جلیل القدر انیاء مبعوث ہوئے اور باری باری موت کا مزہ چکھتے رہے۔ اسی طرح بزم خویش خدا کی دعویٰ کرنے والے بھی آئے، دار و سکندر جیسے بادشاہ بھی گزرے لیکن موت کی آہنی گرفت سے کوئی بھی پنج نہ سکا۔ اگر اتنے نامور لوگوں کو بھی موت نے نہ چھوڑا تو ہم اور تم اس کے تصرف سے کیسے چھوٹ سکتے ہیں۔ اسلام نے جہاں زندگی کے بارے میں احکام و مسائل بیان کئے ہیں وہیں موت کے احکام بھی بیان کر دئیے ہیں۔ موت کے احکام میں سے کفن و دفن اور نماز جنازہ وغیرہ کے احکام ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنازہ لے کر جلدی چلو، یکونکہ اگر وہ جنازہ نیک (آدمی کا) ہے تو (اس کے لیے) بھلانی ہے لہذا اسے نیکی و بھلانی کی طرف (جلد) پہنچا دو اور اگر وہ ایسا نہیں ہے تو را ہے لہذا اسے (جلد سے جلد) اپنی گردنوں سے اتار کر کھدو۔ (بخاری و مسلم) جنازہ لے کر جلدی چلو کا مطلب یہ ہے کہ جب دفن کرنے کے لیے جنازہ کو لے کر چلو تو جلدی جلدی چلو، آہستہ آہستہ قدم نہ اٹھاؤ لیکن جلدی سے دوڑنا مراد نہیں ہے بلکہ متوسط چال مراد ہے کہ قدم جلد جلد اٹھیں اور پاس پاس رکھے جائیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جنازہ لے کر پلنے کی چال معمولی چال سے تو بڑھی ہوئی ہو اور دوڑنے سے کم

ہو۔ اگر وہ جنازہ نیک آدمی کا ہے جلدی چلنے کا فائدہ بیان کیا جا رہا ہے کہ تم جس شخص کا جنازہ لے کر چل رہے ہو اگر اس کی زندگی اچھے احوال اور اچھے اعمال کے ساتھ گزری ہے تو اسے جلد جلد لے کر چلوتا کہ وہ آخرت کے ثواب اور حق تعالیٰ کی رحمت تک جلد سے جلد پہنچ جائے اور اگر وہ جنازہ کسی ایسے شخص کا ہے جس کی زندگی برے احوال اور برے اعمال کے ساتھ گزری ہے تو بھی جلد جلد چلوتا کہ برے کو جلد اپنے کاندھوں سے اتار پھینکو۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ راوی میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ تیار کیا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ جنازہ نیک بخت (آدمی کا) ہوتا ہے تو اپنے لوگوں سے کہتا ہے کہ (مجھے میری منزل کی طرف) جلد لے چلو اور اگر بد بخت (آدمی کا) جنازہ ہوتا ہے تو اپنے لوگوں سے کہتا ہے کہ ہاتے افسوس! مجھے کہاں لئے جاتے ہو! جنازہ کی اس آواز کو سوائے انسان کے ہر چیز سن سکتی ہے، اگر انسان اس آواز کو سن لے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے یا مر جائے۔ نیک بخت یعنی مومن جب مرتا ہے اور اس کا جنازہ تیار ہو جاتا ہے تو چونکہ جنت کی نعمتیں اور حق تعالیٰ کی رحمتیں دیکھتا ہے اس لیے اپنے آپ کو جلدی لے چلنے کے لیے کہتا ہے اس کے برعلاف جب بد بخت انسان موت کی گود میں پہنچ جاتا ہے اور اس کا جنازہ تیار کیا جاتا ہے تو چونکہ وہ عذاب کو سامنے دیکھتا ہے اس لیے واپس اکرتا ہے اور اپنے لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھے عذاب کی طرف کیوں لے جا رہے ہو۔ علماء لکھتے ہیں کہ مردہ اس وقت حقیقتاً کلام کرتا ہے اگرچہ اس کی روح ملک پکی ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ انسان اس کی آواز کی سماعت نہیں کر سکتا جب کہ دوسری مخلوقات اس کی آواز سنتی ہیں، اور یہ چیز کوئی غیر ممکن نہیں ہے یہ یوں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مردہ اپنی قبر میں سوال و جواب کے لیے زندہ کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ چلا اور اس پر نماز پڑھی تو اس کو ایک قیڑا ادا کے رہا۔ ثواب ملے گا اور یہ قیڑا ایسے ہیں کہ ان میں سے چھوٹا قیڑا البتہ احمد پیارا جیسا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی جنازہ میں حاضر ہو ایسا تک کہ جنازہ پر نماز ادا کی تو اس کے لیے ایک قیڑا ادا کے رہا۔ اور جو اس کے دفن تک موجود رہا اس کے لیے دو قیڑا ادا کے رہا۔ عرض کیا گیا: دو قیڑا کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو بڑے پیاروں کی مانند۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حکوم اکرم ﷺ کے ارشادات کے فرمایا: دو بڑے پیاروں کی مانند۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین یا رب الْعَالَمِينَ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

نماز کا بیان بیان نمبر 70:

نمازِ جنازہ کے مسائل و احکام

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَدَّ النَّجَاشِيَّ
فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَخَرَجَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ أَمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَفَّ
عَلَيْهِ حُرُوفَ كَبَرٍ عَلَيْهِ حُرُوفَ كَبَرٍ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر دی جس دن وہ فوت ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر عید گاہ پہنچنے ان کی صفت بندی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔ (صحیح البخاری ج 1 ص 178 باب الشکیر علی الجنازة اربعا)

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا جنازہ کس کا پڑھا؟ نمازِ جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے ہوئی ہے، فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنازہ مبارکہ پر چار تکبیریں پڑھی تھیں۔ اسلام میں وجوہ نمازِ جنازہ کا حکم مددیہہ ممتوہہ میں نازل ہوا۔ سیدنا حضرت احمد بن زرارة رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک بھرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہوا اور یہ پہلے صحابی کی متیت تھی جس پر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھی۔

نمازِ جنازہ ”فرضِ کفایہ“ ہے یعنی کوئی ایک بھی ادا کر لے تو سب بری اللہ مم مہ ہو گئے ورنہ جن جن کو خبر پہنچنی تھی اور نہیں آئے وہ سب گنہ کار ہوں گے۔ اس کے لئے جماعت شر نہیں، ایک شخص بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہو گیا۔ اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ (عاملہ مکمل ج 1 ص ۱۶۲، دوڑ مختار ج ۳ ص ۱۲۰)

نمازِ جنازہ میں دور کن اور تین شیتیں ہیں: دور کن یہ ہیں: (1) چار تکبیریں: یعنی چار بار ”اللہ اکبر“ کہنا (2) اور قیام کرنا۔ (دوڑ مختار ج ۳ ص ۱۲۲)

اس میں تین سنت موقود ہی ہیں: (1) پہلی تکبیر کے بعد شناء (2) دوسرا تکبیر کے بعد رو دشتر یہ (3) تیسرا تکبیر کے بعد متیت کیلنے دعا۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ: مُتَّقِدِی اس طرح متیت کرے: ”میں متیت کرتا ہوں اس جنازے کی نماز کی واسطے اللہ عز وجل کے، دعا اس متیت کیلنے، پہنچنے اس امام کے“ (فتاویٰ بتا تار غانیہ ج ۲ ص ۱۵۳)

اب امام و مقتدی پہلے کا نوں تک ہاتھ آٹھائیں اور ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے فرما جب معمول ناف کے پیچے باندھ لیں اور شناع پڑھیں۔ اس میں ”وَتَحَمَّلَ جَدَكَ“ کے بعد ”وَجَانِ شَهَاوَكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ پڑھیں پھر بغیر ہاتھ آٹھائے ”اللہ اکبر“، کہیں، پھر درود ابراہیم پڑھیں، پھر بغیر ہاتھ آٹھائے ”اللہ اکبر“، کہیں اور دعا پڑھیں (امام تکبیر میں بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ۔ باقی تمام آذ کار امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں) تیسری تکبیر میں دعا کے بعد پھر ”اللہ اکبر“، کہیں اور ہاتھ لٹکا دیں پھر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔ سلام میں میت اور فرشتوں و رحاصرین نماز کی نیت کرے، اسی طرح جیسے او نمازوں کے سلام میں نیت کی جباتی ہے یہاں اتنی بات زیادہ ہے کہ میت کی بھی نیت کرے۔

بالغ مرد عورت کے جائز کی دعا

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَقِّنَا وَمَيْتَنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا
وَأَنْشَأْنَا طَالِلَهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنْ مَمْتَأْفَحِيهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنْ مَافَتَوَّفَهُ عَلَى
الإِيمَانِ۔

اللهم! بخشن دے ہمارے ہر زندہ کو اور ہمارے ہر فوت شدہ کو اور ہمارے ہر حاضر کو اور ہمارے ہر غائب کو اور ہمارے ہر چھوٹے کو اور ہمارے ہر بڑے کو اور ہمارے ہر مرد کو اور ہماری ہر عورت کو۔ الہی! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔ (امتداد رک للحاکم ج اص ۶۸۲ حدیث ۱۳۶۶)

تابلغہ لڑکے کی دعا

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا فَرَطًا وَاجْعَلْنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا
اللہی! اس (لڑکے) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنا دے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کام و بوج) اور وقت پر کام آنے والا بنا دے اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا بنا دے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔ (کنز الذائقات ص ۵۲)

تابلغہ لڑکی کی دعا

اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا فَرَطًا وَاجْعَلْهَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً۔

اللہ! اس (لڑکی) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنا دے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کی موجب) اور وقت پر کام آنے والی بنا دے اور اس کو ہمارے لئے سفارش کرنے والی بنا دے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

جو تے پر کھڑے ہو کر جنازہ پڑھنا: جوتا پہن کر اگر نماز جنازہ پڑھسیں تو جوتے اور زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ مرحوم کے عزیز و احباب توجہ فرمائیں: مرحوم نے اگر زندگی میں کبھی آپ کی دل آزاری یا حق تلفی کی ہو یا آپ کے مفروض ہوں تو ان کو رضاۓ الہی کیلئے معاف کر دیجئے، ان شاء اللہ مرحوم کا بھی بھلا ہو گا اور آپ کو بھی ثواب ملے گا۔ نماز جنازہ کی نیت اور اس کا طریقہ بھی سن لیجئے: میں نیت کرتا ہوں اس جنازے کی نماز کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، دعا اس نیت کیلئے پچھے اس امام کے۔ اگر یہ اغاثیاں دار ہیں تو کوئی حرج نہیں، آپ کے دل میں یہ نیت ہونی ضروری ہے کہ: میں اس نیت کی نماز جنازہ پڑھ رہا ہوں۔ جب امام صاحب ”اللہ اکبر“ کہیں تو کافیں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے فرآحمدِ معمول ناف کے پنجے باندھ لیجئے اور خناء پڑھتے۔ دوسری بار امام صاحب ”اللہ اکبر“ کہیں تو آپ بغیر ہاتھ اٹھائے ”اللہ اکبر“ کہتے، پھر نمازو لا درود ابراہیم پڑھتے۔ تیسرا بار امام صاحب ”اللہ اکبر“ کہیں تو آپ بغیر ہاتھ اٹھائے ”اللہ اکبر“ کہتے اور بالغ کے جنازے کی دعا پڑھتے (اگر نابالغ یا بابالغہ کا جنازہ ہو تو اس کی دعا پڑھنے کا اعلان کیجئے) جب چوتھی بار امام صاحب ”اللہ اکبر“ کہیں تو آپ ”اللہ اکبر“ کہ کر دونوں ہاتھوں کو کھول کر لیکا دیجئے اور امام صاحب کے ساتھ قائدے کے مطابق سلام پھیر دیجئے۔

چند جنازے ایک ساتھ بھی پڑھے جاسکتے ہیں، اس میں اختیار ہے کہ سب کو آگے پیچھے رکھیں یعنی سب کا سینہ امام کے سامنے ہو یا قطار بند۔ یعنی ایک کے پاؤں کی سیدھی میں دوسرے کا سر بنا اور دوسرے کے پاؤں کی سیدھی میں تیسرے کا سر بنا تو عملی ہذا الْقِیَام (یعنی اسی پر قیاس کیجئے)۔ (علمگیری ج اص ۱۶۵)

جنازے کی پوری جماعت نہ ملت تو؟ مسیوق (یعنی جس کی بعض تکبیریں فوت ہو گئیں وہ) اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد ہے اور اگر یہ آندیشہ ہو کہ دعا وغیرہ پڑھے گا تو پوری کرنے سے قبل لوگ جنازے کو کندھے تک اٹھا لیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے دعا وغیرہ چھوڑ دے۔ چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہیں پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار ”اللہ اکبر“ کہے

- پھر سلام پھیردے۔ (درِ مختار ج ۳ ص ۱۳۶)

جو پیدائشی پاگل ہو یا بالغ ہونے سے پہلے پاگل ہو گیا ہوا راسی پاگل پن میں موت واقع ہوئی تو اُس کی نمازِ جنازہ میں نابالغ کی دعا پڑھیں گے۔ (جوہر مص ۱۳۸، غنیمہ مص ۵۸) جس نے خود کشی کی اُس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ (درِ مختار ج ۳ ص ۱۲)

مسلمان کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اُس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے، ورنہ اسے ویسے ہی نہلا کر ایک بچہ کے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔ اس کیلئے سنت کے مطابق غسل و کفن نہیں ہے اور نماز بھی اس کی نہیں پڑھی جائے گی۔ سر کی طرف سے اکثر کی مقدار سر سے لے کر سینے تک ہے۔ لہذا اگر اس کا سر باہر ہوا تھا اور پیختا تھا مگر سینے تک نکلنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو اس کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ پاؤں کی جانب سے اکثر کی مقدار کمر تک ہے۔ بچہ زندہ پیدا ہوا یا مر دہا یا پچا گر گیا اس کا نام رکھا جائے اور وہ قیامت کے دن آٹھایا جائے گا۔ (درِ مختار و درِ مختار ج ۳ ص ۱۵۲ - ۱۵۳)

جنازے کو کندھاد بینے کا ثواب

حدیث پاک میں ہے: ”جو جنازے کو چالیس قدم لے کر چلے اُس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔“ نیز حدیث شریف میں ہے: جو جنازے کے چاروں پا یوں کو کندھادے اللہ عز و جل اُس کی حنفی (یعنی مستقل) مغفرت فرمادے گا۔ (ابن جوہرۃ الرأیہ ص ۱۳۹، درِ مختار ج) شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا بھی دے سکتا ہے، قبر میں بھی آثار سکتا ہے۔ صرف غسل دینے اور بلا حائل پدن کو چھو نے کی ممانتع ہے۔ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

جنازے کو کندھاد بینا عبادت ہے۔ سنت یہ ہے کہ بعد دیگرے چاروں پا یوں کو کندھادے اور ہر بار دس دس قدم چلے۔ پوری سنت یہ ہے کہ پہلے سیدھے سر ہانے کندھادے پھر سیدھی پا نکتی (یعنی سیدھے پاؤں کی طرف) پھر اعلیٰ سر ہانے پھر اعلیٰ پا نکتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے۔ (عاملگیری ج ۱ ص ۱۶۲۸۲۲)

چھوٹے بچے کے جنازے کو اگر ایک شخص ہاتھ پر آٹھا کر لے چلے تو خرج نہیں اور کیے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں۔ (عاملگیری ج ۱ ص ۱۶۲) عورتوں کو (بچہ ہو یا بڑا کسی کے بھی) جنازے کے ساتھ جانا جائز و ممنوع ہے۔ (درِ مختار ج ۳ ص ۱۴۲)

نماز کا بیان بیان نمبر 71:

نماز تراویح 20 رکعت

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِشَلَّةً ثَنَةً

سیدنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔ (تاریخ جرجان حسنی ص 142)

حق جل جمد نے اس امت محمدیہ پر اپنے بے پناہ احسانات میں سے ایک احسان رمضان المبارک کی صورت میں بھی فرمایا اور پھر اس ایک احسان میں اللہ جلالہ کے آن گنت احسانات اور انعامات پچھے ہوتے ہیں، جن کا شمار ہم جیسے ضعفاء کے بس سے باہر ہے۔ رمضان مقدس کامہینہ عالم روحانیت کا موسیم بہار ہے۔ اس کی مخصوص عبادات میں دن کا روزہ اور رات کا قیام (یعنی نماز تراویح) بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کی برکات کا یہ عالم ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔

رمضان المبارک میں دن کا روزہ فرض اور رات کی تراویح مسنون ہے، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد منقول ہے: ”جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَةً فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلَةً تَطْوِعًا“ (مشکوہ، ص: ۱۷۳)

”اللہ تعالیٰ نے اس کے (دن کے) روزہ کو فرض اور رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا۔“
ایک اور روایت میں ہے: ”وَسَنَّنَتْ لَكُمْ قِيَامَةً“ (نسائی، ج: ۱، ص: ۲۳۹)
”میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت بنایا ہے۔“

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۹۲۔ یہقی، ج: ۲، ص: ۳۹۶)
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک رات رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چوبیس رکعت (۲۰ عشاء کے فرض اور ۲۰ تراویح) پڑھائیں اور تین رکعت و تراویح اتھے۔ (تاریخ جرجان الحسنی ج: ۲۷۰: ۲۷۰)

ا:..... ہم نے یہ دو حدیثیں ہیں رکعات کے ثبوت پر پیش کر دی ہیں۔ اس باب میں ہمارے لیے "اصل" اہل سنت والجماعت کے چار اصول (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) میں سے تیسرا صول "اجماع" ہے،

ا:..... حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ: "میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروہوں میں متفرق ہیں، کوئی اکیلانماز پڑھتا ہے اور کوئی ایسا تھا کہ ایک گروہ اس کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کو ایک قاری کے پیچھے اکٹھا کر دوں تو زیادہ بہتر ہو گا، پھر آپ نے ان کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر اکٹھا کر دیا۔ (بخاری، ج: ۱، ج: ۲۴۹؛ مسلم، ج: ۱، ج: ۲۵۹)

۲:..... حضرت یتکی بن سعید فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نیس رکعتیں پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ج: ۲۹۳: ۲۹۳)

۳:..... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میں رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھاؤں، پس میں رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ (کنز العمال، ج: ۸، ج: ۲۶۳: ۲۶۳)

۴:..... حضرت حن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ انہیں ہیں ہیں رکعتیں پڑھاتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج: ۱، ج: ۳۰۰: ۳۰۰۔ جامع المسانید و السنن، ج: ۱، ج: ۵۵: ۵۵)

۵:..... حضرت عبد العزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو نیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین و تراویح پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ج: ۳۹۳: ۳۹۳)

۶:..... حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ: لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان میں (۲۳) رکعات پڑھا کرتے تھے (یعنی ۲۰ تراویح اور ۳ اوڑت)۔ (مؤطراً ماماً مالك، ج: ۱، ج: ۹۸۔ سنن بکری یقینی، ج: ۲، ج: ۲۹۶: ۲۹۶)

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت امام ابو یعنی فرمدی اللہ سے تزاوج اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تزاوج سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے ۲۰ رکعات مقرر و معین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنت جاری کی اور لوگوں کو ابی بن کعب ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنت جاری کی اور لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا، پس انہوں نے تزاوج کی جماعت کروائی، اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت عثمان^{رض}، علی^{رض}، ابن مسعود^{رض}، عباس^{رض}، ابن عباس^{رض}، طلحہ، زبیر^{رض}، معاذ^{رض}، ابی^{رض} اور دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سب موجود تھے، مگر کسی نے بھی اس کو رد نہیں کیا، بلکہ سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موافقت کی اور اس کا حکم دیا۔ (اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، ص: ۲۹۲، بحوالہ الاختیار لتعلیل المحتار، ج: ۱، ص: ۶۸)

مندرجہ بالا روایات سے یہ باتیں سامنے آئیں:

ا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے تزاوج میں ایک امام کے پیچھے لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے با قاعدہ جمع کیا، یونکہ اب تزاوج کے فرض ہونے کا نہشہ ختم ہو گیا تھا۔ ۲: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امام کو میں رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔ ۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں میں رکعت تزاوج کے ساتھ ۳ رکعت و تر بھی پڑھاتے جاتے تھے۔ ۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل اور امر پر کسی ایک بھی صحابی^{رض} کا انکار ثابت نہیں ہے۔ ۵: امامت آقراء الامۃ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کرتے تھے، ان سے بھی انکار ثابت نہیں۔ وہ بھی میں رکعت ہی پڑھاتے رہے۔ ۶: کسی کا انکار نہ کرنا بمنزلہ اجماع کے ہو گیا، یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی میں رکعت پر اجماع ہو گیا۔ اہل سنت والجماعت کے یہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) بھی اس بات پر متفق ہیں کہ تزاوج ۲۰ رکعت سے کم نہیں ہیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ اس پر چند حوالہ جات اپنے قارئین کی غدمت میں پیش کر دوں، مگر مضمون کافی طویل ہوتا جا رہا ہے، اس لیے صرف ایک حوالہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں: ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک سے بھی بھی میں رکعت تزاوج سے کم کا قول منقول نہیں اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب تھا۔ (العرف الشذی، ص: ۳۰۸؛ بحوالہ خواجہ اسنن، حصہ سوم، ص: ۳۳)

”اکثر اہل علم میں رکعت کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مردی ہے۔ سفیان ثوریؓ، عبد اللہ بن مبارکؓ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو میں رکعت پڑھتے ہی پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہسم سب کو اپنے احکام و حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین یارب العلمین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین



نماز کا بیان بیان نمبر 72:

بیں رکعت تراویح کی حکمت

آنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَجَعَةً

وَالْوَتَرَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیں رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف

ابن ابی شیبۃ ج 5 ص 225 کم یصلی فی رمضان من رکعت؟، رقم 7774)

حضرات خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور مبارک میں تراویح بیں رکعت ہی پڑھی جاتی رہی میں۔ تصریحات پیش میں یہ علامہ محمد یوسف لدھیانوی شہید قدس سرہ نے بیں رکعت تراویح کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے تین حوالہ جات نقل فرمائے ہیں، اختصار کے پیش نظر ہم ان کا صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں : ا..... علامہ علی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: ”تراویح کے بیں رکعات ہونے میں حکمت یہ ہے کہ سنن، فرائض اور واجبات کی تکمیل کے لیے مشروع ہوئی ہیں اور فرائض پنجھا دو ترسمیت بیں رکعات ہیں، لہذا تراویح بھی بیں رکعات ہوئیں، تاکہ ”مُكَمِّلٌ“ اور ”مُكَمِّل“ کے درمیان مساوات ہو جائے۔” (ابحر الرائق، ج: ۲، ص: ۲۷)

۲: علام منصور بن یوسف علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور بیں تراویح میں حکمت یہ ہے کہ سنن مؤکدہ دس ہیں۔“
 صحیح کی، ۲: قبل الظہر، ۲: بعد المغارب) بیں رمضان میں ان کو دو چند کردا یا گیا، یوں کہ وہ محنت و ریاضت کا وقت ہے۔“ (کشف القناع عن تن الاقاع، ج: ۱، ص: ۳۹۲) ۳: حکیم الامت حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس امر کو ذکر کرتے ہوئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تراویح کی بیں رکعتیں قرار دیں، اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں: ”اور یہ اس لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبین کے لیے (صلوٰۃ اللیل) گیارہ رکعتیں پورے سال میں مشروع فرمائی ہیں، پس ان کا فیصلہ یہ ہوا کہ رمضان مبارک میں جب مسلمان تشبیہ بالملکوت کے دریا میں غوطہ لگانے کا قدر رکھتا ہے تو اس کا حصہ سال بھر کی رکعتوں کے دو گناہ سے کہ نہیں ہونا چاہیے۔“ (حجۃ اللہ البالغہ، ج: ۲، ص: ۸۸: بحولہ الاختلاف امت اور صراط مستقیم، ج: ۲، ص: ۲۹۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ سے لے کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ مبارکہ اور

سلف صاحین کے دور میں تراویح بیس رکعت ہی پڑھی پڑھائی جاتی تھیں اور کوئی ایک بھی نہ اس کا منکر ہا اور نہ اس کے بدعت ہونے کا کسی نے فتوی دیا، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ علیہ جلیل القدر صحابی اور غیر صحابی اشاد خود روایت کرتے ہیں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ: ”جس نے بدعت ایجاد کی اس کا نہ فرض قبول ہے، نفل۔“ (بخاری، ح ۲: ج ۱۰۸۳) وہ بھی اور تمام انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم میں رکعت کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، اگر بیس رکعت تراویح بدعت ہوتی (عیا کہ غیر مقلدین حضرات کا فتوی ہے) تو کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو معیارِ حق میں اور معیارِ ایمان میں، وہ اس پر عمل کرتے؟! حاشا و کلاہر گز نہیں، ہرگز نہیں۔ تیرہ صد یوں تک سلف صاحین میں سے کوئی ایک بھی رکعت تراویح کا قائل نہیں تھا اور نہ کسی نے پڑھی اور نہ کیا۔ پس رکعت پر کسی نے نکیر فرمائی۔ تیرہ ہوں صدی ۱۲۸۳ء میں ایک غیر مقلد عالم نے ۸ رکعت کا فتوی جاری کیا، اس وقت سے آج تک کہیں بھی چاہے حریم شریفین ہوں یا کوئی اور جگہ غیر مقلدین کے سوا کوئی بھی آٹھ کا قائل نہیں ہے۔ حریم شریفین میں شروع سے آج تک ۲۰ رکعت تراویح ہی پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں، و الحمد للہ علی ذلک۔

تراویح ترویجۃ کی جمع ہے۔ یعنی اطمینان سے پڑھی جانے والی نماز، ہر چار رکعات کو ایک ترویجہ کہتے ہیں۔ پانچ ترویجہ یعنی میں (۲۰) رکعات تراویح دس سلاموں کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و امام ابوحنینہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، و جہوں علماء اہل سنت والجماعت کے نزد یک سنت مولکہ ہے۔

حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور غلافت میں رمضان المبارک کے مہینے میں حضرات صحابہ و تابعین نے (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے اور وہ سو سو آیتیں پڑھا کرتے تھے اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور غلافت میں شدت قیام یعنی طول قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے۔ (الصیام للفریابی مسنون ج ۶، ۷، و سنن یہقی ۲۸۰۱، اس حدیث کے صحیح ہونے پر جہوں محمد شین کا اتفاق ہے)

پس (۲۰) رکعات تراویح پر صحابہ و علماء امت کا اجماع ہے۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں لوگوں کو تراویح باجماعت پڑھنے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تراویح کی پہلی عام جماعت تھی۔ (صحیح ابن حبان)

(۲) حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ تینس (۲۳) رکعات (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر) پڑھا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک ۲۵۲)

اسنادہ مرسل قوی، آثار اسنن ۶/۵۵) (۳) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (تابع تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں بیس (۲۰) یہی رکعات تراویح پڑھتے دیکھا ہے۔ (الام و سنن ترمذی) (۴) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے عمل کی بنا پر اکثر علماء کے نزدیک تراویح بیس (۲۰) رکعات ہے۔ (سنن ترمذی) (۵) علامہ ابن رشد قطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے مطابق اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤ ذ طاہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر کے علاوہ بیس (۲۰) رکعات تراویح سنت ہے۔ (بدایہ الجتہد) (۶) علامہ ابن قدامہ بنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تراویح کی بیس (۲۰) رکعات سنت موکدہ ہے، سب سے پہلے اس سنت کو رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمایا۔ (لمغثی) (۷) علامہ ابن تیمیہ بنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (صحابی) نے لوگوں کو بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھائی، اسلئے جمہور علماء کے نزدیک یہی سنت ہے۔ یکونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائی تو کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ (قاوی ابن تیمیہ)

جب کبار صحابہ اور خلفاء راشدین بیس (۲۰) رکعات تراویح پر متفق ہو گئے تو اس سے بڑھ کر کوئی قوی ترین دلیل ہو سکتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال کو سب سے زیادہ جانے والے وہی حضرات تھے۔ جب انہوں نے بیس (۲۰) رکعات کے علاوہ کے قول و عمل کو ترک کیا تو معلوم ہوا کہ تینس (۲۰) رکعات کے سلسلہ میں ان کے پاس قوی ترین ثبوت موجود تھا اور اہل حدیث حضرات جو آنحضرت (۸) رکعات تراویح کہتے ہیں، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، یہ ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ تجدید اور تراویح میں فرق نہیں کرتے، حالانکہ تجدید اور تراویح میں بہت بڑا فرق ہے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تجدید پوری رات پڑھنے کی نظری کرتی ہیں جب کہ تراویح سحری تک پڑھی گئی ہے۔

بیس رکعت تراویح ادا کرنا سنت موکدہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعض روایات میں اس کا ثبوت ملتا ہے، اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین روز تراویح کی باقاعدہ امامت بھی فرمائی تھی، لیکن صحابہ کے شوق اور جذب کو دیکھتے ہوئے تیرے یا پھر تھے روز امامت کے لیے تشریف نہ لائے اور صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے مبارک کے باہر انتظار کرتے رہے اور اس خیال سے کہ بنی اکرم صلی علیہ وسلم سونہ گئے ہوں بعض صحابہ کھدا رنے لگے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تھارے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے خوف ہوا کہ بیل تم پر فرض نہ کردی جائیں؛ اگر فرض کردی گئیں تو تم ادا نہیں کرسکو گے؛ لہذا اے لوگ! اپنے گھروں میں ادا کرو۔ (متفق علیہ)

بیس رکعت تراویح ادا کرنا صحابہ کرام کا بھی معمول تھا، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باجماعت بیس رکعت تراویح کا اہتمام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کروایا تو ان پر کسی نے بخوبی نہیں کی، بلکہ تمام صحابہ کرام نے باجماعت تراویح کے اہتمام پر اتفاق کیا، اور صحابہ کرام کے اجماع سے لے کر آج تک تمام فقہاء کرام اور امامت مسلمہ کا اجماع ہے، اور تمام فقہاء کے نزد یہک تراویح بیس رکعات سنت ہے، اور بلا غدر اس کاتارک گناہ گار ہے، اور بیس رکعت تراویح کا انکار نصوص شرعیہ سے ناویقیت، جمہور فقہاء کرام کی مخالفت اور گمراہی ہے، نیز بیس رکعات سے کم رکعات ادا کرنا سنت کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العلمین۔



نماز کا بیان بیان نمبر 73:

نماز کی قضاۓ کا حکم

عَنْ أَنَّسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصِلِّهَا إِذَا دَرَأَهَا، لَا كُفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ۔ (سنن ابو داؤد-نماز کا بیان-حدیث نمبر 442)

سیدنا حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ بنی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے، یہی اس کا سفارہ ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی اور سفارہ نہیں۔

علماء امت کا اتفاق ہے کہ فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اسلام میں زنا کرنے، چوری کرنے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ نماز کا ترک کرنا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر نماز وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اور اگر کبھی کوئی نماز جان بوجھ کر چھوڑتا ہے کہہنے اور غلطت کی وجہ سے۔ اسلام میں زنا کرنے، اور ہمارے علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس بات کی کوشش فٹکر کریں کہ امت مسلمہ کا ہر فرد وقت پر نماز ادا کرنے والا بن جائے اور ہماری نمازیں خشوع و خضوع کے ساتھ ادا ہوں؛ کیونکہ اسی میں ہماری اور تمام انسانوں کی اخروی کا میابی مضمیر ہے۔

قرآن و حدیث میں وارد نماز کی وقت پر ادائیگی کی خصوصی تاکید کے باوجود بعض بعض مرتبہ نمازوں کی وجہاتی ہے، کبھی بھول سے، کبھی کوئی غرر لاتی ہونے کی بنا پر اور کبھی مخفی لاپرواںی اور غلطت کی وجہ سے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں جمہور فقہاء و علماء و محدثین و مفسرین کا اتفاق ہے کہ تمام فوت شدہ نمازوں کی قضاۓ کرنی چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اگر نماز وقت پر ادا نہ کر سکیں تو بعد میں اس کو پڑھیں، اختصار کے مدنظر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں وارد ایک حدیث ذکر کر رہا ہوں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے فرآپڑھ لے، اس کا سوائے اس کے کوئی سفارہ نہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے نماز قائم کرو میری یاد کے واسطے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) بعض روایات میں اس حدیث کے الفاظ اس طرح وارد ہوتے ہیں: جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس کو چھوڑ کر سو جائے، اس کا سفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے اسے پڑھے و حدیث کی

مشہور کتاب تمذی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بھی نمازو بھول جائے یا اس سے وجہ تھی تو وہ جب بھی یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ تاخیر سے وونے کی عادت بنا کر فخر کی نماز کے وقت سوتے رہنا گناہ کبیرہ ہے۔ دیگر احادیث کی روشنی میں اس حدیث میں سوتے رہنے سے مراد یہ ہے کہ نماز وقت پر پڑھنے کے اسباب اختیار کیے، مگر کسی دن اتفاق سے آنکھ نہ کھل سکی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بعض نمازوں وقت کے نکلنے کے بعد ادا فرمائی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ غزوہ خیبر سے واپس ہو رہے تھے، رات میں چلتے چلتے جب نیند کا غلبہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اخیر حصہ میں ایک جگہ قیام فرمایا اور حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کو بھگبانی کے لیے متین فرمان کراپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور صحابہ بھی سو گئے۔ جب صحیح قریب ہوئی تو حضرت بلاں رضی اللہ عنہ (تحکان کی وجہ سے) اپنی سواری سے ٹیک لا کر بیٹھ گئے، پس آپ پر نیند غالب ہوئی اور وہ بھی سو گئے اور سب حضرات ایسے سوئے کہ طوع آفتاب تک نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی اور نہ حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کی، نبی اور محسابی کی۔ جب سورج طوع ہوا اور اس کی شعاعیں ان حضرات پر پڑیں تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور گھبرا کر حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کو اٹھایا۔ پھر صحابہ کرام کو آگے چلتے کا حکم دیا جسماں کرام رضی اللہ عنہم اپنی سواریاں لے کر آگے بڑھے اور ایک جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کو اقامت کہنے کا حکم دیا۔ حضرت بلاں رضی اللہ عنہ نے اقامت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازو پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: جو نمازو بھول جائے اس کو چاہیے کہ وہ یاد آنے پر اس کو پڑھ لے۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن آئے اور کفار قریش کو بر اجلا کہنے لگے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اب تک عصر نہ پڑھ سکتا کہ سورج غروب ہونے کو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی عصر نہیں پڑھی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، ہم نے بھی وضو فرمایا اور پھر غروب آفتاب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عصر پڑھی پھر اس کے بعد مغرب ادا فرمائی۔ (صحیح بخاری) بعض احادیث میں منکور ہے کہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زیادہ نمازوں فوت ہوئی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وقت نکلنے کے بعد پڑھا۔

منکورہ بالا احادیث سے واضح ہوا کہ اگر ایک یا ایک سے زیادہ نمازوں فوت ہو جائے تو فوت شدہ

نمازوں کا پڑھنا لازم و ضروری ہے۔ تفصیلات کے لیے امام نووی علیہ السلام کی صحیح مسلم کی سب سے مشہور شرح (شرح مسلم ج ۱ ص ۷۷) اور ابن حجر عسقلانی علیہ السلام کی صحیح بخاری کی سب سے مشہور شرح (فتح الباری ج ۲ ص ۶۹۔ ۷۰) کام طالعہ کریں۔ بھول یا غذر کی وجہ سے وقت پر نماز ادا نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہو گا ان شاء اللہ۔ لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نمازوں کو ترک کر دے تو یہ بڑا گناہ ہے، اس کے لیے تو پر ضروری ہے تو پر کے ساتھ جمہور علماء کی رائے ہے کہ اس کو نماز کی قضا بھی کرنی ہو گی۔ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ السلام، حضرت امام مالک علیہ السلام، حضرت امام شافعی علیہ السلام اور حضرت امام احمد بن حنبل علیہ السلام کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں یہی رائے ہے کہ قصد اور مبدأ نمازوں کے چھوڑنے پر بھی نماز کی قضا کرنی ہو گی۔ جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ جان بوجھ کر نمازوں کے چھوڑنے والے شخص پر قضا واجب ہے، اگرچہ وہ گناہ کار بھی ہے۔ اگر کسی شخص کی ایک یا متعدد نمازوں میں قصد اچھوٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ سے معافی کے ساتھ فوت شدہ نمازوں کی قضا کرنی ضروری ہے؛ کیونکہ جمہور علماء حق کہ چاروں ائمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں یہی کہا ہے، صحیح مسلم کی سب سے مشہور شرح الحنفی والی اور یاض الصالحین کے مصنف امام نووی علیہ السلام نے شرح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نمازوں کو مبدأ ترک کر دے اس پر قضا لازم ہے۔

نیز احتیاط کا تقاضی بھی یہی ہے کہ فرض نماز کی قضا کو واجب قرار دیا جائے؛ تاکہ کل آخرت میں کسی طرح کی کوئی ذلت اٹھانی نہ پڑے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب و کامران ہو گا، اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو وہ ناکام اور خمارہ میں ہو گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابو داؤد، مسند احمد) جب ہم نے یہ تسلیم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے نماز فرض کی ہے اور قصد انمماز چھوڑنے والا کافر نہیں؛ بلکہ فاسق و فاجر ہے تو قصد انمماز چھوڑنے پر قضا کے واجب نہ قرار دینے کی بات سمجھیں نہیں آتی۔ مثلاً اگر کسی شخص نے زنا کیا چوری کی تو اسے اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگنے ہو گی اور اگر اس کا جرم شرعی عدالت میں ثابت ہو جاتا ہے تو اس پر حد بھی باری ہو گی۔ یعنی اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ دنیاوی سزا بھی جگلنی ہو گی۔ اسی طرح قصد انمماز چھوڑنے والے کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ نماز کی قضا بھی کرنی ہو گی۔ غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ہر نمازوں کو وقت پر ادا کرنا ہاچا ہیے، ہاں خدا

خواستہ اگر کوئی نماز چھوٹ جائے تو پہلی فرصت میں اس کی قضاۓ کرنی چاہیے خواہ بھول کی وجہ سے یا ہونے کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے نمازوٰفت ہوئی ہو یا شخص لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے نماز ترک ہوئی ہو، ایک نمازوٰفت ہوئی ہو یا ایک سے زیادہ یا چند سالوں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی مسلمان جان بوجھ کرنی دنوں تک نماز نہ پڑھے۔ خیر القرون میں ایک واقعہ بھی قصد آچنا یا ایم نماز ترک کرنے کا پیش نہیں آیا؛ بلکہ اس زمانہ میں تو منافقین کو بھی نماز چھوڑنے کی بہت نہیں تھی اگر لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے نماز میں ترک ہوئی ہیں تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور تو بہ واستغفار کا سلسلہ موت تک جاری رکھ کر فوت شدہ نمازوں کی قضاۓ کرنی چاہیے خواہ وہ فوت شدہ نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرے یا اپنی سہولت کے اعتبار سے ہر نماز کے ساتھ قضاۓ کرتا رہے علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ ایسے شخص کے لیے بہتر ہے کہ وہ نوافل کا اہتمام نہ کر کے فوت شدہ نمازوں کی قضاۓ کرے۔ یہی ۳۰۰ اسالوں سے جمہور فقہاء علماء و محدثین و مفسرین کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں رائے ہے اور عصر حاضر میں مشرق سے مغرب تک اکثر و بیشتر علماء کرام کی یہی رائے ہے اور یہی قول اختیاط پر بنی ہے کہ نمازوں کو چھوڑنے کا سخت گناہ ہے حتیٰ کہ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ زنا کرنے، بچوری کرنے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ نماز کا ترک کرنا ہے۔ لہذا فوت شدہ نمازوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ان کی قضاۓ بھی کرنی چاہیے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ۳۰۰ اسال سے جمہور فقہاء علماء و محدثین و مفسرین کی یہی رائے ہے کہ نماز کے فوت ہونے پر اس کی قضاۓ کرنی ضروری ہے خواہ بھول جانے یا سو جانے کی وجہ سے نمازوٰفت ہوئی ہو، یا جان بوجھ کر نماز چھوڑی گئی ہو، ایک نمازوٰفت ہوئی ہو یا ایک سے زیادہ مشہور و معروف چاروں ائمّہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں یہی رائے ہے۔ بھول جانے یا سو جانے کی صورت میں گناہ کا گرانیں ہو گا؛ مگر قضاۓ کرنی ہو گی اور قصد آنماز ترک کرنے پر نماز کی قضاۓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہو گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں نمازوں کو ان کے اوقات میں پڑھنے والا بنائے اور ایک وقت کی نماز بھی ہماری فوت نہ ہو!

اللہ پاک ہمیں شریعت کے احکام پر قرآن و سنت کے مطابق عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

بجاہ النبی انکریم صلی اللہ علیہ وسلم

قضانمازوں کے احکام اور پڑھنے کا طریقہ

عَنْ تَافِيْجِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلَمْ يَعْلَمْ كُرْهًا إِلَّا وَهُوَ مَعَ الْإِمَامِ فَإِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ فَلَمْ يُصِلِ الصَّلَاةَ إِلَيْهِ نَسِيَ ثُمَّ لَيُصِلِ بَعْدَهَا الْأُخْرَىٰ۔ موطا امام مالک، باب الرجول يصل فیذکر ان علیہ صلاۃ فائتۃ، حدیث نمبر 584

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے، پھر امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت اس کو اپنی چھوڑی ہوئی قضانماز یاد آجائے تو جب امام سلام پھیرے تو اس کو چاہتے کہ پہلے وہ بھوی ہوئی ہوئی قضانماز پڑھے پھر اس کے بعد وسری نماز پڑھے۔

1. کبی عبادات کو اس کے مقررہ وقت کے اندر شروع کر دینے کو ادا کہتے ہیں اور فرض واجب عبادات کو اس کے مقررہ وقت گزر جانے کے بعد شروع کرنے کو قضا کہتے ہیں مثلاً ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھلی تو ادا کہلاتے گی اور ظہر کا وقت تکل جانے کے بعد پڑھی تو قضا کہلاتے گی۔ 2. اگر نماز کے وقت کے اندر نماز کی تحریمہ باندھ لیا تو وہ نماز ادا ہو گی اگرچہ تحریمہ باندھنے کے بعد وقت تکل جائے سوائے فخر و جمعہ و عیدین کے کہ اگر ان میں سلام سے پہلے بھی وقت تکل گیا تو نماز جاتی رہتی۔ 3. تمام فرض نمازوں کی قضا فرض اور واجب کی قضا واجب ہے اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے۔ 4. کبی فرض واجب یا سنت نماز کو قصد آبلاً غدر اس کے وقت پر ادا کرنا کتناہ ہے فرض واجب کو وقت پر ادا کرنے کا کتناہ بہت بڑا ہے اس کے بعد سنت کا ہے، لیکن اگر بلا قصد یا کسی غدر کی وجہ سے قضا ہو جائے تو کتناہ نہیں،

5. اگر کسی کی فرض یا واجب نماز قضا ہو جائے تو جب یاد آجائے یا جاگے یا وہ غدر دو ہو جائے تو فوراً پڑھ لے قضا نماز پڑھنے میں کسی غدر کے بغیر دیر لگانا کتناہ ہے لیکن اگر وہ وقت مکروہ ہو تو مکروہ وقت تکل جانے کے بعد پڑھے۔ 6. اگر کسی وقت کی سنت قضا ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں ہے سوائے سنت خبر کے کہ اگر فرضوں کے ساتھ قضا ہوئی ہوں تو طلوع آفتاب کے بعد دو پھر شرعی سے پہلے سنت و فرض دونوں کو ادا کر لے اگر زوال کے بعد پڑھے تو صرف فرض پڑھے سنت نہ پڑھے اور اگر فجر کی صرف سنتیں قضا ہوئیں تو ان کو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے اور آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے، ظہر اور جمعہ کی پہلی چار موکدہ سنتیں اگر

فرض سے پہلے نہیں پڑھیں تو فرض نماز کے بعد کی مونکہ سنتوں سے پہلے یا بعد میں پڑھ لے بہتر ہے کہ ان سنتوں کے بعد پڑھے اور ان کو قضا کہنا مجاز آیا حقيقة نہیں۔

ان صورتوں میں نماز کی قضا واجب نہیں: 1. جو نماز میں جنون کی حالت میں فوت ہوئیں اور جنون نماز کے چھ وقت کامل تک برابر ہا ہوتے جنون دور ہونے کے بعد ان نمازوں کی قضا واجب نہیں لیکن اگر جنون پائچ نمازوں تک رہے اور چھٹی نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہوش آجائے تو ان پائچ نمازوں کی قضا واجب ہو گی۔ 2. اگر کوئی شخص یہوش تھا یا اس کو مرگی کا درود تھا ایسا مرض تھا کہ اشارہ سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا تھا اور اس حالت میں اس کو پورے چھ وقت گزر گئے تو ان نمازوں کی قضایا لازم نہیں۔ 3. اگر کوئی مسلمان شخص معاذ اللہ مرتد ہو گیا اس کے بعد پھر اسلام لے آیا تو جو نماز میں مرتد ہئے کی حالت میں چھوٹ گئیں ان کی قضا اس پر واجب ہے۔ 4. اگر کوئی کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا لیکن اس کو نماز روزہ غیرہ فرائض کا علم نہ ہوا اس لئے اس نے ادنیں کئے تو اس پر ان نمازوں اور روزوں کی قضایا لازم نہیں اور اگر کوئی کافر دار اسلام میں مسلمان ہوا یا مسلمان ہونے کے بعد دار اسلام میں آگیا تو اب اس کی جو نماز میں فوت ہوں گی ان کی قضا اس پر فرض ہے کیونکہ دار اسلام میں معلوم نہ ہونا غدر نہیں ہے۔

نماز قضا کر دینے کے غدرات

1. دشمن کا خوف مثلاً مسافر کو چور اور ڈاکوؤں کا صحیح اندریش ہو اور وہ کسی طرح نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو، اگر سوری پر بیٹھ کر یا قبلے کی سمت کے سوا کسی اور طرف منحدشمن کے خوف سے بچ سکتا ہو تو غدر نہیں بنے گا اور نماز قضا کر دینے سے بگھا رہو گا۔ 2. بچہ جنانا والی دایا کو اگر نماز میں مشغول ہونے سے بچہ مر جانے کا یا اس کے کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا یا زچ (بچے کی ماں) کی موت یا نقصان کا خوف غالب ہو تو اس کو نماز میں تاخیر کرنا یا قضا کر دینا جائز ہے اور اگر نماز میں ہوتا نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔ 3. زچ پر نصف بچہ پیدا ہونے تک نماز فرض ہے اس حالت میں بھی اس کو نماز پڑھنی چاہئے اگر اشارے سے پڑھ سکتی ہے تو اشارہ سے پڑھ لیکن اگر بچہ کے مرجانے یا اس کا کوئی عضوضائع ہو جانے یا اپنی جان یا عضوضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو قضا کر دینا جائز ہے وہ نفاس ختم ہونے کے بعد اس کو قضا کرے

4. بوجانایا بھول جانا بھی غدر ہے لیکن جا گئے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو وہ فرما پڑھ لے اب تاخیر کرنا

مکروہ ہے، نماز کا وقت دغل ہونے کے بعد سونے کی اجازت نہیں ہے اس لئے اس وقت سو جانے سے نماز قضا کرنے پر گھنکار ہو گا۔

قمانمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ

1. قمانمازوں کا حکم یہ ہے کہ جس صفت کی نماز قضا ہوئی ہے اس صفت کے ساتھ ادا کی جائے پس فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے، فخر کی سنتیں اگر فرمودوں کے ساتھ قضا ہو جائیں اور دوپھر شرعی سے پہلے قضا کرے تو ان سنتوں کو قضا کرنا سنت ہے، حالت اقامت کی قضا حالات اقامت کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت اقامت میں قضا کرے یا حالت سفر میں، چار رکعت والی نماز پوری یعنی چار رکعت پورا کرے اور حالت سفر کی قضا حالات سفر کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت سفر میں قضا کرے یا حالت اقامت میں وہ چار رکعت والی نماز کو قصر یعنی دور رکعت ہی قضا کرے

2. قمانماز کی ادائیگی کے وقت اگر کوئی عندر ہو کا تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا پس جس وقت کی نماز قضا ہوئی اگر اس وقت کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑا ہو کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو پیٹھ کر پڑھ لے اور اگر پیٹھ کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے اور اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارہ ہی سے قضا کر لے اس کے بعد جب سخت و قیام پر قدرت حاصل ہو جائے اس نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر نماز قضا ہونے کے وقت قیام پر قادر نہیں تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو قیام پر قادر ہو چکا ہے تواب اس کے کھڑے ہو کر نماز قضا ادا کرنا واجب ہے۔

3. اگر جھری قمانمازوں کو جماعت سے پڑھتے تو امام کو چاہئے کہ نماز میں جھر کرے اور اگر ان کو تھا پڑھتے تو جھر و آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے مگر جھر افضل ہے اور آہستہ قرات کی نمازوں کو امام و منفرد دونوں کے لئے آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسا کہ وقت کے اندر حکم ہے

4. زندگی میں جب پاہے قمانماز پڑھ سکتا ہے لیکن تین تین اوقات مکروہ ہے یعنی طوع آفتاب و نصف نہار شرعی سے زوال تک اور غروب آفتاب کے وقت میں نہ پڑھنے قمانمازوں کے ادا کرنے میں جلدی کرنا چاہئے بلاغر تاخیر کرنا مکروہ و گناہ ہے، اگر بہت زیادہ قمانماز میں جمع ہو گئی ہوں تو جس قدر فرصت ملے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں دو یا تین یا چار یا جس قدر قمانماز میں پڑھ سکے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں کم از کم ایک ہی قمانماز پڑھ لیا کریں، نوافل پڑھنے کی بجائے قمانماز میں مشغول ہونا اولیٰ و افضل ہے بلکہ اہم ہے

لیکن وہ مشہور موکدہ وغیرہ موکدہ سنتیں جو فضوں کے ساتھ میں اور نماز تراویح و نماز تجدوا اشراق و چاشت و اوایں و صلوٰۃ تسبیح و حسینۃ امجد و تحسینۃ اوضو جن کا ذکر احادیث میں میں اس سے مستثنی ہیں۔

5.1 گرق نمازوں کو ادا کی نیت سے پڑھ لیا تب بھی درست ہے قلع نمازوں کی نیت اس طرح کرنی چاہئے کہ ملاں دن کی فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں، قضا کے وقت و دن کا تعین ضروری ہے صرف یہ نیت کر لینا کہ ظہر یا فجر کی قضا پڑھتا ہوں کافی نہیں ہے، اور اگر مہینے و دن کا تعین یاد نہ ہو تو سہولت کے لئے اس طرح نیت کر میں کہ مثلاً میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازوں میں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں اسی طرح ہر نماز کے وقت کے ساتھ یہ الفاظ دل میں خیال کرے اور زبان سے بھی کہہ لے یا یوں نیت کر کے کہ میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازوں میں ان میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں ہر دفعہ اسی طرح نیت کر لیا کرے۔

اللہ پاک ہمیں شریعت کے احکام پر قرآن و منت کے مطابق عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

بجاه النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم



نماز کا بیان بیان نمبر 75:

جماعۃ الوداع اور قضاۓ عمری

عَنْ أَنَّسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصِلِّهَا إِذَا دَرَّهَا، لَا لَغَارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِيلًا۔ (سنن ابو داؤد-نماز کا بیان-حدیث نمبر ۷۵)

(442)

سیدنا حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ بنی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے، یہی اس کا کوفی اور رکفارہ نہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت کہ جو شخص رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض نماز قضاء پڑھ لے تو ستر سال تک اس کی عمر میں جتنی نمازوں میں چھوٹی ہوں گی ان سب کی ادائیگی ہو جائے گی یہ روایت قطعی طور پر جھوٹ پر مبنی ہے اس لیے کہ یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے۔ جبکہ اجماع اس پر ہے کہ کوفی بھی عبادات سالہ سال کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اسرار المفہوم فی الاخبار الموضعیہ،

حدیث نمبر 519

ایسی کوئی حدیث موجود نہیں ہے، قراءۂ عمری کا یہ طریقہ غلط ہے، جس روایت کو بنیاد بنا کر اسے پیش کیا جاتا ہے وہ موضوع (من گھڑت) ہے، اس کا بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ جس شخص کی جتنی فرض نمازوں قضا ہوں، اسے اتنی ہی ادا کرنی ہوں گی۔ فقط اللہ اعلم۔ اس بات کو بھی اپنی طرح یاد رکھیں کہ ہماری مغفرت اور رجات کا دار و مدار اللہ کے آخری بنی اعلیٰ اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں ہے۔ زمانے کے رسم و رواج، معاشرے کے خود ساختہ خرافات اور بدعتات یہ سب اللہ کے ہاں موافق ہے اور پوچھ کا باعث ہیں نجات کے نہیں۔ ہماری قوم کی بُشِّتی یہ ہے کہ عبادات میں افراط و فسریط کی شکار ہے۔ سنت میں بدعت کی ملاوٹ اور دین کے ثابت شدہ احکام و مسائل میں کمی پیشی کا مرض اس کا سب سے بڑاالمیہ ہے، چنانچہ جماعتۃ الوداع کے بارے میں بھی ہماری قوم اسی صورت حال سے دوچار ہے۔ بطور غاص اس دن جس مسئلہ کو زیادہ زیر بحث لایا جاتا ہے وہ ہے فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنے کا۔ افسوس صد افسوس کہ بعض کم علم بلکہ احکام شریعت سے لاعلم لوگوں نے نماز عیسیٰ دینی معاملے کو بھی اپنی اوٹ پٹا نگ خواہشات کے تابع بنانے کی کوشش کی اور امت کو افراط و فسریط کے دو

پاؤں میں پائٹے کا جرم کیا۔

ایک گروہ نے تو یہ نظریہ بنالیا کہ قضاۓ شدہ نمازوں کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں محسن توبہ ہی سے کام چلا لیا جاتے۔ جبکہ دوسری طرف بعض لوگوں نے اس عبادت کا حلیہ بگاڑتے ہوئے یہ عل نکالا کہ ساری زندگی کی نماز میں ادا کرنا بہت دشوار ہے اس لیے رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو قضاۓ عمری کے نام سے ایک نئی نماز ایجاد کی اور یہ کہا کہ صرف چار رکعتوں کو مخصوص طریقے سے ادا کر لینے سے ساری عمر کی نماز میں ادا ہو جائیں گی۔ اس سوچ کے حامل افراد رمضان المبارک میں اس مخصوص نماز کے جھوٹے میسح برپھیلاتے ہیں، جس کی وجہ سے امت کا ایک بہت بڑا طبقہ ان کی گمراہی کے جال میں پھنس جاتا ہے، عام سادہ وح مسلمان بھی اسے صحیح سمجھ کر اپنی زندگی بھر کی نماز میں ادا نہیں کرتے اور اس نمازوں پڑھ لینے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں قضاۓ شدہ نمازوں کو ادا کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔

جبکہ شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ قضاۓ شدہ نماز میں نہ محسن توبہ سے ذمہ سے معاف ہوتی ہیں اور نہ رمضان المبارک کے آخری جمعۃ المبارک کو چار رکعات کی مخصوص نماز کو ادا کر لینے سے ساری نماز میں ادا ہوتی ہیں بلکہ قضاۓ شدہ نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔

آج کل کے تیز رفتار زمانے کے سست رفتار مسلمان کی حالت قابل توجہ بھی ہے، قابلِ رحم بھی اور قابلِ اصلاح بھی ہے۔ اول تو بہت سے مسلمان نمازوں ادا ہی نہیں کرتے، اگر کبھی پڑھ بھی لیں تو شراط و آداب اور حقوق کا بالکل خیال نہیں کرتے اور خشون و خسروں سے خالی نمازوں محسن الحکم پیش کرتی ہے اور بس۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مسلمان اہم العبادات (نماز) کے چھوٹ جبانے پر نادم ہوتے، توبہ تائب ہوتے اور شریعت کے حکم کے مطابق اپنی قضاۓ شدہ نمازوں کو جلد ادا کرتے لیکن افسوس کا احساس نداشت ملتا جا رہا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ خندق والے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پار نماز میں پڑھنے سے روک دیا تھا یہاں تک رات کا کچھ حصہ گذر گیا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی اور پھر اقامت کی، پس ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کی تو عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کی تو مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کی اور عشاء کی نماز پڑھی۔

معلوم ہوا کہ اگر نماز بھی وجہ سے یہاں تک کہ جہاد جیسے عظیم فریضے کی ادائیگی کے دوران بھی

قماعہ ہو جائے تو مجھی اس کو بعد میں ادا کرنا ضروری ہے۔

امام ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصول یہ ہے کہ ہر وہ نماز جو کسی وقت میں واجب ہونے کے بعد رکھنی ہو، اس کی قماعہ لازم ہے خواہ انسان نے وہ نماز جان بوجھ کر چھوڑی ہو یا بھول کر، یا نیندی وجہ سے نماز رکھنی ہو۔ چھوٹ جانے والی نمازوں میں زیادہ ہوں یا کم ہوں۔ (بہر حال قماعہ لازم ہے) فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قضاۓ شدہ نمازوں میں سے صرف فرض نمازوں اور وتروں کو ادا کیا جائے سنتوں اور نوافل کی قماعہ نہیں کی جائے گی۔ اللہ پاک ہمیں شریعت کے احکام پر قرآن و سنت کے مطابق عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور بدعاۃ و خرافات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



نماز کا بیان بین نمبر 76:

* قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے سے متعلق بنیادی مسائل *

**عَنْ عِمَرَ أَبْنَى حُصَيْنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ تَوَسِيْرُ فَسَأَلَتُهُ اللَّهُ يَعْلَمُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ لَآتِيَ فَقَالَ صَلَّى قَائِمًا فَإِنَّ اللَّمَّا تَسْطِعُ فَقَاعِدًا فَإِنَّ اللَّمَّا
تَسْطِعُ فَعَلَّيْ جَنَبٍ.**

حضرت عمران بن حصینؓ نے کہا کہ مجھے باسیر کا مرض تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پڑھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھلو۔

اگر کوئی شخص مرض وفات میں ہو اور حالت ایسی ہو کہ اس قدر حواس بھی باقی نہ رہے ہوں کہ اشارے سے نماز ادا کر سکے اور اسی حالت میں فوت ہو جائے تو جو نمازوں میں اس مرض وفات کی حالت میں ادا نہ کی ہوں آن کی قضا اور فدیہ واجب نہیں، اس لیے اس کے ذمے ان قضا نمازوں کے فدیے کی وصیت کرنا بھی واجب نہیں۔ اگر کوئی شخص ایک دن اور رات یعنی پانچ نمازوں کے وقت سے زیادہ وقت تک بے ہوش رہے کہ چھایا زیادہ نمازوں کا وقت گز رجاء تواں کے ذمے اس مدت میں ادا نہ کی جانے والی نمازوں کی قضا واجب نہیں اگرچہ وہ بعد میں تدرست ہو کہ نماز ادا کرنے پر قادر ہو جائے، اور جب ان نمازوں کی قضا واجب نہیں تو ان کے فدیہ کی ادائیگی بھی واجب نہیں، البتہ جو شخص پانچ نمازوں یا ان سے کم مدت تک بے ہوش رہے اور بعد میں صحیح ہو کر نماز کی ادائیگی پر قادر ہو جائے تو اس مدت میں قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی واجب ہے۔

یہاں یہ بات بھی بمحض ضروری ہے کہ قضا شدہ نمازوں کے فدیے کی ادائیگی کا تعلق موت کے بعد کے ساتھ ہے، اس لیے اپنی قضا شدہ نمازوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا جائز نہیں، بلکہ کوئی مریض ایسی نماز کی حالت میں ہو کہ صحت کی خرابی کے باعث اپنی قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی سے مایوس ہو چکا ہو، اس کے لیے بھی اپنی زندگی میں ان قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کے ذمے اپنی قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا لازم ہے۔ البتہ روزوں کے فدیہ کا حکم نمازوں کے فدیے سے مختلف ہے۔ اس لئے قضا نمازوں کا فدیہ زندگی میں ادا کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ زندگی میں قضا نمازوں کو ادا کرنا ہی لازم ہے، یعنی فوت شدہ نمازوں کا فدیہ

اور کفارہ یہی ہے کہ ان نمازوں کو ادا کیا جائے، اور ادا کرنے کے بعد تاخیر کی وجہ سے جو گناہ ہوا ہے اس سے تو ابہ کرنا بھی ضروری ہے، زندگی میں قضا نمازوں کے بد لے میں صدقہ دینے سے کچھ نہیں ہو گا، اس لیے ان نمازوں کو ہر حال میں ادا کرنا لازم ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص ایسی حالت میں مر گیا اور اس کے ذمہ قضا نماز میں رہ گئیں اور وہ زندگی میں ان کو ادا نہ کر سکا، تو اب موت کے بعد اس کا فدیہ دینا جائز ہو گا، فہماء نے اس کو روزوں پر قیاس کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہماری سے عاجز ہو کر روزہ نہ کھلتا ہو اور مرنے سے پہلے اس کو صحت یابی کی امید بھی نہ ہو تو شریعت نے اس کو ایسی حالت میں زندگی میں ورنہ مرنے کے بعد فدیہ دینے کی اجازت دی ہے اور زندگی میں روزوں کا فدیہ ادا کرنے کے بعد اگر مرنے سے پہلے روزہ رکھنے کی مالکت حاصل ہو جائے اور وقت بھی ملے تو ان روزوں کی قضا کرنا ضروری ہو گا اور فدیہ ادا کرنا باطل ہو جائے گا، تو جس شخص کی یہماری یا کسی غذر کی وجہ سے نماز میں رہ گئی ہوں اور وہ مرتے دم تک اس کو ادا کر کا تواب وہ مرنے سے پہلے وصیت کر جائے، مرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق ایک تھامی ترک میں سے اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہو گا، اس لئے اپنی قضاء نمازوں کے پڑھنے کے سلسلے کو جاری رکھیں، اور اپنے ساتھ ایک ڈائری میں وفات و فقاً و وصیت لکھ دیا کریں کہ میرے ذمہ اب اتنی نمازوں کی قضاء رہ گئی ہے، اگر میری زندگی میں یہ نماز میں پوری نہ ہو سکیں تو ان کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔ ایک نماز کا فدیہ ایک صدقہ فطر (تقربیا پونے دو لاکو ہنڈم یا اس کی قیمت) کے برابر ہے، اور روزانہ کی وتر سمیت چھ نماز میں شماری کی جائیں گی، اس حساب سے ایک دن کی نمازوں کے چھ فدیے ادا کرنے ہوں گے۔ اس اعتبار سے ایک دن کی چھ نمازوں کا فدیہ کسی مُتّحقِ زکوٰۃ کو دینے سے ادا ہو جائے گا۔ اگر اس نے وصیت نہ کی ہو اور تمام عاقل بالغ و رشام اپنی خوشی مرحوم کی طرف سے فدیہ ادا کر دیں تو یہ بھی جائز ہے، اور دو فوں صورتوں میں روزے پر قیاس کر کے فہماء یہ فرماتے ہیں اللہ کی ذات سے امید ہے یہ نمازوں کا فدیہ ان شاء اللہ بقول فرمائیں گے۔

بیان کردہ تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ نماز میں اس لیے چھوڑ دینا کہ اس کا فدیہ ادا کر دوں گا قطعاً جائز نہیں ہے، بلکہ نماز چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے، اور نماز فوت ہونے کی صورت میں ہر حال میں اس کو قضا بھی کرنا ہے اور تو بھی کرنی ہے، اور اگر کوئی شش کے باوجود قضا کرنا تو اس صورت میں فدیہ دیا جاتا ہے۔ نیز ایک نماز اور ایک روزہ کا فدیہ صدقہ فطر کی مقدار کے برابر ہے۔ فدیہ ادا کرنے کی صورت میں یومیہ چھ نمازوں (پنج وقتہ

فرض نماز اور وتر) کے حساب سے فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ بلوغت کے بعد سے اپنی قضاشہ نمازوں کی ادائیگی کی بھروسہ پور کو شکر کرے، اور اپنی قضاشہ نمازوں کا حساب بھی رکھے کہ کتنی نمازیں باقی رہ گئی ہیں، اور ساتھ ساتھ وصیت بھی کر لے کہ میری موت کے بعد میری ان قضاشہ نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے قضاشہ نمازوں کی باقی ہوں اور اس نے وصیت کی ہوکہ میری ان نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہو تو اس وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اگر میت پر کوئی قرضہ ہو تو سب سے پہلے میت کے مال میں سے قرضہ ادا کیا جائے، پھر اس کے بعد کل مال کے ایک تہائی حصے میں سے فدیہ کی یہ وصیت پوری کی جائے۔ اگر وہ ایک تہائی مال کم پڑ رہا ہو اور وہ وصیت اس میں پوری نہیں ہو پارہی ہو تو اس وصیت کو پورا کرنے کے لیے ایک تہائی سے زیادہ مال خرچ کرنا اور شکر کے ذمے لازم نہیں، البتہ اگر عاقل بالغ ورشاپنی خوشی سے اپنے حصے میں سے یہ وصیت پوری کر دیں تو یہ جائز ہے اور یہ میت پر احسان ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے امید ہے کہ یہ فدیہ قبول کر لیا جائے گا۔

اگر میت کے ذمے قضاشہ نمازوں کی باقی ہوں اور اس نے ان کے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت بھی کی ہو لیکن اس نے مال نہیں چھوڑا ہو، یا مال تو چھوڑا ہو لیکن نمازوں کے فدیہ کی وصیت ہی نہیں ہو تو ان دونوں صورتوں میں میت کی نمازوں کا فدیہ ادا کرنا اور شکر کے ذمے واجب نہیں، البتہ اگر عاقل بالغ ورشاپنی خوشی سے اپنے مال کی نمازوں کا فدیہ ادا کر دیں تو یہ جائز ہے اور یہ میت پر احسان ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے امید ہے کہ یہ فدیہ قبول کر لیا جائے گا۔ نمازوں کے فدیہ کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے کہ فدیہ صرف اسی کو دینا جائز ہے جس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ فدیہ دینے وقت یہ بھی جائز ہے کہ ایک مستحق زکوٰۃ کو ایک نماز کا فدیہ دے دیا جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک مستحق زکوٰۃ کو ایک سے زائد نمازوں کا فدیہ دے دیا جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ متعدد مستحقین زکوٰۃ کو نمازوں کا فدیہ دیا جائے، البتہ اس بات کی رعایت کی جائے کہ ایک مستحق زکوٰۃ کو ایک نماز کے فدیے سے کم نہ دیا جائے یعنی ایک نماز کا فدیہ ایک سے زائد مستحقین کو دینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام و حضوراً کرم صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین یارب العالمین

هماری دیگر مطبوعات

